حکایاتِ پنجاب

حصّہ اوّل

مُرتّبہ

آر۔ سی۔ ٹمپل

مُترجمہ

میاں عبدالرشید

مجلسِ ترقّیِ ادب، لاہور

ناشر : سید امتیاز علی تاج (ستارۂ امتیاز)
ناظم مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور

مطبع : ویڈنگ پرنٹنگ پریس ، اردو بازار ، لاہور

مہتمم : نذر محمد آپل

تعداد : بار اول ۱۰۰۰

فہرست

عنوان			صفحہ
دیباچہ	مصنف		

عنوان	صفحہ

دیباچہ جلد اول

کہا جاتا ہے کہ یہ بھاٹوں ہی کی کہانیاں ہیں جنھیں بوڑھی مائیں اپنے بیٹوں اور پوتوں کو سناتی رہتی ہیں ، اور جہاں بھاٹوں کے اثرات زائل ہو چکے ہیں وہاں یہی کہانیاں گیتوں کی بجائے سیدھے سادے بے تکے سے بیانیہ انداز میں ملتی ہیں ، ایسے انداز میں جو دیہاتی عوام کے مزاج کے عین مطابق ہے ۔ اگر یہ خیال درست ہے—اور میں اسے درست ہی سمجھتا ہوں—تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاں لوک کہانیاں اور بھاٹوں کے گیت ساتھ ساتھ پائے جاتے ہوں، جیسا کہ پنجاب میں ہے ، وہاں بھاٹوں کے گیت زیادہ قدیم اور زیادہ اہم ہیں ؛ البتہ اتنا ہے کہ لوک کہانیاں ان گیتوں پر اثر انداز ہوں گی ۔ اسی سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ لوک کہانیوں کے مرتب کرنے کے نقطۂ نگاہ سے ان کہانیوں کی نسبت گیتوں کو ان کی اصلی صورت میں اکٹھا کرنا زیادہ ضروری ہے ؛ یہی وجہ ہے کہ میں نے یہ کام اپنے ذمے لیا ہے ۔

ایک اور لحاظ سے بھی لوک گیت ، لوک کہانیوں پر فوقیت رکھتے ہیں اور انہیں عوام کے خیالات کے بہتر ترجمان کہا جا سکتا ہے ۔ یوں تو نہ لوک کہانیاں تحریر میں آئی ہیں اور نہ لوک گیت ؛ بوڑھی عورتیں ہوں یا بھاٹ ، دونوں صرف اپنی یاد داشت پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں، جس کا یہ لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ ان کی اپنی شخصیت کا اثر ان گیتوں یا کہانیوں میں ضرور داخل ہو جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شخص سے سنی ہوئی کہانی یا گیت دوسرے سے کچھ نہ کچھ مختلف ہوتے ہیں - گیتوں کا قافیہ اور وزن (اگر وزن ہو) ان پر صحت مند اثر ڈالتا ہے اور بھاٹوں کو زیادہ بھٹکنے سے بچائے رکھتا ہے لیکن کہانیوں پر سوائے بیان کرنے والی کے ذہنی افلاس کے اور کوئی پابندی نہیں ہوتی ۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ذہنی افلاس بالعموم

ہمارے تصور سے بہت زیادہ ہوتا ہے اور ہم بلاخوف تردید کہ سکتے ہیں کہ اگر ایک ہی کہانی ایک ہی وزن میں نصف درجن مختلف بھاٹوں سے بھی سنی جائے تو سوائے معمولی لفظی تغیر و تبدل کے وہ اسے ایک ہی طرح گائیں گے ، مگر لوک کہانیوں کا معاملہ اور ہے ۔ یہ لوک کہانی ہر جگہ سے مختلف سنی جائے گی اور اسے قلم بند کرنے کا اطمینان بخش طریق ایک ہی ہے کہ پہلے اسے مختلف جگہوں سے سنا جائے اور پھر اسے اس صورت میں قلم بند کر لیا جائے جو زیادہ مقبول ہو ۔ ان کہانیوں سے یہ بات بخوبی ثابت ہو جائے گی کہ جہاں تک صرف کہانی کا تعلق ہے ، بھاٹوں کے گیت اور لوک کہانیاں دونوں بالکل ایک ہی خطوط پر چلتے ہیں ؛ خواہ گیت کا تعلق حقیقی تاریخی کرداروں ہی سے کیوں نہ ہو اور خواہ اس کا واقعہ مستند تاریخی واقعات ہی پر کیوں نہ مبنی ہو ۔ لوک کہانیاں بالعموم ایک ہی منظر یا مختلف مناظر کے بے تکے مجموعے پر مشتمل ہوتی ہیں ؛ ان میں صرف بیچ کی کہانی موجود ہوتی ہے مگر کرداروں کے نام اور وہ علاقہ جہاں وہ واقعات ہوئے تھے ، بھلا دیا جاتا ہے ۔ اس لیے میں پھر اس بات پر زور دوں گا کہ جہاں کہیں ممکن ہو ، مشہور لوک گیتوں کو صحت اور تفصیل سے قلم بند کرنے کی کوشش ہونی چاہیے ۔

لوک کہانیوں کی نسبت لوک گیتوں کو قلم بند کرنا بعض لحاظ سے زیادہ آسان بھی ہے ۔ اور وہ اس طرح کہ اگر ایک بار کوئی بھاٹ آپ کے ہاتھ آ جائے تو پھر آپ کا کام صرف یہی رہ جاتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا جائے آپ اسے لکھتے جائیں۔ مگر لوک کہانیوں کا معاملہ اور ہے ؛ ہر کہانی آپ کو مختلف عورتوں سے سننی پڑتی ہے اور یہ کام بڑا ہی صبر آزما ہے ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ گیت قلم بند کرنے کا کام اتنا دلچسپ نہیں ، شاید یہی وجہ ہے کہ لوک کہانیوں پر نسبتاً زیادہ توجہ دی گئی ہے ۔ لوک کہانی ہمیشہ عجیب ، دلچسپ اور پر کشش ہوتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ اسے یاد رکھا جاتا ہے۔ اگر ان میں یہ خوبیاں نہ ہوں تو بچے اور ان پڑھ عوام انھیں فوراً بھلا دیں ، مگر بھاٹوں کے گیت کسی اور وجہ سے یاد رکھے اور سراہے جاتے ہیں۔ بھاٹ بالعموم اپنے گیت میلوں پر، جہاں لوگ خوش وقتی کے لیے جمع ہوتے

ھیں ، سناتے ھیں اور انھیں ان کا معاوضہ ملتا ھے ۔ عام طور سے یہ معاوضہ گیت کی طوالت اور اس کے واقعات کے حسن بیان پر منحصر ھوتا ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ ان کے گیت غیر دلچسپ ، اکتا دینے والے اور طویل ھوتے ھیں اور ان میں وھی واقعات بار بار دھرائے جاتے ھیں ۔ مگر ان کا یہ فائدہ ضرور ھے کہ ان کے ناقابل تبدیل قافیے کے باعث انھیں پشت ھا پشت تک ان ھی الفاظ میں یاد رکھا جاتا ھے ۔ نئی کہانیوں میں کس حد تک قدیم مستند کہانیوں کا ڈھب موجود ھے ؟ اس کا اندازہ ایک ھی مضمون کی جدید و قدیم کہانیوں کے موازنے سے کیا جا سکتا ھے ؛ اس سلسلے میں نل دمینتی (راجا نل) ، بھرتری ھری (راجا گوپی چند) اور ناگاؤں کی تباھی (رانی نول دیئی) کی مثالیں پیش کی جا سکتی ھیں ۔

پنجاب جیسے ملک میں بھاٹوں کے گیت اور کہانیاں اکثر عام لوک کہانیوں میں تبدیل ھوتی پائی جاتی ھیں؛ اس مجموعے کی پہلی حکایت اس قسم کی بہترین مثال ھے ۔ ''راجا رسالو کے کارنامے'' مختلف کہانیوں کا ایک بیانیہ مجموعہ ھے ۔ یہ سب کہانیاں جو اس مشہور روایتی شخصیت کے متعلق ھیں ، نثر میں بیان کی گئی ھیں ، بیچ میں کہیں کہیں شعر ھیں ، بعد میں ان ھی حکایات کی منظوم تفاصیل بھی پیش کی گئی ھیں جن سے ھر پڑھنے والا ، معمولی غور اور فکر سے یہ اندازہ کر سکتا ھے کہ نثر کی کہانی منظوم کہانیوں سے اخذ کردہ ھے ۔ ان ''کارناموں'' میں ایک اور قابل ذکر امر یہ ھے کہ بہت سے اشعار یہاں بے فائدہ درج کیے گئے ھیں ؛ نہ ان سے کوئی سبق حاصل ھوتا ھے ، نہ یہ کوئی لطیفہ بیان کرتے ھیں اور نہ ان کا تعلق انداز تحریر سے ھے ؛ انسان یہ محسوس کرتا ھے کہ جو کچھ ان اشعار میں بیان کیا گیا ھے وہ بآسانی نثر میں کہا جا سکتا تھا ، بلکہ درحقیقت اسے نثر ھی میں ھونا چاھیے تھا ۔ غالباً لکھنے والے کو جتنے اشعار یاد رہ سکے ھیں ، اس نے وہ سب لکھ دیے ھیں اور باقی کہانی روزمرہ کی زبان میں بیان کر دی ھے ۔ یقیناً کہانی کے وہ حصے جو اشعار میں بیان کیے گئے ھیں ، اس کے نثر کے حصوں سے بہ درجہ ھا بہتر ھیں۔ یہ بھی خیال رھے کہ سب اشعار ایک ھی وزن اور ایک ھی قسم کی زبان میں ھیں، یعنی کھردری مقامی بولی؛ حالانکہ نثر جو یہاں اس کتاب

میں نہیں دی گئی ، عام اردو میں تھی ۔

لوک کہانی پنجاب میں ہرجگہ عام ہے ، یہ ہر گاؤں اور جھونپڑی اور بچوں اور عورتوں کے ہر اجتماع میں موجود ہے۔ دوسری طرف اگرچہ لوک گیت ابھی تک ختم نہیں ہوئے مگر انہیں سنانے والے بھاٹ آہستہ آہستہ مگر یقیناً ختم ہو رہے ہیں ۔ انھوں نے ابھی سے شہروں کو چھوڑ کر دیہات کا رخ کر لیا ہے ۔ ریاست پٹیالا کے صدر مقام پٹیالے میں مجھے تلاش بسیار کے باوجود کوئی بھاٹ نہ مل سکا ۔ اس سے پہلے امرا اور سردار انہیں اکثر اپنے ہاں مدعو کرتے تھے بلکہ انہیں باقاعدہ وظائف بھی دیتے تھے، مگر اب وہ ان سے تعلق رکھنے میں عار محسوس کرتے ہیں ؛ لیکن اگر آپ انہیں دیکھتے ہی پہچان سکیں اور پہچان کر پکڑ سکیں تو یہ لوگ اب بھی آپ کو سینکڑوں کی تعداد میں مل سکتے ہیں ؛ اس لیے اب بھی ان سے کہانیوں کی بہت سی فصل اکٹھی کی جا سکتی ہے ۔

بھاٹوں کی بھی بہت سی قسمیں ہیں : ایک تو اصلی بھاٹ ہے جو مقامی سرداروں کے پاس رہتا ہے ؛ یہ لوک گیتوں کے علاوہ قومی اور رزمیہ گیت بھی سناتا ہے ، نیز اسے اس مقامی سردار کا جس کے پاس وہ رہتا ہے، شجرۂ نسب اور خاندانی تاریخ بھی ازبر ہوتی ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ وہ ان شجروں اور تاریخوں کو حالات کے مطابق تبدیل کرتا رہتا ہے جس کے باعث کئی نئے خوش حال خاندان اپنی موجودہ حیثیت کے مطابق شجرے حاصل کر لیتے ہیں ۔ یہ بھاٹ ہمیشہ معزز نہیں سمجھے جاتے بلکہ نچلے طبقے کے ان لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں جو بالعموم سربرآوردہ اور خوش حال اشخاص کے گرد جمع ہو جاتے ہیں ۔

دوسری قسم ان بھاٹوں کی ہے جو ہندوؤں کی مذہبی روایات یاد رکھتے ہیں اور اپنے طائفے کے ساتھ ''سوانگ'' بھرتے ہیں ؛ سوانگ ہم وزن اشعار میں منظوم نیم مذہبی ڈرامے ہوتے ہیں جنھیں بطور تمثیل بھی پیش کیا جاتا ہے اور گا کر بھی سنایا جاتا ہے؛ یہ بالعموم بہت زیادہ طویل ہوتے ہیں ۔ ان لوگوں کو مشہور تیوہاروں ، مثلاً موسم بہار میں ہولی اور موسم خزاں میں دسہرے کے موقع پر معاوضہ دے کر بلایا جاتا ہے ۔

تیسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے آپ کو کسی ہندو سادھو کے استھان یا مسلمان فقیر کے مزار کے ساتھ وابستہ کر لیتے ہیں اور عرسوں اور میلوں پر اپنے ممدوح یا اس کے سلسلے کے متعلق خاص قسم کی تعریفی حکایات گا کر سناتے ہیں۔ وہ اپنے سر پرست کے مقبرے یا استھان کے لیے خیرات ضرور جمع کرتے ہیں۔ پھر اس خیرات میں سے اپنے سرپرست کا حصہ الگ کر کے باقی ماندہ کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

چوتھی قسم مراثیوں کی ہے جو ناچنے والی عورتوں کے ساتھ پھرتے ہیں اور میلوں اور شادیوں وغیرہ پر روپے لے کر گاتے ہیں۔ انھیں بہترین قومی گیتوں سے غلیظ ترین گانوں تک ہر قسم کی چیزیں ازبر ہوتی ہیں اور بالعموم ان کی شہرت بہت خراب ہوتی ہے۔

ایک اور قسم ایسے لوگوں کی ہے جو پست اقوام کے میلوں اور بیاہوں شادیوں پر اسی طرح کے سوانگ بھرتے ہیں جیسے مندرجہ بالا برھمن اونچی ذات کے ہندوؤں کے سامنے بھرتے ہیں۔ اپنی عجیب و غریب یادداشت اور نظم و وزن کی معمولی سوجھ بوجھ کے ساتھ وہ بھی اپنے غریب سامعین کے سامنے کسی پیشہ ور بھاٹ سے سنی ہوئی کوئی کہانی یا اپنے فرقے کے مذہبی اعتقاد سے متعلق کوئی حکایت اکتا دینے والے طویل انداز میں اپنی اور سننے والوں کی زبان میں بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔

آخری قسم میں وہ خالص دیہاتی ہیں، بالخصوص پہاڑیعلاقوں کے، جنھیں شاعری اور گانے سے کچھ لگاؤ ہوتا ہے اور جو اپنے دوستوں اور قدر دانوں کے اجتماعوں میں بالکل مقامی کہانیاں سناتے ہیں۔ ان کہانیوں کی زبان ماہرین لسانیات کے لیے تو بہت کام کی ہوتی ہے مگر ہم جیسے لوک کہانیاں اکٹھی کرنے والوں کے لیے نری مصیبت بن جاتی ہے۔

بھاٹوں کی شکل و شباہت کے متعلق یہاں کچھ لکھنا بے فائدہ ہے کیوں کہ ان کے متعلق خواہ کتنی ہی تفصیل سے لکھا جائے، وہ ان سے ذاتی میل جول کا بدل نہیں ہو سکتا اور اس کے پڑھنے سے صرف وہی لوگ استفادہ کر سکتے ہیں جو خود اس قسم کی تحقیقات کرنا

چاہتے ہوں ، اور جو ایسی تحقیقات کریں گے ان کی اس قسم کے مختلف لوگوں سے ضرور ملاقات ہوگی ؛ اس لیے انہیں ایسی تحریر کا کچھ فائدہ نہیں ہوگا ۔ یہاں صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ میرا کسی بھاٹ کو گھیرنے کا طریقہ یہ تھا کہ میں ہر قسم کے تیوہاروں ، میلوں ، دعوتوں ، شادیوں اور مقبروں وغیرہ پر جہاں کہیں مجھے کسی بھاٹ سے ملنے کی اُمید ہوتی ، خود پہنچ جاتا اور پھر ان سے کسی طرح طے کر لیتا کہ وہ میرے لیے علیحدگی میں اپنا گیت گائیں یا سوانگ بھریں ۔ بسا اوقات میرے روبرو ایسے مقدمات پیش ہوتے جن کا تعلق ان جھگڑوں سے ہوتا جو میلوں وغیرہ کے موقعوں پر ہو جاتے ہیں ۔ اس صورت میں میں فریقین سے اس بھاٹ کا پتا چلا لیتا ، جس نے وہاں گیت سنایا تھا ۔ بھاٹ کو بلا کر میں اسے اس بات پر راضی کر لیتا کہ وہ میرے سامنے وہی گیت گائے ۔ اگر وہ کوئی پڑھا لکھا شخص ہوتا جس نے سوانگ بھرا تھا تو میں اس سے اس کا مسودہ عاریتاً مانگ لیتا ۔ موسم گرما میں بسا اوقات مجھے جوگی ، مراثی اور بھرائیں[1] راستے میں بھی مل جاتے اور میں ان سے وہیں بات چیت کر لیتا ۔ پھر کچھ وقت کے بعد جو کچھ انہیں معلوم ہوتا ، ان سے سن لیتا ۔ میرے پاس دیسی سرداروں اور امیروں کے ایلچی اور اہلکار بھی آتے رہتے تھے ، ان کو اس بارے میں اشارہ کر دینا بہت مفید ثابت ہوتا اور اس طرح بالعموم ایک سے زائد حکایات مل جاتیں کیوں کہ یہ سردار اور امرا بالعموم ہماری نظروں میں اپنی وقعت بڑھانے کے خواهش مند ہوتے تھے ۔ اسی طرح ہر قسم کے سفید و سیاہ لوگوں سے جو اس بارے میں کچھ کر سکتے تھے ، ذاتی ملاقاتیں کرنے یا انہیں خطوط لکھنے سے بھی خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے اور یہاں میں ان سب کی خوش اخلاق اور مہربانی کا اعتراف کرنا ضروری سمجھتا ہوں ۔

مگر جیسا کہ انگلستان کے پرانے زمانے کے باورچیوں کو پکانے سے پہلے اپنا خرگوش خود پکڑنا پڑتا تھا ، اسی طرح یہاں بھی اصل محنت کا کام بھاٹ مل جانے کے بعد شروع ہوتا تھا ۔ سب سے پہلے

---

۱ ۔ بھرائیں شیخ بھی مراثیوں اور بھاٹوں کی طرح ایک الگ گوت ہیں ۔ مترجم

اسے گانے پر تیار کرنا پڑتا ؛ یہ لوگ معاوضہ لے کر اپنا گانا سنانے پر رضامند ہو جاتے تھے ۔ ان میں لاکھ خامیاں سہی مگر یہ لالچی نہیں ہوتے ، البتہ یہ بھاٹ ، میراثی ، بھرائیں ، جوگی ، فقیر اور اس قسم کے باقی سب لوگ نشوں کے بہت دل دادہ ہوتے ہیں ۔ اگر انہیں تھوڑا سا تمباکو یا افیون اور معمولی کھانا ، جو اس دن کے لیے کافی ہو ، مل جائے تو یہ ایک یا دو روپے فی گیت کے حساب سے معاوضہ پا کر خوش ہو جاتے ہیں بلکہ بعد میں اپنے اور ساتھیوں کو بھی بھیج دیتے ہیں ۔ ایک ایسا شخص جس کی سنائی ہوئی کئی حکایات یہاں درج کی گئی ہیں ، اس وقت تک یہ کہانیاں سنانے پر رضامند نہ ہوا جب تک اس نے مجھ سے اتنی افیون نہ لے لی جو میری دانست میں ایک عام آدمی کو مار ڈالنے کےلیے کافی تھی ۔ اس طبقے کے نسبتاً معزز اشخاص، مثلاً سوانگ بھرنے والے برہمنوں یا پست اقوام کے مذہبی راہنماؤں کے لیے معمولی معاوضہ اور ایک تعریفی چٹھی کافی ہوتی ؛ یہ لوگ ایسی چٹھیوں پر عجیب و غریب اعتقاد رکھتے تھے اور انہیں پا کر بہت خوش ہوتے ۔ بسا اوقات خالی چٹھی ہی کافی ہوتی ۔ اگر یہ شخص کسی سردار کا آدمی ہوتا ، پھر اسے معاوضے کے ساتھ چٹھی دینا ضروری ہو جاتا تھا ۔

اب ہم ان کہانیوں کو قلم‌بند کرنے کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں ۔ ان کی بہت زیادہ تعداد میری اپنی نگرانی میں قلم‌بند کی گئی ہے مگر چند ایسی کہانیاں بھی ہیں جو مجھے دوسروں کی معرفت پہنچی ہیں ، ان اصحاب کی امداد کا اعتراف مناسب جگہ پر کر دیا گیا ہے ۔ ان کہانیوں کے مسودے میرے پاس مقامی زبانوں میں پہنچائے گئے ، انہیں مقامی لوگوں ہی نے قلم‌بند کیا تھا اور میرے پاس یہ باور کرنے کے لیے وجوہ موجود ہیں کہ یہ کہانیاں درست طور سے قلم‌بند کی گئی ہیں ۔ میرا اپنا طریق کار یہ تھا کہ جب ایک بار کوئی بھاٹ گیت گانا شروع کر دیتا تو جو وہ کہتا میں اسے لکھتا جاتا ، خواہ اس سے کوئی مطلب نکلتا یا نہ نکلتا ؛ اسے روکنا ، تاکہ وہ کسی بات کی وضاحت کرے ، کام خراب کر دیتا ہے ، اس طرح وہ گبھرا کر اشعار ہی بھول جاتا ہے ؛ کم از کم اسے دوبارہ آگے چلنے سے پہلے پھر پیچھے جانا پڑتا ہے اور اس طرح ہر بار بہت سا وقت

ضائع ہوتا ہے۔ ایک بھاٹ ایک وقت میں تین چار سو اشعار سنا لیتا ہے ، اس کے بعد اسے آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور اتنے اشعار ایک شخص ایک نشست میں بآسانی قلم‌بند کر سکتا ہے۔ جب وہ اشعار سنا لیتا، اس کے بعد میں اسے لکھا ہوا مسودہ سناتا اور اس وقت اس سے ان الفاظ یا عبارتوں کے مطالب پوچھتا جو مبہم اور بے معنی نظر آتے ، مگر یہ لوگ اس معاملے میں زیادہ مدد دینے سے قاصر ہوتے ہیں کیوں کہ عام طور سے یہ جاہل اور کم عقل ہوتے ہیں جنھوں نے صرف ان گیتوں کو رٹ لیا ہوتا ہے؛ زیادہ سے زیادہ ان سے بعض متروک الفاظ کے قدیم معانی معلوم ہو سکتے ہیں۔ میرے اپنے تجربے کے مطابق ان گیتوں کی عبارت کی کسی پیچیدہ گتھی کو سلجھانے کا یقینی طریق یہ ہے کہ اصل الفاظ کو نہ چھوڑا جائے اور ان کے لفظی معانی کو سامنے رکھا جائے ، ساتھ ہی بھاٹ کے روایتی طریق بیان کو نظر انداز نہ کیا جائے کیوں کہ ممکن ہے اس نے صحیح الفاظ ہی یاد رکھے ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق کار بہت کٹھن ہے اور اس کے لیے بہت سا وقت درکار ہے اور میرے جیسا سرکاری ملازم اتنا وقت کبھی بھی نہیں نکال سکتا ، اس لیے بعد میں مجھے اس طریق میں تبدیلی کرنی پڑی۔ میں نے اپنے منشیوں کو نہایت احتیاط سے اس کام کی تربیت دی ؛ کچھ تو یہ کام ویسے ہی مشکل تھا اور کچھ یہ دقت تھی کہ یہاں کے پڑھے لکھے لوگ جاہل گنواروں کی زبان کو ناپسند کرتے اور جہاں تک ہو سکے اسے تحریر میں لانے سے گریز کرتے تھے۔ اگر بہ مجبوری یہ کام کرنے پر تیار ہو بھی جاتے تو اس میں جگہ جگہ اصلاح کی خواہش کو روکنا ان کے لیے بہت مشکل ہو جاتا تھا ، بعض دفعہ ان کی طبیعت کا یہ میلان میرے لیے سخت صبر آزما ہوتا۔

ایک اور مشکل در مشکل یہ تھی کہ عام ہندوستانی ذہن میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ وہ مشکلات کو حل کرنے کی بجائے انھیں چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ پہلے میں سارا کام اپنی ذاتی نگرانی میں کراتا تھا لیکن بعد میں جب مجھے یقیناً ہو گیا کہ اب منشیوں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے تو میں نے اس طریق کار کو اس طرح بدل دیا کہ پہلے منشی بھاٹ کی بیان کردہ کہانی کو جلدی سے لفظ بلفظ لکھ لیتا ، پھر اس کی خوش خط نقل کرتا ، پھر اسے بھاٹ کو سناتا اور اس

طرح اس کی تصحیح کرتا اور اس سے بعض حصوں کی وضاحت کراتا اور پھر ان وضاحتی بیانات کو حاشیے پر لکھ لیتا ۔ پھر میں خود اسے رومن حروف میں لکھ کر اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کرتا ، پھر یہ رومن عبارت اور ترجمہ وہ منشی پڑھتا جس نے کہانی سنی ہوتی ؛ اس کے بعد میں اس منشی کے ساتھ بیٹھ کر رومن عبارت اور ترجمے دونوں پر نظر ثانی کرتا ۔

اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں اپنے منہ میاں مٹھو بننا چاہتا ہوں ؛ چونکہ یہ کتاب ایسے حقائق پر مبنی ہے جن کی تصدیق نہیں کی جا سکتی اس لیے میرا یہ فرض تھا کہ میں یہاں وضاحت سے بیان کر دوں کہ میں کس بنا پر ان کہانیوں کی صحت کا دعویٰ رکھتا ہوں ۔ کہانیاں حاصل کرنے کا طریق میں نے اس لیے یہاں پر بیان کر دیا ہے ، کیوں کہ کئی لوگ جو اسی ضمن میں کام کرنے کے خواہاں ہیں ، مجھ سے اس بارے میں بارہا استفسار کر چکے ہیں ؛ اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے یہاں وضاحت سے بیان کر دوں ، خواہ مجھ پر اپنی تعریف آپ کرنے کا الزام ہی کیوں نہ لگ جائے ۔

ان حکایات کے تاریخی پہلو کے متعلق کچھ بیان کرنے کا نہ یہ موقع ہے نہ وقت ، اور ہندوستان میں مناسب لائبریریاں نہ ہونے کے باعث ـــــ اور یہ یہاں کی اہم ضرورت ہے ـــــ ان حکایات کے عام لوک کہانیوں سے تعلقات کے متعلق تحقیقات کو بھی مناسب طریق سے ہاتھ میں نہیں لیا جا سکتا ۔ یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ کہانیاں عام جدید انداز کی حقیقی لوک کہانیاں ہیں اور اس مقصد کے لیے ہم ان کا آج کل کی لوک کہانیوں کے چار بڑے مجموعوں سے موازنہ کر سکتے ہیں ۔ ان مجموعوں کے نام ''قدیم ایام دکن'' ، ''پریوں کی ہندوستانی کہانیاں'' ، ''بنگال کی لوک کہانیاں'' اور ''جاگتے کی کہانیاں'' ہیں[1] ۔ یہ چار کتابیں ہندوستان کی آریائی آبادی کے تقریباً

---

1. Old Deccan Days, Indian Fairy Tales, Folktales of Bengal, Wide-awake Stories.

اس وقت تک مسٹر سونرٹن کی ''راجا رسالو'' کا اشتہار نکل چکا تھا مگر وہ چھپی نہیں تھی ۔ مرتب

تمام علاقوں کی کہانیوں پر مشتمل ہیں اور ان میں کہانیوں کی مجموعی تعداد ۱۲۰ سے زائد ہے؛ اس لیے یہ موازنے کا مقصد بطریق احسن پورا کرتی ہیں۔ یہاں یہ بیان کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ اس کام کی ضروریات کے پیش نظر ان حکایات کو کسی باقاعدہ ترتیب کے مطابق قلم بند نہیں کیا جا سکا۔ حکایت نمبر ۱ ''راجا رسالو کے کارنامے''، نمبر ۹ ''رانی ادھیک انوپ دیئی'' اور نمبر ۱۰ ''سیلا دیئی'' بہادرانہ کہانیوں میں آتی ہیں اور انھیں بآسانی ''رسالو مجموعہ'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ حکایت نمبر ۱۵ ''سفیدوں کی کہانی'' اور نمبر ۱۶ ''رانی نول دیئی'' بھی بہادرانہ کہانیوں ہی میں آتی ہیں مگر قدیم ادب کے لحاظ سے ان کا تعلق ''مہابھارت یا پانڈو مجموعہ'' سے نظر آتا ہے۔ حکایت نمبر ۶ ''گورو گگا کی کہانی'' بھی اسی نوعیت سے تعلق رکھتی ہے مگر اس کا مقام بہادرانہ اور مقدس کہانیوں کے بین بین ہے۔ حکایات نمبر ۲، ۳، ۴، ۵، ۷، ۸ اور ۱۷ خالصتاً مقدس کہانیاں ہیں؛ ان میں سے نمبر ۲ ''سخی سرور اور رانی'' نمبر ۴ ''سخی سرور کے متعلق تین قطعے'' اور نمبر ۷ اور ۸ ''عیسا لی بنیے کا گیت'' کو بآسانی ''سخی سرور مجموعہ'' کی کہانیاں کہا جا سکتا ہے۔ نمبر ۳ ''دھنا بھگت''، نمبر ۵ ''غازی سالار کی شادی'' اور نمبر ۱۷ ''لال بیگ کا شجرۂ نسب'' مختلف مذہبی شخصیتوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ نمبر ۱۱ سے ۱۴ تک، جن میں ''سرسور کا راجا ماھی پرکاش''، ''سوھنی کا سردار سیاما'' ''نیگی بہادر'' اور ''چوڑا کا بہادر سردار مدنا'' شامل ہیں، مقامی بہادرانہ کہانیوں میں آتی ہیں۔

ان حکایات سے لوک کہانی اخذ کرنے کے لیے سب سے پہلے کرداروں کو دیکھنا ضروری ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کہانیوں میں بہادر شخصیتیں اور ان کے ساتھی، راکھشس یا دیو، ناگ، مقدس شخصیتیں، فقیر، جوگی، کٹنیاں یا چالاک عورتیں اسی طرح پائی جاتی ہیں جیسے یہ ہندوستان میں ہرجگہ اور ہر قسم کی لوک کہانیوں میں ملتے ہیں؛ چنانچہ پہلی حکایت میں راجا رسالو تین ساتھیوں کے ساتھ، جن میں سے دو انسان اور ایک جانور ہے، قسمت آزمائی کے لیے نکلتا ہے۔ جیسے ''بنگالی لوک کہانیوں'' میں وزیر اعظم، کوتوال اور شہر کے متمول ترین سوداگر کے بیٹے اکھٹے نکلتے ہیں اور جیسے

''جاگتے کی کہانیوں'' میں ہیرو اور اس کے تین ساتھی۔۔۔چاقو تیز کرنے والا ، لوہار اور بڑھئی۔۔۔اکٹھے نکلتے ہیں ۔ راجا رسالو کے ساتھی سنار ، بڑھئی اور طوطا ہیں اور ان میں سے طوطا آخر تک اس کا ساتھ دیتا ہے ۔ تمام لوک کہانیوں میں انسانوں سے جانوروں کا ساتھ اس مفروضے پر ہوتا ہے کہ جانور بات کر سکتے ہیں ؛ چنانچہ ان تمام حکایات میں جہاں کہیں جانور بطور ساتھی آئے ہیں ، وہ ہمیشہ انسانوں کی طرح باتیں کرتے نظر آتے ہیں ۔ اسی کہانی میں آگے چل کر راجا رسالو طوطا اور مینا کو اپنی بے وفا رانی کے رکھوالوں کے طور پر چھوڑ جاتا ہے ؛ مینا نادان دوست کا کردار ادا کرتی ہے اور رانی سے براہ راست الجھ پڑتی ہے اور ماری جاتی ہے مگر طوطا ایک تدبیر سے رانی سے بچ نکلتا ہے اور اڑ کر رسالو کو رانی کی عیاشیوں کی اطلاع دیتا ہے۔ جیسے ''قدیم ایام دکن'' میں ہیرو کا ساتھی اس کے ساتھ اسی دن اور اسی گھڑی پیدا ہوتا ہے اسی طرح یہاں راجا رسالو کا پسندیدہ گھوڑا اور وفادار ساتھی بھی اس کے ساتھ اسی مقام پر اور اسی وقت میں پیدا ہوتا ہے ، اور جب ایک راجا اپنے دشمن کے ساتھ جوا کھیلتے وقت سخت مشکل میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس کا یہی گھوڑا اسے اس مشکل سے بچنے کی راہ بتاتا ہے مگر یہ ''فوق الفطرت مدد'' کی صورت ہے ، جس کے متعلق آگے قدرے وضاحت سے لکھا جائے گا ۔ راجا رسالو کا ایک بڑا کارنامہ اس کا راکھشسوں پر فتح یاب ہونا ہے ۔ یہ راکھشس اپنی شکل و شباہت ، عادات و اطوار اور کاموں سے دیگر ہندوستانی لوک کہانیوں کے راکھشسوں سے کسی طرح مختلف نہیں ہیں اور اس لحاظ سے بھی یہ کہانی ''جاگتے کی کہانیوں''، ''بنگال کی لوک کہانیوں'' اور ''پریوں کی ہندوستانی کہانیوں'' میں بیان کردہ حکایات سے ملتی جلتی ہے ۔ ان میں بالکل معمولی سا اختلاف پایا جاتا ہے ؛ اصل کہانی جو ہر جگہ پائی جاتی ہے ، یہ ہے کہ دیو ایک شہر کا ایک آدمی روزانہ کھاتا ہے اور ساٹھ روٹیاں اور بکرا بھی۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ روٹیاں کہیں روٹیوں کا ٹوکرا ہو جاتی ہیں اور بکرا بھینس بن جاتا ہے ؛ ایک دن ایک بوڑھی عورت کی باری آ جاتی ہے کہ وہ دیو کی خوراک بننے کے لیے جائے ، ہیرو اس کی جگہ اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور پھر دیو کو مار ڈالتا ہے ۔ یہی کہانی

یوں بھی بیان کی جاتی ہے کہ سات دوست قسمت آزمائی کے لیے نکلتے ہیں اور دیونی ان میں سے ایک کو روزانہ کھا جاتی ، یہاں تک کہ ہیرو کی باری آ جاتی ہے ، پھر وہ اس دیونی کو مار ڈالتا ہے۔ بنیادی لحاظ سے یہی راجا رسالو کی کہانی ہے ؛ اس کہانی کا آغاز سوتیلی ماں کی دشمنی سے ہوتا ہے ۔ یہ موضوع بھی ہندوستانی لوک کہانیوں میں عام طور سے پایا جاتا ہے ؛ اگرچہ اوپر جن مجموعۂ حکایات کا ذکر ہو چکا ہے ، ان میں کوئی ایسی کہانی نہیں دی گئی مگر اس کا باعث یہ ہے کہ یہ مجموعے بچوں کے لیے اکٹھے کیے گئے ہیں ؛ اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ ان علاقوں میں جن سے وہ کہانیاں متعلق ہیں ، یہ موضوع نایاب ہے ۔ یہاں اصل کہانی یہ ہوتی ہے کہ ہیرو کا باپ کسی نوجوان لڑکی سے شادی کر لیتا ہے جو اپنے سوتیلے بیٹے کے عشق میں مبتلا ہو جاتی ہے ، ہیرو اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کرتا ہے تو وہ اس کے خلاف ہو جاتی ہے ۔ یورپ میں شاید ایسی کہانی ناقابل یقین تصور ہو مگر یہاں ہندوستان میں ایسا نہیں ، کیوں کہ یہاں راجے مختلف وجوہ کی بنا پر ، جن میں سے زیادہ سیاسی ہوتی تھیں ، آخر عمر تک شادیاں کرتے رہتے تھے اور ان کی بعد کی بیویاں بالعموم نوجوان لڑکیاں ہوتی تھیں جو اپنے خاوندوں میں کوئی دلچسپی نہ رکھتی تھیں ، اس لیے وہ اپنے خاوند کے خاندان کے نوجوان افراد کے لیے مصیبت کا باعث بن جاتی تھیں ۔ بہت سی کہانیوں میں ان سوتیلی ماؤں کا ذکر آتا ہے اور یہ عموماً ہیرو یا ہیروئن کی دشمن ہوتی ہیں ؛ کبھی تو یہ شادیاں پہلی بیوی کی موجودگی میں کی جاتی ہیں اور کبھی اس کی موت کے بعد ۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مجھے ایسی دوسری قسم کی کہانیوں میں ترجمہ کرنے والوں کے عیسائی عقائد کا کچھ اثر بھی نظر آتا ہے ۔

ہندوستانی لوک کہانیوں میں سانپ عام ملتا ہے اور یہ قدرتی امر ہے کیوں کہ ہندوستان کی آرین تاریخ سے قدیم ناگ اقوام کا بہت تعلق پایا جاتا ہے ؛ غالباً بعد میں ناگ اقوام[1] صرف ناگ رہ گئیں ۔ یہاں 'راجا رسالو'، 'گورو گگا' اور 'نول دیئی' کی کہانیوں میں ناگ کا

---

۱ ۔ آج بھی ہندوستان ناگاؤں کے خلاف مصروف پیکار ہے ۔ مترجم

ذکر آتا ہے اور ہر جگہ اس کے وہی خصائص دکھائے گئے ہیں کہ وہ انسان کو مار بھی سکتا ہے اور زندہ بھی کر سکتا ہے ، اپنی کایا پلٹ سکتا ہے . ہوا میں اڑ سکتا ہے اور اپنے سانس سے دوسروں کو جھلس سکتا ہے ۔ سفیدوں کی کہانی سے ان ناگوں کا انسان ہونا صاف ظاہر ہے ؛ پنجاب میں آج تک کوڑھ پائے جانے کی وجہ ناگوں کے راجا باسک کا اپنی قسم توڑنا بیان کی گئی ہے ۔ مشرق کی بہت سی کہانیاں مقدس جذبات سے تعلق رکھتی ہیں ؛ ہندوستان میں روحانی بزرگ اور مقدس آدمی آج بھی ایک طاقت ہیں اور کرامات روزمرہ کے واقعات کی طرح ہمارے ارد گرد واقع ہوتی رہتی ہیں ؛ یہاں کرامات کوئی حیران کن چیز نہیں ۔ میں نے خود ایک ایسے شخص سے بات کی ہے جسے پورا یقین تھا کہ اس کا باپ مرنے کے بعد زندہ کر دیا گیا تھا اور یہ واقعہ ملک کے اس حصے میں عام طور سے مشہور ہے ۔ اسی لیے ان کہانیوں میں اکثر صاحب کرامات لوگ ملتے ہیں اور وہ ان سب مجموعوں میں نظر آتے ہیں جن کا اوپر تذکرہ ہو چکا ہے ؛ وہ ہر قسم کی کرامتیں دکھا سکتے ہیں اور اگر کوئی ان سے عرض کرے تو دکھاتے بھی ہیں ۔ یہ کرامتیں ناشتے کے لیے گڑ کی بھیلی مہیا کرنے سے لے کر مردوں کو زندہ کر دینے تک ہوتی ہیں ۔ ان حکایات میں جن خاص کرامات کا ذکر ہے ، وہ یہ ہیں : ایک مردہ بچے کو زندہ کر دینا ، ایک مردہ گھوڑے کو زندہ کر دینا ، ایک اونٹ کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ ٹھیک کر دینا ، ایک اندھے کی بینائی درست کر دینا ، ایک مخنث کو پورا مرد بنا دینا اور ایک کوڑھی کو صحیح و سلامت کر دینا ۔ یہ سب کرامات سخی سرور سے منسوب ہیں ؛ گورو گگا اپنی ماں کے پیٹ میں سے بات کرتا ہے ، نام دیو ایک مردہ بچھڑے کو زندہ کر دیتا ہے اور دھنا بھگت کے لیے پتھر زندہ ہو جاتا ہے ۔

ابھی کٹنیوں کا ذکر باقی ہے ۔ اس ملک کی لوک کہانیوں میں بالعموم کٹنیوں سے ہیروئن کو اس کے دشمن کے لیے بہلا پھسلا کر لانے کا کام لیا جاتا ہے ۔ اگرچہ بعض جگہ وہ بطور بری سوتیلی ماں یا بدکردار بیوی کی معاون کے بھی پیش کی جاتی ہیں مگر یہ ہیرو یا ہیروئن کی ہمیشہ دشمن ہوتی ہیں ؛ ان کا طریق کار حسب معمول

شیطانی ہوتا ہے ، وہ بری قسم کے فوق الفطرت کام بھی سر انجام دے سکتی ہیں اور دوسروں کی ہیئت تبدیل کرنے کی غیر محدود طاقت بھی رکھتی ہیں ؛ وہ زمین پر سے ہر ایک چیز ڈھونڈ سکتی ہیں ، آسمان میں سوراخ کر سکتی ہیں اور اسے بند بھی کر سکتی ہیں ؛ مردوں کو زندہ کر سکتی ہیں، آگ پر پانی پھینک سکتی ہیں ، پتھروں کو موم بنا سکتی ہیں وغیرہ وغیرہ ۔ انہیں ہر جگہ مختلف صورت میں پیش کیا جاتا ہے ؛ کہیں بڑھیا ، کہیں نوجوان خوبصورت لڑکی ، کہیں سفید ہرنی یا کوئی اور جانور جو وہ بننا چاہیں ؛ وہ برے طریق سے اپنا مقصد حاصل کرتی ہیں ؛ بالخصوص شیطانی چال بازی سے اور بالعموم ہمیشہ کامیاب رہتی ہیں ۔ یہاں صرف سیلا دیبی کی حکایت میں ان کا مذکور ہے جہاں انہیں ہیروئن کو پھسلانے کے لیے بھیجا جاتا ہے مگر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتی ہیں ، اگرچہ وہ اپنے سارے حربے آزماتی ہیں ۔

کہانی کے کردار مقرر کر لینے کے بعد پھر اسے چلانے کا کام سامنے آتا ہے ۔ سب سے زیادہ عام مقصد قسمت آزمائی ہے ۔ کئی ایک مختلف وجوہ کی بنا پر جن کا اصل کہانی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور جو محض تمہیدی واقعات ہوتے ہیں ، دنیا بھر کی لوک کہانیوں میں ہیرو یا ہیروئن گھر سے قسمت آزمائی کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں ، بعض جگہ اکیلے اور بعض جگہ اوپر بیان کردہ ساتھیوں کے ساتھ ؛ راجا رسالو کی مثال ہمارے سامنے ہے جو ایک سنار ، ایک بڑھئی اور ایک طوطے کے ساتھ یوں ہی نکل کھڑا ہوتا ہے اور صرف قسمت آزمائی ہی کے پردے میں اس کے مختلف کارناموں کا ، جو در اصل مختلف کہانیاں ہیں ، ایک دوسرے سے ربط قائم رکھا گیا ہے ۔

دوسرا عام طریق خواب کا ہے اور اس مقصد کے لیے انتباہی خواب بھی ہوتے ہیں اور پیش گویانہ خواب بھی ۔ مثلاً ”رانی ادھیک انوپ دیئی“ میں راجا رسالو اپنی ہونے والی دلہن کو خواب میں دیکھتا ہے اور اس طرح کہانی خوش اسلوبی سے شروع ہو جاتی ہے کیوں کہ آخر اسے ڈھونڈنا ضروری ہے ۔ بسا اوقات خواب کے اثرات بھی کہانی یا اس کے کسی اہم واقعے کا سبب بن جاتے ہیں ، اور وہ اس طرح کہ ہیرو ایک خواب دیکھتا ہے اور پھر اس سلسلے میں

کوشش کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتا ہے ؛ یہ کوشش اسے خطرناک مشکلات میں پھنسا دیتی ہے جہاں سے بالآخر وہ بچ نکلتا ہے ۔ ''قدیم آیام دکن'' میں بالعموم ایسا ہوتا ہے ، یہاں ''نول دیئی'' کی حکایت بھی اسی ڈھانچے کے مطابق چلتی ہے ۔

ایک اور طریق جو ہر جگہ رائج ہے ، کسی شخص کو جو کہیں دور گیا ہوا ہے ، واپس بلانے کا ہے ۔ اس مقصد کے لیے مختلف طریقے استعمال کیے جاتے ہیں جن میں سے مشہور حسب ذیل ہیں :۔

(۱) کوئی سحر زدہ چیز ، مثلاً پنکھا ، گھنٹی ، پھول ، کسی جانور کی چونچ میں سوئی ، ڈھول ، گھوڑا ، پانی میں تیرتا ہوا پھول ، بانسری یا انگوٹھی ۔

(۲) گلی کوچوں میں آواز دینا یا کرتب دکھانا ، جیسے فلاں ہیرو یا ہیروئن کسی بھی مد مقابل سے پانسا کھیلیں گے یا وہ حاذق طبیب ہیں یا وہ موٹے بیر یا بیری کی لکڑی بہت زیادہ قیمت پر فروخت کرتے ہیں ۔

(۳) کسی ایسے مشکل کام کو کرنے کے لیے تیار ہو جانا جس کے لیے کوئی تیار نہ ہوتا ہو، یا کوئی ناقابل فہم فرمائش کرنے کے لیے کہنا ، جیسے 'صبر' یا 'زندگی کے صندوقچے' یا 'رام' کی دریافت ۔

ان کے علاوہ اور بھی کئی طریقے ہیں ؛ راجا رسالو اپنے کارناموں میں راجا سرکپ سے اپنے سر کی بازی لگا کر چوپڑ کھیلنا منظور کر لیتا ہے اور جیت جاتا ہے ؛ گورو گگا کی کہانی میں تاتیگ ناگ ہیروئن کو زہر سے مار کر خود ہی طبیب کی صورت میں ظاہر ہو کر اسے صحیح و سالم کر دینے کا وعدہ کرتا ہے اور اسے صحیح و سالم کر دیتا ہے ۔

لوک کہانیوں کی بناوٹ میں ایک اور اہم عنصر عارضی موت ہے اور لاتعداد کہانیاں اسی تصور پر مبنی ہیں ۔ ان میں پہلے ہیرو یا دوسرے کرداروں کی موت واقع ہو جاتی ہے، پھر انھیں زندہ کر دیا جاتا ہے اور انھیں مارنے اور زندہ کرنے کے واقعات سے پوری کہانی بن جاتی ہے ۔ اس طریق سے ہیرو اور ہیروئن سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، یا کوئی سوئی ہوئی حسینہ جس کے بارے میں نیند واقعتاً موت کی

بہن ثابت ہوتی ہے ۔ ان کہانیوں میں دوبارہ زندہ ہونے کے طریقے مختلف ہیں اور بار بار پیش آتے ہیں ۔ کئی جگہ مردے کی ہڈیاں یا راکھ اکٹھی کر کے اس کا بت بنا لیا جاتا ہے اور پھر اس میں جان ڈال دی جاتی ہے ؛ یہ طریقہ ''پریوں کی ہندوستانی کہانیوں'' ، ''جاگتیے کی کہانیوں'' اور ''بنگال کی لوک کہانیوں'' میں عام ملتا ہے ۔ بعض جگہ اسے موت کے بعد اور زندگی مل جاتی ہے جیسے ''پریوں کی ہندوستانی کہانیوں'' میں ہے ؛ کسی جگہ مارنے والے ہی کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ مردے کو زندہ کرے ، ''جاگتیے کی کہانیوں'' اور ''حکایات پنجاب'' (راجا رسالو اور نول دیئی) دونوں میں سانپوں کو ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا ہے ۔ ایک اور طریقہ بزرگوں کی کرامات سے مردوں کا زندہ ہو جانا ہے، جس کی مثالیں اس کتاب میں بہ کثرت ملتی ہیں۔ اس سلسلے میں ایک عجیب طریقہ خون کے ذریعے دوبارہ زندہ کرنا یا مرض سے نجات دلانا ہے اور اس کے لیے بالعموم چھنگلی کا خون استعمال کیا جاتا ہے جس کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس میں جان بخش قوت موجود ہے، اور یہ تخیل تمام ہندوستان کی لوک کہانیوں میں ملتا ہے ؛ یہاں سیلا دیئی کی کہانی میں یہ چیز ملتی ہے ۔ عارضی موت کے تخیل کا لازمہ یہ اعتقاد ہے کہ کسی شخص کی جان اس کے بدن سے باہر کسی اور چیز میں ہے اور وہاں تک پہنچنا دشوار ہے ؛ اگر اس چیز کو جس میں کسی شخص کی جان ہے ، نقصان پہنچ جائے یا وہ مر جائے تو اس شخص کو بھی نقصان پہنچ جاتا ہے یا وہ مر جاتا ہے لیکن اگر اس چیز کو دوبارہ اس کی پہلی صورت میں لے آیا جائے تو وہ شخص دوبارہ تندرست یا زندہ ہو جاتا ہے ؛ یہ روح کسی چیز میں ہو سکتی ہے۔ اگر وہ کسی پرندے میں ہو تو جب اس شخص کو کوئی خطرہ درپیش ہوگا ، وہ پرندہ مضمحل ہو جائےگا ، اگر اس کا بازو جاتا رہےگا تو ساتھ ہی پرندے کا پنکھ بھی جائےگا، اسی طرح اس کی ٹانگ کے ساتھ پرندے کی ٹانگ، اس کی جلد کے ساتھ پرندے کے پر جائیں گے اور اس کی موت کے ساتھ پرندے کی بھی موت واقع ہو جائے گی ۔

یہ جان تلوار میں بھی ہو سکتی ہے ؛ جب انسان کو خطرہ ہوتا ہے ، یہ تلوار زنگ آلود ہو جاتی ہے ، جب وہ مر جاتا ہے ، تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے ۔ دوسری طرف اگر تلوار کے ٹکڑوں کو جوڑ

دیا جائے تو وہ شخص زندہ ہو جاتا ہے ، اگر اس کا زنگ دور کر دیا جائے تو وہ صحت مند ہو جاتا ہے ۔ یہ خیال تمام مجموعوں میں ملتا ہے مگر ''حکایات پنجاب'' میں یہ تخیل ایک دلچسپ رسم کی صورت میں نظر آتا ہے ۔ جب راجا رسالو راجا سرکپ سے دلھن جیت لیتا ہے تو اسے ایک نومولود لڑکی اور ایک آم کا درخت دیا جاتا ہے ۔ وہ درخت بارہ برس کے بعد پھولنے والا ہوتا ہے ؛ راجا رسالو سے کہا جاتا ہے کہ جب یہ درخت پھولے گا اس وقت وہ لڑکی اس کی بیوی ہو جائے گی ۔ ظاہر ہے کہ یہاں اس درخت کے ساتھ اس لڑکی کی زندگی وابستہ دکھائی گئی ہے ۔

اب صرف ایک چیز کا تذکرہ باقی ہے ۔ تمام دنیا میں تہمت‌زدہ بیویوں کے حادثات پیش آتے رہتے ہیں ؛ لوک کہانیوں میں یہ تہمت ہیرو ، ہیروئن ، بیوی ، دائی ، نند ، سوکن ، یا خاوند کسی کی طرف سے حسد کے باعث لگائی جاتی ہے۔ ان حکایات میں سے ایک، یعنی ''راجا رسالو کے کارناموں'' میں اس کا بڑا بھائی اور گورو گگا کی کہانی میں اس کی ماں اس تہمت کے شکار ہوتے ہیں ۔

اب ہم ان معاملات کی طرف آتے ہیں جو کہانی کی رفتار پر اثر انداز ہوتے ہیں ۔ یہ تمام کہانیاں ایک ہی اصول کے مطابق چلتی ہیں ؛ پہلے کردار جمع کیے جاتے ہیں ، پھر وہ زندگی کے کام کاج شروع کرتے ہیں ، پھر وہ مشکلات میں پڑ جاتے ہیں اور پھر انھیں وہاں سے نکالا جاتا ہے ۔ انگیٹھی کے پاس بیٹھی بوڑھی دادی اماں سے لے کر دنیا کے کامیاب‌ترین ناول‌نویس تک غیرمحسوس‌طور پر سب کے ایک ہی اصول مدنظر رہتا ہے : اگر کرداروں کو مشکلات پیش نہیں آئیں گی تو کہانی نہ بن سکے گی مگر لوک کہانیوں کا اپنے کرداروں کو مشکلات میں ڈالنے اور انھیں وہاں سے نکالنے کا اپنا طریقہ ہے ۔ انھیں مشکلات میں سے نکالنے کا سب سے عام طریقہ کسی مافوق‌الفطرت ہستی ، کسی دیوی یا دیوتا یا گورو یا پیر کی امداد ہے ۔

سیلا دیئی کی کہانی میں مہادیو صرف ایک بار براہ راست دخل انداز ہوتا ہے ۔ جب سارے کردار بیک وقت مر جاتے ہیں تو انھیں زندہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے تا کہ کہانی کا انجام المناک نہ ہو

بلکہ اس کا اختتام خوشی کے واقعات سے ہو اور ان کہانیوں میں طربناک انجام ضروری ہے ۔ نول دیئی کی کہانی میں بھی دیوتا نظر آتے ہیں مگر یہاں وہ تقریباً عام انسانوں ہی کی طرح پیش کیے گئے ہیں ، انہیں غیر معمولی قوتوں کا حامل نہیں دکھایا گیا ۔ بسا اوقات یہ مافوق‌الفطرت ہستی کوئی بولنے والا جانور ہوتا ہے جو خوش قسمتی کے راستے کی طرف ہیرو کی راہ نمائی کرتا ہے ، اسے خطرے سے خبردار کرتا ہے ، اس کے لیے حالات کی وضاحت کرتا ہے ، کرداروں کو ان کی خدمات کا صلہ حاصل کرنے میں مدد پہنچاتا ہے اور کہانی کو آگے چلانے کے لیے کئی دوسرے ضروری امور سر انجام دیتا ہے ۔ ان کہانیوں میں راجا رسالو اس مقصد کے لیے بالعموم طوطے کو کام میں لاتا ہے مگر کہیں کہیں سانپ ، جھاڑ چوہا اور بینڈا بھی آ جاتے ہیں ۔ دوسرے مجموعوں میں ہر قسم کے جانوروں سے یہ کام لیا گیا ہے مثلاً شیر ، طوطے ، مگرمچھ ، مور ، گیدڑ ، اونٹ ، چوہے ، بلیوں اور سانپ وغیرہ سے ۔ بولنے والا پودا بھی بآسانی بولنے والے جانور کی جگہ لے سکتا ہے ؛ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ضرورت کے وقت آم کا درخت ، کیلے ، پیپل اور باقی سب درخت بھی کام آ جاتے ہیں ، یہاں تک کہ پلنگ کے پائے (''پریوں کی ہندوستانی کہانیاں'') اور دریا اور آگ ، (''جاگتے کی کہانیاں'') بھی مدد کو پہنچ جاتے ہیں ۔ اسی طرح بال بھی مافوق‌الفطرت مدد دے جاتے ہیں ؛ انسانی بال ہوں تو بہتر ورنہ کوئی بھی بال یہ کام دے سکتے ہیں ؛ غالباً اس کا تعلق دنیا بھر کے اس مقبول تصور سے ہے کہ بالوں میں غیر معمولی اوصاف پائے جاتے ہیں، جیسے سمپسن اور دلیلہ کی کہانی سے ظاہر ہے ۔ بالعموم ہیرو کو بال دے کر یہ کہ دیا جاتا ہے کہ جب اسے کوئی مشکل پیش آئے وہ انہیں جلا دے ؛ ''جاگتے کی کہانیوں'' میں یہ بونے کی ڈاڑھی کا بال ہے اور ان کہانیوں میں بینڈے کی مونچھ کا بال ۔ ان کہانیوں میں‌بال اور بھی کئی بڑے بڑے کام کرتے ہیں مثلاً درختوں کو کاٹ دیتے ہیں ، جنگلوں اور دشمنوں کو جلا دیتے ہیں ، ہیروئن کو کئی بار دشمنوں کے نرغے‌میں لے‌جاتے ہیں ۔ اسی‌طرح بعض جگہ یہ غیر معمولی مدد جہاز کی صورت میں نمودار ہوتی ہے جو بروقت آ کر ہیرو کو لے جاتا ہے ۔

کہانی کو آگے چلانے کے لیے چالاکیاں بھی بہت مفید ثابت ہوتی

ہیں اور ان حکایات میں ان سے اکثر کام لیا جاتا ہے ۔ دیباچے میں جس اختصار کی توقع کی جاتی ہے ، یہاں اس کے مطابق ان کی اقسام پر روشنی ڈالنا یا ان کا تذکرہ کرنا ممکن نہیں ، صرف اتنا کہ دینا کافی ہے کہ ان میں ظریفانہ چالاکیاں بھی ہیں ، شیطانی بھی اور فریب بھی ، یہاں تک کہ صاف جھوٹ بھی ؛ سیلا دیئی جو آنے والی نسلوں کے سامنے ایک عفت مآب اور ہمہ صفت موصوف خاتون کے طور پر پیش کی گئی ہے ، ایک جگہ بالکل صاف جھوٹ بول جاتی ہے ۔

ان لوک کہانیوں کے کردار آنے جانے کے لیے تین قسم کے ذرائع استعمال کرتے ہیں ؛ مافوق الفطرت سواریوں کے ذریعے کایا پلٹ کر جانا اور بھیس بدل کر جانا ۔ بسا اوقات ہر چیز کو خواہ وہ کسی نوعیت کی ہو، بطور سواری استعمال کر لیا جاتا ہے اور وقتی طور پر اسے وہ قوت دے دی جاتی ہے جس کی وہاں ضرورت ہوتی ہے ، یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ فوراً پہنچا دینے کی قوت ؛ اسی طرح جانوروں میں سنہری ہرن ، عقاب ، طوطا ، سانپ ، مچھلی ، مگرمچھ ، اونٹ، پروں والا یا بغیر پروں کے گھوڑا ، غرضیکہ ہر جانور استعمال کر لیا جاتا ہے ۔

اسی طرح کاغذ کی کشتی ، بستر ، پالکی ، غبارہ ، لاٹھی ، رسی ، مرہم کا صندوقچہ وغیرہ چیزوں سے یہ کام لے لیا جاتا ہے، جیسے مغربی ممالک میں جادو گرنیوں کی جھاڑو کے ساتھ اور بہت سی چیزوں کی یاد وابستہ ہے ۔ بسا اوقات سواری کو بالکل الگ کر دیا جاتا ہے اور کردار ہوا میں اڑنا شروع کر دیتے ہیں ، سیلا دیئی کی کہانی میں گورو گورکھ ناتھ اپنے عقیدت مندوں کی مدد کے لیے اسی طرح جاتے ہیں ۔

ہندوستان کی کہانیوں میں کایا پلٹنا بھی اہم حصہ لیتا ہے اور یہاں کایا پلٹنے کے واقعات بار بار پیش آتے ہیں اور ایسا ہونا تعجب کی بات نہیں کیوں کہ یہاں کی نصف سے زیادہ آبادی یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ موت کے بعد انسان کی روح کا کسی اور جانور کے بدن میں چلا جانا مناسب اور قدرتی عمل ہے اور ان کی اپنی روح بھی مدت مدید سے اسی طرح کرتی آئی ہے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ لوک کہانیوں میں عجیب و غریب قسم کے کایا پلٹنے کے واقعات لائے جاتے

ہیں ۔ مثلاً مردوں کی روح زندوں کے بدن میں آ جاتی ہے ، مردوں کی روح بے جان چیزوں میں داخل ہو جاتی ہے، دیوتا جان دار اور بے جان چیزوں میں آ جاتے ہیں ؛ اسی طرح مافوق الفطرت چیزیں مثلاً دیو ، فرشتے ، جن ، چڑیلیں ، بونے ، پریاں اور بھوت وغیرہ بھی جان داروں یا بے جانوں کے بدن میں گھس آتے ہیں ؛ جان دار چیزیں ایک دوسری اور بے جان چیزوں کے بدنوں میں داخل ہو کر حیران کن نتائج کا باعث بنتی ہیں ؛ اسی طرح بے جان چیزیں بھی ایک دوسرے کے بدن میں آ جاتی ہیں ۔ عارضی موت کے بہت سے واقعات کایا پلٹ لینے یا عارضی طور سے کسی اور بدن میں داخل ہو جانے کی صورت میں بھی پیش آتے ہیں ، ''حکایات پنجاب'' میں کایا پلٹنے کے واقعات اکثر پیش آتے ہیں ، بالخصوص گورو گگا اور نول دیئی کی کہانیوں میں ۔ مسٹر رالسٹن نے بھی ''پریوں کی ہندوستانی کہانیوں'' کے تعارف نامے میں اس کی زیادہ حیرت انگیز صورتوں کا ذکر کیا ہے ۔

لوک کہانیوں میں بھیس بدلنے کے واقعات کو ہم ایسے کایا پلٹنے کے واقعات کہہ سکتے ہیں جن میں سے تعجب کا پہلو نکال دیا گیا ہو ۔ اگرچہ بھیس بدلنے کے واقعات کا بغور مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایک ہی قسم کا بھیس بدلنے کا واقعہ مختلف کہانیوں میں موجود ہے مگر بھیس بدلنے کے واقعات کی اتنی اہمیت نہیں کہ یہاں ان کے متعلق کچھ زیادہ لکھا جائے ؛ صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ان لوک کہانیوں میں بھیس بدلنے سے اکثر کام لیا جاتا ہے ۔ مسحور اشخاص اور چیزیں بھی ان کہانیوں کا نہایت مفید حصہ ہیں اور لوک کہانیوں کے تمام مجموعوں میں ان کا ذکر ملتا ہے ، مگر ان کی مختلف اقسام اور خواص کی بنا پر ان کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا مقصد ہیرو کی مدد کرنا یا کہانی کو آگے چلانا ہوتا ہے ۔

''حکایات پنجاب'' میں کہانیوں کو آگے بڑھانے کے لیے ایک اور ضروری چیز ہیرو کی پہچان کا مرحلہ ہے ؛ ظاہر ہے جب کوئی شخص مارے جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جائے یا گم ہو جائے یا کایا پلٹ لے یا بھیس بدل لے تو اس کے دوستوں اور عزیزوں کے لیے اسے

پہچاننا مشکل ہو جائے گا ، اس لیے اسے اپنے تعارف میں ثبوت لانا ضروری ہو جاتا ہے ۔ یہ ثبوت کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں : ہر قسم کی انگوٹھیاں ، زخم ، بدن کے نشانات ، گلے کے ہار ، دوپٹے ، بازو بند ، ٹوپیاں وغیرہ ؛ بسا اوقات اپنے سابقہ واقعات کو صحیح صحیح پیش کر دینا بھی ایسے ثبوت کا کام دیتا ہے ؛ آنے والے ہیرو کی بعض نشانیاں بھی پہلے سے مشہور ہوتی ہیں جنھیں آ کر وہ پورا کر دیتا ہے اور اس طرح اس کی شخصیت تسلیم کر لی جاتی ہے؛ جیسے راجا رسالو کی کمند خود بخود راکھشسوں کو جکڑ لیتی ہے اور اس کی تلوار اپنے آپ ہی انھیں قتل کرنا شروع کر دیتی ہے ، اس کے تیر سات اڑتے ہوئے تووں کو چھید ڈالتے ہیں اور آگے پیچھے کھڑے ہوئے سات راکھشسوں کو مار ڈالتے ہیں ؛ نیز اونچے بانس کے اوپر سے سونے کے پیالے کو گرا دیتے ہیں ، اسی طرح سحر زدہ آم خود بخود اس کے دامن میں آ گرتے ہیں ۔ یہ سب نشانیاں ثابت کر دیتی ہیں کہ وہ اصلی رسالو ہے ۔

لوک کہانیوں کے ضروری اجزا کے متعلق ہمیں جو کچھ کہنا تھا ، وہ کہہ چکے ، اب صرف نسبتاً زیادہ اہم اتفاقی واقعات کے متعلق کچھ کہنا باقی ہے ۔ ان میں پہلی چیز آزمائش ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ۔ اگرچہ ''حکایات پنجاب'' میں ہمیں زیادہ آزمائشوں سے واسطہ نہیں پڑتا مگر عام لوک کہانیوں میں یہ آزمائشیں بار بار لائی جاتی ہیں ، بالخصوص جادوگرنیوں کو پہچاننے اور سزا دینے کے سلسلے میں انھیں بہت سی ناپسندیدہ اور ظالمانہ آزمائشوں میں سے گزارا جاتا ہے ۔ ان کہانیوں میں سیلا دیئی کو اپنی پاک دامنی ثابت کرنے کے لیے دو امتحانوں میں ڈالا جاتا ہے ؛ ایک عام قسم کا امتحان یہ ہے کہ وہ کھولتے ہوئے تیل میں نہائے اور دوسرا تعجب انگیز امتحان یہ ہے کہ وہ پانسا پھینکے اور پانسا مقررہ طریق کے مطابق پڑے ؛ ''راجا رسالو کے کارناموں'' میں یہی رانی اپنے دوسرے نام ''چاندنی'' سے کچے گھڑے کو ایک تاگے سے باندھ کر اس کے ذریعے کنوئیں سے پانی نکالنے کا ناممکن کام سر انجام دیتی ہے ۔

شادیاں تقریباً ہر کہانی میں سر انجام پاتی ہیں اور بسا اوقات

خاص کوشش سے یہ ثابت کیا جاتا ہے ، جیسے ''نول دیئی'' میں ، کہ اگرچہ دلھن کو اغوا کیا گیا مگر پھر بھی شادی کی تمام رسوم قدیم طریقے کے مطابق بجا لائی گئیں لیکن اس کے باوجود بالعموم یہ شادیاں خلاف قواعد ہوتی ہیں ۔ ہندوستانی لوک کہانیوں میں ''حسن خوابیدہ'' سے ہمیشہ ایسی دلھن مراد لی جاتی ہے جس کی عصمت دری ہو چکی ہو ، یا زیادہ سے زیادہ اس سے اعلیٰ ذات کی ایسی عورت مراد لی جاتی ہے جسے اغوا کر لیا گیا ہو ۔ ایسی عورت کا بیاہ عموماً بغیر رسوم کی ادائیگی کے ہوتا ہے ، بسا اوقات دولھا اور دلھن کا ایک دوسرے کے گلے میں ہار ڈال دینا ہی کافی سمجھا جاتا ہے اور اسے 'گندھروا وواہ' یا مرضی کی شادی سے موسوم کیا جاتا ہے ؛ قدیم زمانے میں راجپوتوں میں یہ رواج عام تھا ۔ جدید کہانیوں میں ایک اور قدیم دستور کا بقیہ بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ ہیروئن بر سر عام اپنے خاوند کو منتخب کرتی ہے ، جیسے ''رانی ادھیک انوپ دیئی'' میں ہوا ۔ یہ وہی قدیم زمانے کی رسم ہے جسے سوئمبر سے موسوم کیا جاتا تھا ؛ یہاں اس میں اتنا سا تغیر ہے کہ رانی یہ قسم کھا لیتی ہے کہ وہ اسی آدمی سے شادی کرے گی جو بعض احمقانہ ناممکنات کو عمل میں لا دکھانے گا ۔

بسا اوقات یہ آزمائشیں پہیلیوں کی صورت میں ہوتی ہیں جیسے راجا رسالو اور ادھیک انوپ دیئی کی کہانیوں میں ، یا ہیرو کو کوئی کم و بیش ناممکن کام کرنا پڑتا ہے جیسے راجا رسالو نے کیا ۔ یہ کام کچھ اس قسم کے ہوتے ہیں : باجرے کے دانوں کو ریت سے الگ کرنا ، دیووں کو قتل کرنا ، آسمانوں پر پڑا ہوا کوئی ڈھول بجانا ، موم کے کلہاڑے سے درخت کاٹنا ، کسی خود سر گھوڑے کو رام کرنا ، پانی کے نیچے پیدا ہونے والا ایسا چاندی کا درخت دریافت کرنا جس کے پتے سونے کے ہوں اور پھول موتیوں کے ۔

ایک اور عام واقعہ جو قدیم ہندی ادب کی تقریباً تمام مشہور کہانیوں میں ملتا ہے، غیرمعمولی شرائط بدکر جُوا کھیلنا ہے۔ راجا رسالو راجا سرکپ سے چوپڑ کھیلتا ہے تو پہلی بازی میں اپنے ہتھیاروں کی شرط لگاتا ہے ، دوسری میں گھوڑے کی اور تیسری میں اپنے سر کی ۔

دونوں اس کھیل کو عجیب و غریب طریق سے کھیلتے ھیں اور آخر میں رسالو سرکپ کا سر جیت لیتا ھے۔ ''بنگال کی لوک کہانیوں'' میں یہ واقعہ دو بار پیش آتا ھے اور حیرانی کی بات ھے کہ ایک بار ھیروئن بازی جیت جاتی ھے۔

باتیں کرتے ھوئے کوئی موتی گرانا بھی عام واقعہ ھے اور ھر مجموعے میں ملتا ھے۔ ادھیک انوپ دیئی جب ھنستی ھے تو ایک ٹوکری پھولوں سے بھر جاتی ھے اور جب روتی ھے تو ایک ڈبہ موتیوں سے بھر جاتا ھے۔ ھیرو بھی جب ھنستے ھیں تو لعل گراتے ھیں اور روتے ھیں تو ان کے آنسو موتی بن بن کر نیچے گرتے ھیں، اور رانیاں یا حسین عورتیں بھی چلتے میں یا بات کرتے وقت موتی اور قیمتی پتھر گراتی ھیں۔ معلوم ھوتا ھے یہاں تشبیہ اصل کی صورت اختیار کر چکی ھے اور مجرد تصور کو حقیقت بنا دیا گیا ھے۔

چونکہ ھر ھیرو یا ھیروئن کا ایک دشمن بھی ھوتا ھے اس لیے شاعرانہ انصاف کا تقاضا ھے کہ اسے سزا بھی ملے۔ لوک کہانیوں میں یہ سزا عجیب عجیب صورتیں اختیار کرتی ھے، یہاں تک کہ اس سے انتقام ٹپکنے لگتا ھے جس سے دل کو تکلیف ھوتی ھے؛ بدقسمت دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا ھے، انھیں صحراؤں میں زندہ دفن کر دیا جاتا ھے، زندہ آگ میں جلا دیا جاتا ھے اور راکھ ان کی ماؤں کو بھیجی جاتی ھے؛ گردن تک زمین میں گاڑ کر تیروں سے ھلاک کیا جاتا ھے، کانٹوں کے ساتھ زندہ دفن کر دیا جاتا ھے، یا زندہ دفن کر کے قبر پر ھل چلا دیے جاتے ھیں، یا سانپوں اور بچھوؤں کے ساتھ زندہ دفن کر کے ھیرو اور ھیروئن ان کی قبروں پر چلتے ھیں۔ راجا رسالو کی کہانی میں خاوند سے بے وفائی کی سزا کے طور پر عورت کو اپنے محبوب کا دل کھانے پر مجبور کیا جاتا ھے، سیلا دیئی کو اس شک کی بنا پر کوڑے مارے جاتے ھیں اور باندیوں کے سے کپڑے پہنا دیے جاتے ھیں۔

ایک اور ضمنی تصور کا ذکر بھی ضروری ھے جو بار بار پیش آتا ھے اور کچھ اھمیت بھی رکھتا ھے کیوں کہ یہ ھمیں ھندوستانی ادب میں پرانوں کے عہد تک لے جاتا ھے، اور وہ یہ ھے کہ ھر ھندو کے اولاد

نرینہ ہونا لازمی ہے ورنہ اس کی آئندہ نجات نہیں ہو سکتی ، اس لیے آج تک بے اولاد ہندو عورتیں اس مقصد کے لیے کئی قسم کے پاپڑ بیلتی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنے ہمسائے کی جھونپڑی جلا دی جائے ۔ ''حکایات پنجاب'' میں بھی کئی جگہ اس تصور کا ذکر آتا ہے ۔ آج بھی اس کی وہی صورت ہے جو وشوا متر کی پیدائش کے سلسلے میں ہری‌ونسا میں بیان کی گئی ہے ؛ وشوا متر کی ماں کو ایک مخصوص کھانا دیا گیا تھا تاکہ اس کے پیٹ سے غیر معمولی انسان جنم لے ۔ یہ کہانی از منۂ وسطیٰ کی لوک کہانیوں کے متعلق صحیح تاثر پیش کرتی ہے ؛ جدید کہانیوں میں اس کی بجائے ایسی عورتوں کو انار کا پھول ، یا آم ، یا الائچی، یا جو کی بالی ، یا چاول کا دانہ ، یا پھول دیا جاتا ہے ۔

اب صرف ایک بات کا تذکرہ باقی ہے : لوک کہانیوں میں جو اعداد آتے ہیں وہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ؛ یہاں ان کے متعلق بھی کچھ مختصراً عرض کر دینا بے جا نہ ہوگا ۔ ''حکایات پنجاب'' میں بھی وہی اعداد بار بار آتے ہیں جو دوسرے مجموعوں میں آتے ہیں ۔ عدد 'ایک' عام طور سے ان اکلوتے بیٹوں یا بیٹیوں کے لیے آتا ہے جو ہیرو یا ہیروئن ہوتے ہیں ۔ دو چار ، آٹھ اور سولہ کبھی کبھار موجودہ سکوں یا پیمانوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں ، تین عام استعمال ہوتا ہے ، اسی‌طرح سات بھی ؛ بارہ کا استعمال بہت ہی عام ہے ، چھ ، اٹھارہ ، چوبیس ، چھتیس ، اور اڑتالیس ، بارہ کے اجزائے ضربی یا حاصل ضرب کے طور پر آتے ہیں ؛ اسی طرح نو جان بوجھ کر تین کے حاصل ضرب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانچ ، جو ایک اہم عدد ہے ، اسے بھی جان بوجھ کر بارہ اور سات اور سات اور دو کے فرق کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے ، پانچ کے اجزا ، اڑھائی اور سوا کو بھی اکثر استعمال کیا جاتا ہے ؛ علاوہ ازیں یہ بہت سی اقوام کے خاندانوں کی تقسیم در تقسیم میں بھی نظر آتے ہیں ۔ اسی طرح ڈیڑھ کو بھی بالعموم تین کے نصف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن باقی متفرق اعداد بھی نظر انداز نہیں کیے جاتے مثلاً تیرہ ، چودہ ، انیس ، بیس ، اکیس اور بائیس ایک سے زائد مرتبہ استعمال میں آتے ہیں ۔ بڑے اعداد میں سے ایک سو ایک اور ایک ہزار ایک کے علاوہ

بارہ کے حاصل ضرب ساٹھ ، تین سو ساٹھ ، اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک سو ساٹھ بھی اکثر استعمال میں آتے ہیں ؛ ستر اور پرانے جادو کا عدد چوراسی بھی کہیں کہیں دیکھنے میں آتے ہیں ۔

اگرچہ لوک کہانیوں کے اہم خصائص کا یہ تجزیہ جو ان صفحات میں پیش کیا گیا ہے ، بہت مختصر اور نا مکمل سا ہے مگر اسے بہت سی تحقیقات کے بعد سپرد قلم کیا گیا ہے ۔ در اصل ''جاگتے کی کہانیوں'' کے سلسلے میں ، جو اب چھپنے کے لیے تیار ہیں ، ان معاملات کے متعلق وسیع تحقیقات کی گئی تھی جس سے یہ دیباچہ لکھتے وقت بھی استفادہ کیا گیا ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ لکھا گیا ہے اُس سے کم از کم اس دعوے کا ابتدائی ثبوت مہیا ہو گیا ہے جس سے ہم نے اس تحریر کا آغاز کیا تھا ، یعنی یہ کہ بھاٹوں کے گیت بھی در اصل نظم کی صورت میں کہانیاں ہی ہیں اور لوک کہانیاں بھاٹوں کے گیتوں ہی سے نکلی ہیں ۔

اب مجھے ان حضرات کا شکریہ ادا کرنے کا خوش گوار فرض ادا کرنا ہے جنھوں نے مجھے اس کام میں نہایت مہربانی اور خندہ پیشانی سے مدد دی ۔ مسز ایف اے سٹیل نے جو کئی اور کتابوں کی ترتیب میں میری شریک کار ہیں ، کئی ایک کہانیاں مہیا کیں جن میں سے بعض اس جلد میں شامل ہیں ۔ مسٹر جے ۔ جی ۔ دلمیرک نے ''راجا رسالو کے کارناموں'' کی اہم کہانی بہم پہنچائی ، میسرز ابٹ سن اور میکالف (جو سول سروس میں ہیں) ان کی کہانیاں آئندہ جلدوں میں شائع ہو جائیں گی ۔ میں ان حضرات کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے آئندہ جلدوں کے لیے کہانیاں مہیا کیں، ان کے نام حسب ذیل ہیں : سردار عطر سنگھ (بھادوڑ) غلام حسین خاں (قصور) ۔ لالا گنیش لال (انبالا)، مولوی سید عبداللہ (شملہ)، سرفراز حسین (انبالا)، مسٹر مینوئل (دھرم سالا) ، مایا داس (فیروز پور) ۔ میں مسٹر چینا مل اور ان کے ماتحتوں کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے بہت سی کہانیاں قلم بند کیں اور جو کچھ چھپ چکا ہے اس کے انگریزی ترجمے کو بھی اصل سے ملا کر دیکھا ۔ بعض لوگوں نے براہ راست مدد نہیں کی مگر انھوں نے بھاٹوں کو میرے پاس بھیجا اور میں ان سے کہانیاں

حاصل کرتا رہا ؛ ان میں گیارہ بنگال لانسا کے کرنل بائل اور سول سروس کے مسٹر ریواز اور مسٹر ڈلمرک آتے ہیں ، میں ان تینوں اصحاب کا شکر گزار ہوں ۔

اب میں اس کتاب کی موجودہ ترتیب کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔ عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ لوک کہانیوں کے متعلق کتب میں کہانیوں کی صحت کے سلسلے میں قارئین کو مؤلف پر بہت زیادہ اعتماد کرنا پڑتا ہے ۔ پڑھنے والا ایک جلدی سے کیا ہوا ترجمہ پڑھتا ہے مگر کسے معلوم کہ وہ ترجمہ کہاں تک درست ہے یا مترجم نے ترجمے میں کہاں تک اپنی طرف سے الفاظ و عبارات بڑھائی ہیں ۔ بعض لوک کہانیوں کی کتب کے متعلق تبصروں میں بارہا یہ شکایت پائی گئی ہے کہ ترجمہ شک و شبہ کی حد تک آزاد ہے ۔ میں نے اس الزام سے ہر قیمت پر بچنے کے لیے تقریباً ہر کہانی کی اصل عبارت ساتھ دے دی ہے تاکہ ماہرین خود دیکھ سکیں کہ ترجمے میں کس حد تک صحت کا لحاظ رکھا گیا ہے ۔ دیگر حضرات بھی مرتب پر کلی اعتماد سے پہلے اگر وہ اس کی ضرورت سمجھیں ، کسی ماہر سے اس بارے میں دریافت کر سکتے ہیں ۔ اصل عبارت رکھنے کا ایک اور فائدہ بھی ہے ، چونکہ اس میں مختلف بھاٹوں کی مقامی بولیوں کو پوری طرح محفوظ رکھا گیا ہے اور یہ بھاٹ ملک کے مختلف حصوں سے تعلق رکھتے تھے ، اس لیے ان سے یہ پتا چل جائے گا کہ ان مختلف بولیوں کے گرامر کے قواعد اتنے سخت اور مشکل ہرگز نہیں جتنے مشکل انہیں مختلف زبانوں کے ممتحن اور عالم ظاہر کرتے ہیں ۔ اس جلد میں کئی ایسی عبارتیں ہیں جو سرکاری امتحان لینے والوں کو بالکل چکرا دیں ، مگر چونکہ ان سے بھی کچھ نہ کچھ سبق حاصل ہوتا ہے اس لیے انہیں بھی قلمبند کرنے کے قابل سمجھ لیا گیا ہے ۔ میں نے ہر جگہ وہی الفاظ رکھے ہیں جو بھاٹ کہتا رہا ہے ، حالانکہ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ اسے ان کی بجائے اور الفاظ کہنے چاہییں ۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بعض دفعہ ایک ہی نظم کے مختلف حصوں میں ایک ہی لفظ مختلف ہجوں میں لکھا گیا ہے ۔ بعض رزمیہ نظمیں ، خاص طور سے ہمالیہ کے پہاڑی علاقوں کی ، اس لحاظ سے

بھی قیمتی ھیں کہ وہ ان علاقوں کی بولیوں کے متعلق ھاری موجودہ محدود معلومات میں اضافے کا باعث ھوں گی ، اس لیے میں نے بعض جگہ ساتھ ھی فرھنگ بھی ایزاد کر دیا ھے ۔ ٹائپ اور بعض دیگر سھولتوں کے پیش نظر عبارت رومن حروف میں چھاپی گئی ھے ، اعراب وھی رکھے گئے ھیں جو مستند ھیں اس لیے ان کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ۔ بعض جگہ جہاں اصل زبان بالکل عام ھندوستانی تھی جسے ھر معمولی پڑھا لکھا بخوبی سمجھ سکتا تھا ، میں نے اسے لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی مگر ایسی مثالیں بہت کم ھیں ۔ ھر کہانی کی ابتدا میں جو تعارف نامے دیے گئے ھیں ، انھیں بھی اور حاشیوں کو بھی مختصر اور سادہ زبان میں لکھنے کی وجہ یہ ھے کہ وہ جن موضوعوں کے متعلق ھیں ، ان میں سے بیشتر ایسے ھیں جن کے متعلق کوئی مفصل اور فیصلہ کن رائے موجود نہیں ، اس لیے ان کے متعلق مجھے صرف اپنے علم ، اپنی تحقیقات اور اپنی محدود لائبریری کا سہارا لینا پڑا اور اپنے علم اور اپنی تحقیقات پر مجھے قدرتاً زیادہ اعتماد نہیں ھو سکتا ۔

شاید کوئی پوچھے کہ اس مجموعے میں بزرگوں اور مقدس شخصیتوں کی کہانیوں کو اس قدر اھمیت کیوں دی گئی ھے ؟ اس لیے کہ انھی چیزوں کا بغور مطالعہ کرنے سے ھم ان مذھبی اور توھم پرستانہ خیالات کے متعلق واقفیت حاصل کرنے میں کامیاب ھو سکتے ھیں جو اس ملک کی کثیر آبادی پر اثر انداز ھیں ؛ مثال کے طور پر ، اگر کوئی شخص جو ھندوستانی مذاھب کے متعلق ، جیسے کہ وہ اس وقت عملی صورت میں ھیں ، تحقیق کرنا چاھتا ھو تو اس کے لیے ایسی کہانی، جیسے ''سخی سرور کی شادی'' ھے ، ایک بار پڑھ لینا اور اسے پوری طرح سمجھ لینا بہت زیادہ معلومات کا باعث ھوگا ؛ ایسی معلومات کا باعث جو یورپ میں بیٹھے ھوئے علماء کی راتوں کو بیٹھ بیٹھ کر لکھی ھوئی کتابوں کی کئی جلدوں کے مطالعے سے بھی حاصل نہیں ھو سکتا ، کیوں کہ ان کتابوں کی بنیاد گوشہ نشین فلسفیوں اور خود غرض پادریوں کی دور از کار تحقیقات پر ھوگی ۔

میں ھر پڑھے لکھے اور قابل شخص سے جو اس کام میں دلچسپی

رکھتا ہو ، یہ استدعا کروں گا کہ وہ آرین ہندوستان کے بھاٹوں کے گیت جمع کرنے کے اہم کام میں ہمارا ہاتھ بٹائے۔ یہ بھاٹ صرف پنجاب ہی میں نہیں پائے جاتے ، نہ یہ ان کے گیتوں کے متعلق تحقیقات کے لیے بہترین میدان ہے ، ہمارے تمام سرحدی علاقے میں جہاں بلوچی اور پشتو زبانیں بھی بولی جاتی ہیں ۔ یہ بھاٹ عام ملتے ہیں اور سندھ میں تو وہ ضرب المثل ہیں ؛ کچھ ، کاٹھیا واڑ اور راجستھان میں یہ وہاں کے علاقوں میں اقتدار رکھنے والے لا تعداد راجاؤں کے درباروں میں مل سکتے ہیں ؛ مشرق میں یہ اڑیسا میں عام مل جائیں گے ، دوسری طرف کشمیر سے کماؤں تک کے تمام پہاڑی علاقے میں ان کی بہت آؤ بھگت اور عزت و توقیر کی جاتی ہے ؛ پنجاب میں بھاٹ کے حالات تقریباً وہی ہیں جو تمام شمال مغربی صوبوں اور اودھ میں ہیں ، گویا میدان وسیع اور مواقع بے شمار ہیں۔ جو قارئین یورپ کے سلاؤوں کے عقائد سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں ، انہیں شاید یہ دیکھ کر کچھ حیرانی ہو کہ آب و ہوا اور مذہب کے فرق کے باوجود ، وہاں کے کسان آرین ہندوستان کے کسانوں سے کس قدر مشابہت رکھتے ہیں اور دونوں جگہ بھاٹوں کے طریق کار بھی آپس میں کس قدر ملتے جلتے ہیں، مگر پچھلے پچاس برس کے دوران میں، یعنی جب سے ٹاڈ نے راجستھان پر کتاب لکھی ہے ، جو اب تک معیاری ہے ، یکے بعد دیگرے کئی مصنف سلاؤوں کے گیت اور لوک کہانیاں قلم بند کر چکے ہیں ۔ اسی طرح روس، پولینڈ ، کروشیا ، سرویا ، موریویا ، روتھینیا اور دوسرے ملکوں کی لوک کہانیوں پر بھی بہت کچھ کام ہو چکا ہے مگر یہاں ہندوستان میں جہاں حکمران قوم اپنی برتر قابلیت پر نازاں ہے ، یہاں کے افسر طبقے کے اعلیٰ تعلیمی معیار اور حکومت کے اعلیٰ مقاصد کے باوجود ابھی تک اس میدان میں کام کا آغاز تک نہیں کر سکے ۔

آخر میں مجھے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ ان صفحات میں جلد بازی کے باعث کئی نقائص رہ گئے ہیں جن سے میں پوری طرح آگاہ ہوں اور جن کے لیے میں معذرت خواہ بھی ہوں ۔ اس کتاب میں غلطیاں بھی اتنی زیادہ ہوں گی جتنی نہیں ہونی چاہیے تھیں مگر میں اس کے متعلق صرف یہی صفائی پیش کر سکتا ہوں کہ میں ایسا سرکاری

ملازم ہوں ، جس کی رسائی کسی پبلک لائبریری تک نہ تھی اور جسے اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں زیادہ وقت صرف کرنا پڑتا تھا ؛ اس سلسلے میں میں جو بھی کام کر سکا ہوں ، ایسے وقت میں کر سکا ہوں جب میرے بہت سے رفقائے کار کھیل یا آرام میں مشغول ہوتے تھے -

آر - سی - ٹمپل

انبالا -
مئی ۱۸۸۴ء

حکایات پنجاب

نمبر ۱

راجا رسالو کے کارنامے

ضلع راولپنڈی کی ایک لوک کہانی

یہ کہانی ایک پٹواری نے ۱۸۶۹ء میں مسٹر جے - جی - ڈلمیرک رکن پنجاب کمیشن کے لیے قلمبند کی - چونکہ اس کے حصۂ نثر کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی ، اس لیے اسے لفظ بلفظ نقل نہیں کیا گیا - البتہ اس کا ہر شعر اصل مسودے کے مطابق من و عن لکھ دیا گیا ہے - حالانکہ بعض مقامات پر یوں نظر آتا ہے جیسے لکھنے والا غالباً بیان کرنے والے کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکا -

سیالکوٹ کے راجا سالبھان کے لڑکے راجا رسالو کی یہ حکایت ، لوک کہانی اور تاریخ ، ہر دو اعتبار سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے - اس میں اس بہادر راجا کے صحیح حالات کی کچھ جھلک نظر آتی ہے ، جو شاید آئندہ کبھی وھی شری سیال پتی دیو ثابت ہو ، جس کے سکے آج بھی (مؤلف کے زمانے تک) تمام پنجاب میں بکثرت ملتے ہیں اور جس کا عہد حکومت یقیناً ابتدائی عرب حملوں اور غزنوی دور کے درمیان تھا -

اس کہانی کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کے کئی حصے دنیا کی بعض مشہور کہانیوں سے زبردست مشابہت رکھتے ہیں - اس سلسلے میں مشہور عالم حکایت

"سات عقلمند" کا ذکر بے جا نہ ہوگا۔ یہ وہی کہانی ہے جس کے بکھرے ہوئے اوراق دنیا کے تقریباً ہر ملک کی کہانیوں میں ملتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان کی پنچ تنتر، یورپ کی سند باد جہازی، عرب کی الف لیلہ اور ایران کا طوطی نامہ۔ اگر زیادہ کاوش کی جائے تو انہی کہانیوں کا عکس بعض یونانی، عبرانی اور ہسپانوی حکایات میں بھی نظر آسکتا ہے۔ اس سلسلے میں مزید معلومات مسٹر کوٹے کی "فوک لور سوسائٹیز پبلیکیشن" جلد نہم مطبوعہ ۱۸۸۲ء اور مسٹر گلسٹر کے "بختیار نامہ" سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

آج سے ۱۸۸۰ برس پہلے، سن ۸۰ عیسوی میں، سیالکوٹ میں ایک راجا سالبھان نامی راج کرتا تھا، جس کی دو رانیاں تھیں۔ ایک اچھراں اور دوسری لوناں۔ رانی اچھراں کا ایک بیٹا تھا، جس کا نام پورن تھا۔ یہ وہی پورن ہے جس نے بعد میں پورن بھگت کے نام سے بہت شہرت حاصل کی۔

پورن ابھی نوجوانی کے اولین مراحل میں تھا تو اس کی سوتیلی ماں، رانی لوناں، اس پر فریفتہ ہو گئی، اور اس نے اسے ایک روز بری نیت سے اپنے محل میں بلایا، مگر نیک سیرت اور پاکباز پورن اس کے دام میں نہ آیا، بلکہ موقع پا کر وہاں سے بھاگ آیا۔

اس پر رانی لوناں اتنی غضب ناک ہوئی کہ اس نے، انجام کا خیال کیے بغیر، راجا سے جھوٹی شکایت کر دی کہ پورن نے اس کی عزت پر حملہ کیا ہے۔ اور اپنی عیاری سے راجا کو اپنی بات کے صحیح ہونے کا یقین بھی دلا دیا۔

راجا نے اس کی بات کو سچ سمجھتے ہوئے پورن کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر اسے ایک کنویں میں پھنکوا دیا۔ یہ کنواں آج بھی سیالکوٹ سے کلووال جانے والی سڑک کے کنارے موجود ہے اور بانجھ عورتیں وہاں جا کر اس کے پانی سے نہاتی ہیں، کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ اس کنویں کے پانی کی تاثیر سے بے اولاد عورت اولاد والی ہو جاتی ہے۔

پورن کئی برس اس کنویں میں پڑا رہا ۔ پھر جو اس کی قسمت جاگی تو اتفاق سے گورو گورکھ ناتھ ادھر سے گزرے اور انھوں نے اسی کنویں پر اپنا ڈیرا جمایا ۔ گورو نے پورن کو کنویں میں پایا تو اسے وہاں سے نکلوایا ۔ گورو کو اپنی روحانی طاقت سے معلوم ہو گیا کہ پورن بے گناہ ہے ۔ اس نے اللہ سے دعا کی اور پورن کے ہاتھ پاؤں صحیح سالم ہو گئے ۔ پورن صحیح سالم ہو گیا تو گورو نے اس کے کان چھدوا کر اسے اپنا چیلا بنا لیا ۔

پورن کچھ عرصہ گورو گورکھ ناتھ کے ساتھ رہا ۔ پھر گورو نے اسے سیالکوٹ جانے اور اپنے ماں باپ سے ملنے کی اجازت دے دی ۔

پورن سیالکوٹ پہنچا تو اس نے اسی باغ میں اپنا ڈیرہ جمایا جہاں اس نے اپنا بچپن گزارا تھا ۔ اس کے جانے کے بعد وہ باغ بالکل سوکھ چکا تھا ۔ پورن نے باغ کو سوکھا ہوا دیکھا تو اللہ سے دعا کی اور پانی پر اللہ کا نام پڑھ کر اسے باغ کے پودوں پر چھڑکا تو سارے کا سارا باغ اسی وقت ہرا ہو گیا ۔

اس واقعے سے لوگ پورن کے معتقد ہو گئے اور اس کا نام دور دور تک مشہور ہو گیا ، مگر اس نے کسی پر اپنی اصلیت ظاہر نہ کی ۔ آہستہ آہستہ اُجڑے ہوئے باغ کے ہرا ہونے کی خبر راجا کے محل تک بھی جا پہنچی ۔

رانی اچھراں ، جو بیٹے کی جدائی میں رو رو کر آنکھیں کھو چکی تھی ، فقیر کی خدمت میں یہ التجا لے کر حاضر ہوئی کہ اسے اس کی بینائی دوبارہ مل جائے ۔ پورن نے اپنی ماں کو پہچان لیا ، مگر اس پر اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا ۔ البتہ اللہ سے دل ہی دل میں اس کے لیے دعا کی ۔ اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اس کی ماں کی بینائی بحال کر دی ، اور وہ پھر پہلے کی طرح دیکھنے لگی ۔

اس کرامت کے بعد راجا سالبھان اور رانی لوناں بھی فقیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے اولاد کے لیے درخواست کی ۔ فقیر بولا : ”راجا سالبھان کا پہلے بھی ایک بیٹا تھا ، وہ اب کہاں

ہے ؟ مجھے اس کے متعلق صحیح صحیح بتاؤ ، پھر میں اللہ سے دعا کروں گا کہ رانی با اولاد ہو جائے ''۔

رانی کو چونکہ بیٹے کی بڑی خواہش تھی اس لیے اس نے راجا کی موجودگی میں فقیر کو سارا واقعہ صحیح صحیح بتا دیا ، کہ کیسے اسے پورن سے محبت ہو گئی تھی اور کیسے اس نے خاوند سے کہ کر اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیے تھے ۔ فقیر بہت خوش ہوا کہ رانی نے سب کچھ صحیح صحیح بتا دیا ۔ اب پورن نے اپنے آپ کو ظاہر کیا ۔ ''مجھے غور سے دیکھو ، میں وہی پورن ہوں''۔

پھر پورن نے اپنی سوتیلی ماں لوناں کو چاول کا ایک دانہ کھانے کے لیے دیا اور کہا کہ کچھ عرصے کے بعد اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا ۔ جو بہادر ، نیک اور پارسا ہوگا ، مگر وہ اس کے پاس نہیں رہے گا بلکہ اس سے جدا ہو جائے گا اور وہ اس کی جدائی میں اسی طرح روئے گی جیسے اس نے رانی اچھراں کو رلایا تھا''۔

اس کے بعد پورن نے ماں باپ سے اجازت لی اور اپنے گورو گورکھ ناتھ کی خدمت میں واپس چلا گیا ۔ وقت مقررہ پر رانی لوناں امید سے ہوئی ۔ بچے کی پیدائش سے چند دن پہلے تین جوگی اس کے دروازے پر بھیک مانگتے ہوئے آئے ۔ رانی نے انہیں موتیوں کی بھری ہوئی تھالی پیش کی اور ساتھ ہی پوچھا کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی ؟

سب سے چھوٹی عمر کا جوگی بولا : ''رانی کے پیٹ میں لڑکا ہے ۔ اتوار کے دن اس کا حمل ٹھہرا تھا اور اگلے منگل کے دن اس کی پیدائش ہوگی ۔ اس کا نام راجا رسالو ہوگا اور وہ بہت بڑا آدمی بنے گا ، لیکن اگر اس کے ماں باپ میں سے کسی نے اسے بارہ برس کی عمر سے پیشتر دیکھ لیا تو وہ مر جائے گا ۔ اس لیے بارہ برس تک اسے نیچے تہ خانے میں بند رکھنا ۔ اس کے بعد وہ دریا پر ضرور نہائے، نیا جوڑا پہنے اور پور اپنے ماں باپ سے ملنے کے لیے آئے ''۔

راجا سالبھان تک جوگی کی یہ بات پہنچی تو اسے یقین نہ آیا ۔ اس نے جوگیوں کو بلایا ، پھر ایک گابھن بکری منگوائی اور کہا ''مجھے بتاؤ اس کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ ؟''

جوگیوں نے صحیح صحیح بتا دیا ، جس سے راجا کو ان کی بات پر یقین آ گیا اور اس نے انھیں بہت سا زر و مال دے کر رخصت کیا ۔

منگل کے روز رانی لوناں کے ہاں ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا ۔ رانی نے غلام کے ذریعے راجا سالبھان کو دربار میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر بھیجی ۔ غلام دربار میں پہنچا اور اس نے راجا سے یوں کہا :

وچ کچہری بیٹھیا گھر آئے ججان
اول گھیو گڑ منگدے فیر دو بکرے الوان
نہ الواناں پسلیاں نہ ججاناں دند
اے بجھارت بجھ کے گھر آؤ جلد چل بند

ترجمہ — اے کچہری میں بیٹھے راجا ! تیرے گھر معزز مہمان آئے ہیں ۔ پہلے وہ گھی اور گڑ مانگتے ہیں ، پھر دو موٹے بکرے ۔ نہ بکروں کی پسلیاں ہیں اور نہ معزز مہمانوں کے دانت ۔ یہ پہیلی سمجھ کے جلدی جلدی گھر پہنچو ۔

راجا سالبھان نے جواب دیا :

رنگ بگے ، منہ سانولے جمن پاڑ سریر
اے بجھارت بجھ لئی ، جا کر دیو کھنڈ تے کھیر

ترجمہ — سفید رنگ اور سانولے منہ بدن پھاڑ کر پیدا ہوئے ۔ میں نے پہیلی سمجھ لی ہے ، تم جا کر انھیں کھانڈ اور کھیر پیش کرو ۔

اس کے بعد راجا نے اپنے دانشمند وزیر کو بلایا اور اسے کہا ”ہمارے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے اس کے لیے باندیاں ، چند جوڑے ، کچھ ہتھیار اور ایک بچھیرا جو آج ہی پیدا ہوا ہو ، بھیج دیں ۔ اس کے علاوہ ایک طوطا اور اس کے آرام اور ضرورت کی دیگر اشیا بھی ۔ ان چیزوں کے ساتھ اسے ایک تہ خانے میں بند کر دیں اور بارہ برس تک وہاں رکھیں ، اور باندیوں سے کہیں کہ وہ اسے عمر کے ساتھ ساتھ تمام ضروری علوم و ہنر سکھاتی رہیں“۔

وزیر نے راجا کے حکم کے مطابق تمام انتظامات مکمل کر دیے ، مگر گیارہ ہی برس کے بعد راجا رسالو نے اپنی دائیوں سے کہا

''میں باہر جا کر ان لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں جن کی آوازیں میں یہاں سنتا رہتا ہوں''۔

باندیاں بولیں : ''ابھی ایک برس اور تمھیں یہیں رہنا چاہیے''۔

راجا رسالو بولا ''میں اب یہاں ایک لمحہ بھی نہیں رک سکتا''۔ باندیوں نے اسے بہت روکا مگر وہ ہتھیار سج کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ باندیاں بولیں : ''راجکمار ! اگر باہر جانا ہی ہے تو پہلے دریا پر جا کر نہاؤ ، پھر اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑے دھوؤ اور یہاں واپس آؤ۔ اور یاد رکھو جب تک یہ کام نہ کر لو تم کسی سے بات نہ کرنا''۔

اور بھاٹ یوں بھی گاتے ہیں کہ جس روز راجا رسالو کو تہ خانے میں بند کر دیا گیا تھا ، اسی روز ایک راجا کی بیٹی نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اسی کے ساتھ شادی کرے گی۔ چنانچہ اس نے تہ خانے سے دریا کو جانے والی سڑک پر اپنے لیے محل تعمیر کرایا اور وہاں راجا رسالو کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ اس راج کماری نے قسم کھا لی کہ وہ بارہ برس تک اسی محل میں رہے گی۔ اور جب تک راجا رسالو دریا پر جانے کے لیے تہ خانے سے باہر نہیں آئے گا ، وہ بھی اپنے محل سے باہر نہیں جائے گی۔

راجا رسالو محل سے باہر نکلا تو باندی نے اسے دریا کو جانے والی سڑک بتلا دی اور وہ دریا کی جانب روانہ ہوگیا۔ راستے میں وہ اس محل کے پاس سے گزرا جہاں وہ راج کماری اس کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ راج کماری نے اسے آتے دیکھا تو کہا :

جس دن دا تو جمیا میں بیٹھی دھولر پا
جے توں راجپوت ہیں تا مینوں منہ دکھلا

توجمہ۔ جب سے تم پیدا ہوئے ہو میں یہ محل تعمیر کرا کے یہاں بیٹھی ہوئی ہوں۔ اگر تم راجپوت ہو تو مجھے اپنا چہرہ دکھلاؤ۔

راجا کچھ نہ بولا اور سیدھا دریا کی طرف چلتا گیا۔ اس راج کماری کو یہ طاقت حاصل تھی کہ وہ جو چاہتی بن سکتی تھی۔ چنانچہ وہ چیل

بن کر ہوا میں آڑنے لگی اور اس نے اپنے پروں سے راجا رسالو کے اوپر سایہ کر دیا تاکہ وہ دھوپ سے بچا رہے ۔ تب راجا رسالو نے اس سے کہا :

الے گوگاں بھوندیئے ! ہیٹی آدم لیٹ
ترکش کڈھاں میں کانیاں ، نکالوں میں تیرا پیٹ
تو آویں میریاں پیراں دے ہیٹھ

ترجمہ۔اے آسمانوں میں آڑتی ہوئی چیل ! تیرے نیچے ایک آدمی ہے ۔ میں ترکش سے تیر نکال کر تیرا پیٹ چھید دوں گا اور تو میرے پاؤں میں آ گرے گی ۔

راج کماری نے جواب دیا :

نمن مارن نمنی ، شاہ پریاں دے اسوار
اتنیاں راجیاں نہ ماریا تو کیوں کر مارن ہار

ترجمہ۔ اچھے نشانہ باز ، جو شاہ پریوں کے سوار ہوتے ہیں ، آونچے نشانوں کو نشانہ کرتے ہیں ۔ اتنے راجے مجھے نہ مار سکے ، تم کیسے مارو گے ؟

راجا دریا پر پہنچ گیا اور اپنے کپڑے دھونے لگا ۔ راج کماری بھی اصلی شکل میں وہاں جا کر اس کے پاس بیٹھ گئی اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی :

دھوبیا کپڑے دھوندیا ! دھوئیں دھوتی، جامہ، پگ
چیچی انگلی پانی میں بھراں ، تو میرے گل لگ

ترجمہ۔ اے کپڑے دھونے والے دھوبی ! دھوتی ، کرتا اور پگڑی دھو رہے ہو ۔ اگر تم مجھے قبول کرو تو میں تمھاری ادنیٰ باندی بن کر رہوں ۔

اسے اپنے کپڑے دھوتے ہوئے دیکھ کر راج کماری نے اسے دھوبی کہا اور راجا نے اس کا جواب دیا :

جوع پرائی ، بھوم اوپری اور تو بیگانی دھی
میں پردیسی نو ول پوے تے کون چھڑاوے جی

ترجمہ— غیر علاقہ ہے ، اجنبی ملک ہے اور تم پرائی بیٹی ۔ اگر میں
یہاں کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں تو کون مجھے
چھڑائے گا ؟

راج کماری نے جواب دیا :

چندن چیراں راجیا ! چخا بناواں، جگ نوں لاواں اگ
جے تو پردیسی نوں ول ہوے تاں سڑ مراں تیرے لگ

ترجمہ— اے راجا ! تیرے لیے چندن لکڑی چیر کر چتا بناؤں ، اس
سے سارے جہان کو جلا ڈالوں ۔ اگر تم غریب الوطن کسی
مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو میں تمہارے ساتھ جان
دے دوں ۔

راجا رسالو اپنے کپڑے دھو چکا تو اس نے راج کماری سے شہر
کا راستہ دریافت کیا ۔

راج کماری بولی :

بانہہ آلاواں تن دسے ، منہ بولاں تے دند
اوہ جو رکھ دسدے، اوہی ماواں دے ہند

ترجمہ— اگر بازو اٹھاؤں تو جسم نظر آئے ، اگر منہ سے بولوں تو
دانت دکھائی دیں ۔ وہ جو درخت نظر آتے ہیں ، وہی تمہاری
ماتا کا شہر ہے ۔

چنانچہ راجا رسالو اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر سیالکوٹ
پہنچ گیا ۔ شہر کے نزدیک کنویں پر عورتیں اپنے گھڑوں میں پانی
بھر رہی تھیں ۔ اس نے پتھر مار مار کے سارے گھڑے توڑ دیے ۔
عورتوں نے راجا سالبہان کے پاس راجکمار کی شکایت کی ۔ راجا سالبہان
نے جواب دیا : ''وہ میرا بیٹا ہے اور مجھے اس سے بہت پیار ہے ۔ تم
اپنے مٹی کے گھڑوں کو لوہے اور پیتل کے گھڑوں سے بدل لو اور
جن کے پاس لوہے یا پیتل کے گھڑے نہیں ہیں وہ میرے مال خانے
سے لے لیں''۔

جن عورتوں کے پاس اپنے لوہے کے گھڑے تھے ، انہوں نے
وہ لے لیے ۔ جن کے پاس نہیں تھے ، انہیں راجا کے مال خانے سے

لوہے کے گھڑے مل گئے ، اور اب وہ یہ گھڑے اٹھا نے پانی بھرنے کے لیے دوبارہ اسی کنویں پر پہنچیں - اب کی بار رسالو نے اپنے لوہے کے سروں والے تیروں سے ان سب کے گھڑوں میں سوراخ کر دے۔ عورتیں پھر شکایت لے کر راجا سالبہان کے پاس پہنچیں - راجا ڈرا کہ کہیں راجکمار رسالو اس کے گھر نہ آ جائے - اس لیے اس نے محل کے دروازے پر جھاڑو اور کھڑانویں رکھوا دیں تا کہ راجکمار کو پتہ چل جائے کہ اسے محل میں داخل نہیں ہونا - اس نے راجکمار رسالو کو گھر سے ایک برس اور باہر رکھنے کے لیے یہ تدبیر کی تھی -

اس اثنا میں راجکمار رسالو بھی محل تک پہنچ گیا ، مگر جب اس نے دروازے کے باہر جھاڑو اور کھڑانویں دیکھیں تو واپس لوٹ گیا اور راجا سالبہان کی کچہری میں جا کر سلام کیا - مگر راجا نے دوسری طرف منہ موڑ لیا - اس پر رسالو بولا :

میں آیا تھا سلام نوں ، توں بیٹھا منہ مروڑ
میں ناہیں تیرا راج وڈاند ، مینوں ناہیں راج دی لوڑ

ترجمہ — میں سلام کے لیے حاضر ہوا تھا ، مگر آپ نے میری طرف سے منہ موڑ لیا - میں اب آپ سے سلطنت کا مطالبہ نہیں کرتا ، نہ مجھے حکومت کی خواہش ہے -

راجا سالبہان کو جوگی کی بات یاد تھی اس لیے وہ کچھ نہ بولا۔ راجکمار رسالو راجا کی کچہری سے نکل آیا اور محل کے نیچے سے گزرا جہاں رانی لوناں بیٹھی تھی - اس نے رانی لوناں سے کہا :

محلاں دے وچ بیٹھیے توں رو رو نہ سنا
جے توں میری ماتا ہیں کوئی مت بتلا

ترجمہ — اے محلوں میں بیٹھی ہوئی رانی ! مجھے رو رو کے نہ سنا - اگر تم میری ماتا ہو تو مجھے کوئی نصیحت کرو -

رانی لوناں نے جواب دیا :

مت دیندی ہاں میں تینوں پتر ، گن گن جھولی گھت
چارے کھونٹاں توں راج کریں ، پر چنگا رکھیں ست

ترجمہ—میں تمھیں نصیحت کرتی ہوں بیٹا ! اس کو اچھی طرح دامن
میں سمیٹ لو ۔ تم چاروں کھونٹ راج کرو گے ، لیکن بد چلنی
سے اپنے آپ کو بچانا ۔

تب راجا رسالو نے اپنی ماں سے اجازت لی اور سفر کی تیاری کرنے لگا - ایک سنار کا لڑکا ، ایک بڑھئی کا لڑکا اور ایک طوطا ، جنھوں نے ته خانے میں اس کے ساتھ پرورش پائی تھی ، ان تینوں کو اپنے ہمراہ لے لیے۔ جب وہ سفر پر روانہ ہو رہا تھا، اس کی ماں نے اس پر آخری نظر ڈالی اور کہا :

تھوڑا تھوڑا توں بیٹا دسیں اور بہتا دسیں دور
پتر جنھاں دے ٹر چلے او مانواں چکنا چور

ترجمہ—بیٹا تم مجھے پاس کم اور دور زیادہ نظر آتے ہو ۔ جن
ماؤں کے بیٹے انھیں داغ مفارقت دے رہے ہوں ، وہ غم سے
چکنا چور ہو جاتی ہیں ۔

راجا رسالو اور اس کے ساتھی آہستہ آہستہ راستہ طے کرتے ایک ویران جنگل میں پہنچے اور وہیں پڑاؤ کیا ۔ راجا رسالو ، سنار کے بیٹے اور بڑھئی کے بیٹے تینوں نے رات کا وقت پہرے کے لیے آپس میں تقسیم کر لیا ۔ پہلا وقت بڑھئی کا بیٹا جاگتا رہا اور دوسرے سو گئے ۔ جب وہ سونے کی تیاری کر رہے تھے اس وقت سنار کے بیٹے نے راجا رسالو سے کہا :

اگے سنویں لیف نہالیاں ، اج ستا ستھرا گھاس
سکھ وسے ایہ دیس ، جہاں آئے اج دی رات

ترجمہ—پہلے تم لحافوں اور توشکوں میں سوتے تھے ، آج صاف ستھری
گھاس پر سو رہے ہو ۔ خدا کرے یہ زمین شاد اور آباد رہے ،
جہاں ہم آج کی رات بسر کر رہے ہیں ۔

راجکمار اور سنار کا بیٹا سوگئے اور بڑھئی کا بیٹا پہرہ دے رہا تھا ۔ اچانک جنگل سے ایک ناگ نکلا اور راجا رسالو کی طرف بڑھا جو سو رہا تھا ۔

''تم کون ہو؟'' بڑھئی نے اس سے پوچھا ''اور یہاں کیوں آئے ہو؟''

ناگ بولا : ''میں اس بارہ میل کے رقبے میں ہر چیز کو تباہ کر چکا ہوں ۔ تم کون ہو جنھوں نے یہاں میرے علاقے میں آنے کی جرأت کی ہے ؟''

دونوں میں لڑائی ہوئی ۔ بڑھئی کے بیٹے نے ناگ کو مار دیا اور اس کی لاش اپنی ڈھال کے نیچے چھپا دی ۔ اس کے بعد پہرے کے لیے راجا رسالو کی باری آئی ۔ بڑھئی کا بیٹا تھکا ہوا تھا ، وہ راجکمار کو سانپ سے اپنی لڑائی بتائے بغیر سو گیا اور راجا رسالو اپنی باری کے مطابق پہرہ دینے لگا ۔ راجکمار پہرہ دے رہا تھا کہ اس نے ایک بڑی ''آفت'' اپنی طرف آتے دیکھی ۔ اس نے اس کے پاس جا کر اس سے پوچھا ۔ ''تم کون ہو؟''

آفت نے کہا : ''میں اپنے ارد گرد ۴۸ میل کے رقبے میں سب کچھ تباہ کر چکی ہوں ۔ تم کون ہو جنھوں نے میرے علاقے میں آنے کی جرأت کی ہے؟''

راجکمار نے اسے تیر مارا اور وہ بھاگ گئی ۔ مگر راجکمار نے اس کی غار تک اس کا پیچھا کیا ۔ وہاں دونوں میں سخت لڑائی ہوئی ۔ راجکمار نے اسے مار ڈالا اور خود واپس آ گیا ۔

صبح ہوئی تو راجکمار نے اپنے ساتھیوں کو جگایا ۔ بڑھئی کے بیٹے نے انھیں ناگ کی لاش دکھائی اور رات کا سارا واقعہ بیان کیا ۔ راجکمار نے ناگ کو دیکھا تو کہا ''یہ تو چھوٹا سا سانپ ہے ، آؤ تمھیں دکھاؤں کہ میں نے رات غار میں کیا مارا ''۔

بڑھئی کا بیٹا اور سنار کا بیٹا راجکمار کے ساتھ اس غار میں گئے ۔ انھوں نے وہاں اس آفت کو دیکھا جسے راجکمار نے مارا تھا ، تو وہ بہت ڈرے اور بولے : ''تم راجا ہو اور راجا کے بیٹے ہو ۔ تم ایسی آفتوں سے لڑ سکتے ہو ، ہم عام آدمی ہیں ۔ اگر ہم تمھارے ساتھ رہے تو ضرور کسی روز مارے جائیں گے '' انھوں نے راجکمار کی بہت منت سماجت کی کہ وہ انھیں اپنے گھروں کو واپس جانے کی اجازت دے

دے ۔ چنانچہ راجکمار نے انہیں جانے کی اجازت دے دی ۔ وہ اپنے گھروں کو چلے گئے تو راجا رسالو نے کہا :

سدا نہ پھولن توریاں نفرا ! سدا نہ ساون ہو
سدا نہ جوبن تھر رہے ، سدا نہ جیوے کو
سدا نہ راجیاں حاکمی ، سدا نہ راجیاں دیس
سدا نہ ہوے گھر اپنا نفرا ! بنہہ پیا پردیس

ترجمہ ــ سرسوں کے پھول ہمیشہ نہیں رہتے ، نہ ساون ہمیشہ رہتا ہے ۔ جوانی ہمیشہ نہیں رہتی ، نہ کوئی ہمیشہ زندہ رہتا ہے ۔ راجوں کا راج ہمیشہ نہیں رہتا ، نہ راجے ہمیشہ اپنے وطن میں رہتے ہیں ۔ ہمیشہ انسان اپنے گھر میں نہیں رہتا، بسا اوقات اسے پردیس میں مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں ۔

راجکمار یہ کہ کر سفر پر روانہ ہوگیا ۔ راستے میں اس نے صندل کا ایک درخت دیکھا جو جل رہا تھا ۔ راجکمار نے اپنے طوطے سے پوچھا ''یہ درخت کیوں جل رہا ہے؟'' معلوم ہوا کہ ایک ناگ نے اس درخت کو ڈسا تھا اور وہ اس کے زہر کے اثر سے جل رہا تھا ۔ درخت میں سے ایک جوان ہنس نکلا اور راجکمار کے سامنے آ کھڑا ہوا ۔ راجکمار نے اس سے کہا ''تم ایک پرندے ہو ، تم کیوں اس آگ میں اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہو ۔ تم یہاں سے اڑ کیوں نہیں جاتے ؟''
ہنس نے جواب دیا :

مٹھا میوہ کھادا ، ٹھنڈا پانی ، چھاں
جے بنے سر اوسدے ، سٹ کے کدھر جاں

ترجمہ ــ میں نے اس درخت کا شیریں پھل کھایا اور یہاں اس کی چھاؤں میں ٹھنڈا پانی پیا ہے ۔ اب اس کے سر پر مصیبت آ پڑی ہے تو میں اسے چھوڑ کے کہاں جاؤں ؟

راجکمار نے جواب دیا :

مٹھا کھادا ای میوہ ہنسا ! ٹھنڈی رہی چھاں
بلدی اگ بجھی دیکھیں، جے رب سنے میری باں

ترجمہ ۔ اے ہنس تم نے اس درخت کا شیریں پھل کھایا ہے اور اس کی

ٹھنڈی چھاؤں کا لطف اٹھایا ہے ۔ اگر رب نے میری دعا سن لی تو تم اس جلتی ہوئی آگ کو بجھا ہوا دیکھ لوگے ۔

راجکمار کی شکتی سے درخت دوبارہ سر سبز ہو گیا اور وہ اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں سو گیا ۔ جونہی درخت سر سبز ہوا جوان ہنس دوبارہ اڑ کر اس پر آ بیٹھا اور اس نے راجکمار سے کہا :

اکے بھورے پلیوں راجا ! پربرے ہوکے سوں
اکے توں جتی ستی مرد ، اکے حقانی پیر

ترجمہ ۔ اے تہ خانے میں پلے ہوئے راجا ! غافل ہو کے نہ سو ۔ تم جتی ستی مرد بھی ہو اور حقانی پیر بھی ۔

راجکمار نے یہ سنا تو اٹھ بیٹھا اور اس نے چار کوس کا سفر طے کیا ۔ وہاں اس نے ایک ناگ کو دیکھا جس کی آنکھوں میں آندھی کی وجہ سے ریت پڑ چکی تھی ۔ ناگ نے راجکمار کے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی تو چلایا :

راہ پدھاؤں جاندیا ! بھوجن ساڈا پا
اکھیوں کنکر کڈھ جا دھرمیں لگیں بھرا
سوہے چولے باسک ناگنی کھڑی دیکھدی راہ

ترجمہ ۔ اے راستے پر سفر کرتے ہوئے مسافر ! ہمیں ہمارا کھانا عطا کر ۔ میری آنکھوں سے کنکریاں نکال دے ۔ آخر تم میرے دھرم کے بھائی ہو ۔ میری باسک ناگنی سرخ لباس پہنے ہوئے میرا انتظار کر رہی ہے ۔

راجکمار نے اپنے طوطے سے مشورہ لیا ”یہ سانپ ہر انسان کا دشمن ہے ، خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ۔ میں اس سے کیا سلوک کروں ؟“

طوطے نے جواب دیا : ”بھلائی کا نتیجہ ہمیشہ بھلائی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے “۔

راجکمار طوطے کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے گھوڑے سے نیچے اترا اور اس نے اپنے رومال سے ناگ کی آنکھوں سے ریت نکالی اور پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا تاکہ اپنے سفر کو جاری

رکھے ، مگر ناگ اس کا راستہ روک کر کھڑا ہوگیا۔

راجکمار بولا : ”میری نیکی کا یہی بدلہ ہے ؟“

ناگ نے اپنا سر جھکا کر کہا : ” آج کی رات میرے غریب خانے پر گزارو ۔ کل پھر سفر پر روانہ ہو جانا“۔

راجکمار نے اس کی دعوت قبول کر لی اور اس کے ساتھ اس کی غار کی جانب چل دیا ۔ جب وہ غار کے پاس پہنچے تو ناگ نے راجا کو غار کے باہر کھڑا کیا اور خود اپنی باسک ناگنی کو اطلاع دینے غار کے اندر گیا ۔ پھر دوبارہ آ کر راجکمار کو اپنے ساتھ لے گیا ۔ وہ رات راجکمار نے ناگ کے ساتھ اسی کے بستر میں بسر کی ۔ صبح ہوئی تو راجکمار نے ناگ سے کہا کہ تم مجھے راستہ بتا دو ۔ ناگ غار سے باہر آیا اور راستے کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا ! ” اے جگ رکھشک ! تمھارا راستہ وہ ہے ، میرا راستہ یہ ہے“۔

راجکمار بولا : ” مجھے تو دیس نکالا ملا ہوا ہے ، اس لیے میں دیس بدیس پھر رہا ہوں مگر مجھے بتاؤ تمھارا راستہ کیوں اس طرف جاتا ہے ؟“

ناگ بولا : ”مجھے یہاں کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا ، اس لیے میں اس راستے پر جاتا ہوں ۔ پہلے کسی آدمی کو ڈستا ہوں ، پھر اسے کھاتا ہوں“۔

یہ کہ کر ناگ گھاس میں غائب ہو گیا ۔ راجکمار نے دل میں کہا : ”اب جب کہ ناگ چلا گیا ہے ، چلو چل کے دیکھوں کہ اس کی بیوی کیسی ہے“۔

وہ پھر غار کے اندر گیا ۔ وہاں اس نے ناگنی کو پتھر کے تخت پر سنہری بستر پر سوئے ہوئے دیکھا ۔ اس کے پاس ایک بڑا گوہ لیٹا ہوا تھا ۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں کھیلنے لگے ۔ راجکمار نے یہ دیکھا تو اسے بہت غصہ آیا کہ ایسا ذلیل جانور ایسی خوبصورت ناگنی سے کھیل رہا ہے ۔ اس نے اسے مار دینے کا ارادہ کر لیا ۔ چنانچہ میان سے تلوار نکالی اور اس پر وار

کیا مگر ناگنی نے اپنی دم سے اُسے بچانے کی کوشش کی اور اس کی دم بری طرح زخمی ہوگئی۔ راجکمار کو بہت افسوس ہوا۔ اُس نے اپنے دل میں کہا: "میں نے گوہ پر اچھی نیت سے حملہ کیا تھا مگر اس بھلائی کا انجام برا نکلا"۔

وہ فوراً اپنے گھوڑے ہنر عراق پر سوار ہوا اور اسے حکم دیا: "جتنا تیز دوڑ سکتے ہو دوڑو"۔ گھوڑا سرپٹ دوڑا۔ بارہ کوس تک جا کر راجکمار تھک گیا اور گھوڑے سے اُتر کر شیشم کے ایک درخت تلے سو گیا۔ اسی اثنا میں ناگ اپنے گھر پہنچا۔ ناگنی نے اس کی آواز سنی تو اس کے سامنے کھڑے ہو کر یہ شکایت کی:

راہ مسافر جاندے ، گھر وچہ ڈیرا لانا چاہے
ڈیرے ان کے آوترے ، منگن لگے سیج
سیج نہ دتی مانگویں ، میری دم چلائی تیغ

ترجمہ—راہ جاتے ایک مسافر نے گھر میں رات بسر کرنی چاہی۔ اس کا رات بسر کرنا بری نیت سے تھا، کیوں کہ وہ آبرو کا طلب گار ہوا۔ جب میں اپنی آبرو گنوانے کے لیے تیار نہ ہوئی تو اُس نے میری دم پر تلوار کا وار کیا۔

ناگ نے اپنی استری کی شکایت سنی تو اس سے دریافت کیا کہ مسافر کس وقت اس کے پاس آیا تھا؟ ناگنی نے جواب دیا: "آدھی رات کو"۔ سانپ بولا "تم نے سچ نہیں کہا کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ ساری رات وہ میرے قریب سوتا رہا اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ بے داغ کردار کا انسان ہے"۔

مگر ناگنی اپنی بات پر بضد رہی۔ چنانچہ ناگ راجکمار کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ ایک لمحے میں وہ شیشم کے اس درخت کے پاس پہنچ گیا جس کے نیچے راجکمار سو رہا تھا اور اس کا طوطا اس کے گھوڑے کی زین پر بیٹھا ہوا تھا۔ ناگ نے راجکمار کا لحاظ کرتے ہوئے اسے فوراً نہ ڈسا، بلکہ اس کے ایک جوتے میں بیٹھ

گیا اور دل میں کہنے لگا : ''جب راجا اٹھے گا اور اپنے جوتے پہنے گا ، اس وقت میں اسے ڈسوں گا اور اس سے معلوم کروں گا کہ ناگنی نے جو کچھ مجھے بتایا ہے وہ ٹھیک ہے یا غلط ۔ اگر اس نے سچی بات بتا دی تو میں اپنا زہر روکے رکھوں گا ، لیکن اگر اس نے غلط بیانی سے کام لیا تو میں اسے دوبارہ ڈس کر اس کا کام تمام کر دوں گا''۔

تھوڑی دیر بعد راجکمار جاگا اور اپنے جوتے پہننے کے لیے بڑھا تو طوطا چلایا :

دوروں آیا چل کے ، جوڑے وڑیا اے
جھاڑ کے موزہ تو پائیں ، ان جھاڑا بڑا گناہ

ترجمہ — کوئی دور سے چل کے آیا ہے اور اب جوتے میں چھپا بیٹھا ہے ۔ جوتا پہننے سے پہلے اسے جھٹک لینا ۔ بغیر جھٹکے جوتا پہننا بڑا گناہ ہے ۔

ناگ نے طوطے کی آواز سنی تو باہر نکل آیا اور بولا : '' اے راجا ! تم نے میرے ساتھ تو بہت اچھا سلوک کیا ، مگر میری ناگنی کے ساتھ تمھارا برتاؤ کیوں ایسا رہا ؟''

راجکمار بولا : '' میں نے تمھارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی ۔ تم چاھو تو مجھے اب مار دو اور چاھو تو میری بات سن لو ، جیسے تمھاری خوشی ہو کرو''۔

ناگ بولا : '' اگر میں مار ڈالنا چاھتا تو تمھیں سوتے ہوئے مار سکتا تھا ۔ تم سچی بات مجھے بتا دو''۔

راجکمار بولا : '' میں تمھاری غار میں گیا تو وھاں میں نے ایک گوہ کو تمھاری ناگنی سے ھنستے کھیلتے دیکھا ۔ مجھے غصہ آیا ، اس لیے میں نے اس پر تلوار کا وار کیا ، مگر تمھاری ناگنی نے اس پر اپنی دم رکھ دی اور اسے بچا لیا ۔ وہ اپنے پریمی کو بچاتے ہوئے اپنی دم گنوا بیٹھی ۔ اس سے مجھے بڑا دکھ ہوا ، اس لیے میں وھاں سے چلا آیا ''۔

”مگر تم نے گوہ کو مارنے کے لیے دوسرا وار کیوں نہ کیا ؟“ ناگ بولا ۔

”میں نے دوسرا وار کیا تھا“ راجکمار نے جواب دیا ”مگر وہ جلدی سے اپنے بل میں گھس گیا اور میری تلوار صرف اس کے پچھلے حصے کو ذرا سا چھو سکی ۔ پھر میں چلا آیا“۔

ناگ بولا : ”تمھارا کوئی قصور نہیں“۔ کیوں کہ وہ خود کئی بار گوہ کو اپنی ناگنی کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھ چکا تھا ۔

اس کے بعد راجکمار وہاں سے آگے کو روانہ ہو گیا اور ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ڈھاک کے درختوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا ۔ وہاں ایک ہرن اور ہرنی آپس میں کھیل رہے اور ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ دوڑ رہے تھے ۔ راجکمار نے انھیں شکار کرنا چاہا ، مگر طوطا بولا : ”اے راجا ! یہ اجنبی سر زمین ہے ۔ ممکن ہے یہ ہرن اور ہرنی یہاں کے کسی راجکمار کی ملک ہوں ۔ اس لیے ان پر تیر نہ چلاؤ ، بلکہ تیر کمان ایک طرف رکھ کر ان کی نگہداشت کرتے رہو“۔

راجکمار نے اسی پر عمل کیا اور وہ اپنا تیر کمان رکھ کر ان کی نگہداشت کرنے لگا ۔

اچانک ایک شکاری ظاہر ہوا جس نے اپنا بدن ڈھاک کے پتوں میں لپیٹ رکھا تھا ۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہرن کے پیچھے پہنچ گیا ، کیوں کہ ہرنوں نے اسے پتوں کا ڈھیر سمجھا ۔ انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ انسان ہے ۔ ہرن اسے دیکھنے کو ٹھہر گیا ۔ ہرنی اس کے ارد گرد پھرنے لگی ۔ پھر اس شکاری نے بنسری بجانی شروع کر دی ۔ ہرن نے بنسری کی آواز سنی تو زار و قطار رونے لگا ۔ جب ہرنی کا منہ شکاری کی طرف ہوتا وہ کھڑا رہتا ، مگر جب اس کا منہ دوسری طرف ہوتا وہ شکاری تین چار قدم آگے بڑھ جاتا ۔ دو گھنٹے تک یوں ہی ہوتا رہا ۔ بالآخر ہرنی کو معلوم ہو گیا کہ وہ شکاری اور اس کا دشمن ہے ۔ اس نے ہرن سے کہا :

جنگل جمی ، بن پلی ، تے بن وچ میرا واس
عجب تماشا دیکھیا ، جے پیریں چلن پلاس

ترجمہ—میں جنگل میں پیدا ہوئی ، بن میں پرورش پائی اور بن ہی میں میں بستی ہوں ۔ آج یہ عجیب تماشا دیکھا کہ درخت پاؤں سے چلتے ہیں ۔

مگر ہرن نے جواب دیا :

جنگل جمی ، بن پلی ، تے بن وچ تیرا واس
ڈٹھے باجھ نہ ھلساں ، توڑاں سیکھاں چڑھاں کباب

ترجمہ—تم جنگل میں پیدا ہوئی ، بن میں تم نے پرورش پائی اور بن ہی میں تم بستی ہو ۔ میں اپنی آنکھوں سے دیکھے بغیر یہاں سے نہیں ہلوں گا ، خواہ مجھے کباب بن کر سیخوں پر ہی کیوں نہ چڑھنا پڑے ۔

اس اثنا میں شکاری نے اپنی بنسری کو تو دانتوں میں دبایا اور دونوں ہاتھوں سے تیر کمان پر چڑھا کر اس قوت سے ہرن کو مارا کہ وہ سات قدم دور جاپڑا ۔ جوں ہی ہرن گرا ، ہرنی نے چھلانگ لگائی اور اپنی جان بچا کے وہاں سے بھاگ گئی ۔ شکاری ہرن کی طرف بڑھا اور اسے ذبح کرنے کے لیے اس نے اپنا چاقو نکالا ۔
زخمی ہرن نے شکاری کی طرف دیکھا اور کہا :

ترکھی چھری چلاندیا راجا ! کھنڈی چھری چلا
جب لگ سانس کرنگ میں ، تب لگ بین بجا

ترجمہ— اے تیز چھری چلانے والے راجا ! کند چھری چلا ۔ جب تک میرے جسم میں سانس ہے ، اس وقت تک مجھے بانسری سنائے جا ۔

شکاری نے ہرن کو ذبح کر کے چاقو گھاس میں گاڑ دیا ، مگر تقدیر کی بات ، چاقو ایک سانپ کے پیٹ میں جا گھسا جو اتفاق سے اس وقت اسی جگہ پڑا ہوا تھا ۔ شکاری کا دھیان ہرن کی طرف تھا اس لیے وہ سانپ کو نہ دیکھ سکا ۔ سانپ کو چاقو سے تکلیف پہنچی تو اس نے شکاری

کو کاٹ کھایا اور وہ تینوں ـــــ سانپ ، شکاری اور ہرن ـــــ اسی جگہ زمین پر تڑپنے لگے۔

یہ دیکھ کر راجکمار نے طوطے سے کہا : ''میرے خیال میں ہمیں یہاں سے چلنا چاہیے ''۔

طوطا بولا : ''جگ رکھشک ! ذرا ٹھہر جاؤ تو تم ایک اور نظارہ دیکھو گے ۔ تم نے دیکھا تھا کہ ہرنی ہرن کی زندگی میں کتنی وفادار تھی ۔ اب تم دیکھو گے کہ وہ اس کی موت میں بھی کیسے اس کا ساتھ دیتی ہے''۔

ابھی طوطے نے بات ختم نہیں کی تھی کہ ہرنی دوڑتی ہوئی آئی اور ہرن کے سینگوں پر پیٹ رکھ کر اس نے بھی وہیں جان دے ڈالی ۔

راجکمار نے پھر کہا : ''چلو اب تو یہاں سے چلیں''۔

مگر طوطا بولا : ''نہیں میرے آقا ، ابھی نہیں ، ذرا ان گیدڑوں کی طرف دیکھو''۔

ایک گیدڑ اور اس کی مادہ لاشوں کے پاس آئے اور انہیں کھانے کے متعلق آپس میں باتیں کرنے لگے ۔ گیدڑ نے اپنی مادہ سے کہا :
''شاید وہ مردہ نہ ہوں بلکہ سو رہے ہوں ۔ ایسا نہ ہو کہ ہم میں سے کسی کو ان سے نقصان پہنچے ۔ میں تو بھاگ جاؤں گا مگر تمہیں نقصان پہنچ جائے گا ''۔

مگر مادہ نے اس کی ایک نہ سنی ۔ آخر گیدڑ نے اس کی بات مان لی اور وہ دونوں شکاری کی جانب بڑھے ۔ قریب پہنچے تو شکاری کے بدن پر لگے ہوئے پتے ہوا سے ہلے ۔ گیدڑ ڈر گیا ، مگر اس کی مادہ بولی : ''اے بزدل ! تم کس چیز سے ڈر کر بھاگ رہے ہو؟''

گیدڑ ٹھہر گیا ۔ اس نے ایک بار اور کوشش کرنے کا تہیہ کیا اور پھر شکاری کے قریب پہنچ گیا ۔ وہاں پہنچا تو اسے شکاری کی کمان نظر آئی ۔ اس نے دل میں کہا : ''یہ ٹیڑھی چیزیں ہی سب برائیوں کی جڑ ہوتی ہیں''۔ یہ سوچ کر اس نے پہلے کمان کو اپنے راستے سے

دور کرنے کی ٹھانی ۔ چنانچہ اس نے کمان کو ڈوری سے پکڑا اور اسے اپنی مادہ کے پاس لے آیا اور اسے کہا : ''پہلے تم کمان کا چمڑا کھا لو ، پھر میں دوسری چیزوں کی طرف جاؤں گا''۔

''مگر یہ تو بڑا سخت ہے'' وہ بولی ''میں تو اسے توڑ نہیں سکتی ۔ تم اس کا ایک سرا پکڑو ، میں دوسرا پکڑتی ہوں''۔

گیدڑ بولا ''تم چھوڑ دو ، میں اکیلا ہی اسے توڑ ڈالوں گا''۔

گیدڑ نے کمان کا ایک سرا ایک بڑے پتھر کے نیچے رکھا اور دوسرے کو اپنے سر سے دبا کر کمان کو توڑ ڈالا مگر کمان ٹوٹی تو اس کا پتھر والا سرا اس زور سے گیدڑ کے سر پر لگا کہ اس کا بھیجا باہر نکل آیا اور وہ وہیں مر گیا ۔ مادہ گیدڑ خوش تھی کہ کمان میرے پیٹ میں نہیں لگی ، جیسا کہ وہ خیال کرتی تھی ۔ مگر جب وہ گیدڑ کے پاس گئی اور اسے مرے ہوئے پایا تو وہ بھی غم کے مارے کمان کے دوسرے سرے سے اپنا سر پھوڑ کے مر گئی ۔

راجکمار نے طوطے سے کہا : ''یہ چھ تو یہاں جان دے چکے ہیں ۔ آؤ اب ہم یہاں سے چلیں''۔

چنانچہ وہ وہاں سے چل دیے اور ایک شہر میں پہنچے ۔ بازار میں انہوں نے کوئی چیز بجنے کی آواز سنی ۔ راجکمار نے طوطے سے پوچھا : ''یہ کیا آواز ہے ؟'' کیوں کہ وہاں اپنے سوا انہیں کوئی اور نظر نہیں آتا تھا ۔ مگر وہ تھوڑی دور اور آگے گئے تو انہوں نے ایک قصاب کی دوکان اور ایک خوبصورت عورت دیکھی ۔ عورت دوکان کے اندر داخل ہوئی اور اس نے قصاب سے کہا : ''میرا خاوند دو تین روز سے شکار کے لیے گیا ہوا ہے اور میں اس کا انتظار کر رہی ہوں ۔ مجھے ایک سیر گوشت دو تا کہ میں اس کے لیے کھانا تیار کر رکھوں''۔

وہ گوشت لے کر گلی میں آئی تو راجا رسالو نے اس سے کہا :

وچ بازار پھریندیے ، تیرے گل لعلاں دے ہار
نیلے چچرے والا کھادا ای باسک ناگ

ترجمہ۔اے بازار میں پھرتی ہوئی عورت ! تیرے گلے کو لعلوں کا ہار نصیب ہو۔ ڈھاک کے پتوں میں لپٹے ہوئے آدمی کو تو باسک ناگ نے ڈس کھایا ہے۔

عورت نے راجکمار سے کہا : ''باسک ناگ نے کس جگہ آدمی کو ڈسا ہے ؟ چلو چل کے مجھے وہ جگہ دکھاؤ ''۔

راجکمار اس عورت کے ساتھ واپس اس جگہ پہنچا جہاں شکاری مرا پڑا تھا۔ عورت نے پتے ہٹائے اور دیکھا تو وہ اسی کے خاوند کی لاش تھی۔ اسے بہت رنج ہوا اور اس نے جان دے ڈالنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ کمر سے خنجر نکالا اور پیٹ میں بھونک کر مر گئی۔

اس پر راجکمار کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

اک مرینديان دو موئے ، دو مرنے سے چار
چار مرنے سے سات موئے ، چار مرد تن نار

ترجمہ۔ایک مرتے مرتے دو مر گئے اور دو سے چار مرے۔ چار مرنے سے سات مرے ، چار مرد اور تین عورتیں۔

اب راجکمار پھر وہاں سے روانہ ہوا اور چلتے چلتے نیلا (یا سیلا) شہر میں پہنچا۔ وہاں اس نے ایک بوڑھی عورت دیکھی جو رو بھی رہی تھی اور ہنس بھی رہی تھی اور ساتھ ساتھ روٹیاں بھی پکاتی جاتی تھی۔ راجکمار نے اس سے پوچھا : ''مائی ! تم روٹیاں پکاتے ہوئے روتی اور ہنستی کیوں ہو ؟''

''تم کیوں پوچھتے ہوں ؟'' بوڑھی عوت نے کہا۔ ''تمھیں اس سے کیا حاصل ہوگا ؟''

راجکمار نے کہا : ''مجھے سچی بات بتا دو۔ اس سے ہم میں سے کسی ایک کو ضرور فائدہ ہوگا ''۔

بوڑھی عورت بولی : ''اچھا سنو۔ میرے سات بیٹے تھے۔ ان میں سے چھ کو ایک ایک کر کے ایک راکھشس نے مار ڈالا ہے۔ آج ساتویں کی باری ہے۔ اسی کے لیے میں روٹیاں پکا رہی ہوں ، کیوں کہ

اس شہر کے راجا کا حکم ہے کہ جو آدمی راکھشس کے لیے بھیجا جائے اس کے ساتھ ٹوکرا روٹیوں کا اور ایک بھینس بھی جائے۔

یہ سن کر راجا رسالو نے کہا :

نہ رو ماتا بھولیے ، نا اتھرو ڈھلکا
تیرے بیٹے کے عوض میں سر دیساں چا

ترجمہ— اے بھولی ماتا ! نہ رو ، نہ آنسو ٹپکا ۔ تیرے بیٹے کے عوض میں اپنا سر دے دوں گا ۔

مگر وہ بوڑھی عورت بولی ''کون کسی کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالتا ہے ؟''

راجکمار نے کہا : ''میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ تمھارے بیٹے کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈال دونگا''۔ یہ کہ کر وہ گھوڑے سے نیچے اُتر آیا اور اس عورت کے پاس چارپائی پر بیٹھ گیا ۔

اسی وقت شہر کا کوتوال وہاں پہنچا اور بوڑھی عورت پکار اٹھی:

نیلے گھوڑے والیا راجا ! منہ داڑھی سر پگ
وہ جو دیکھتے آوندے ، جن کھایا سارا جگ

ترجمہ—اے نیلے گھوڑے والے راجا ! جس کے منہ پر داڑھی اور سر پر پگڑی ہے ۔ وہ جنھیں تم آتے دیکھتے ہو ، یہی وہ لوگ ہیں جو ساری دنیا کو کھا گئے ہیں ۔

راجا رسالو نے کوتوال کے پہریداروں سے کہا ''بوڑھی عورت کو کچھ نہ کہو''۔

کوتوال بولا ''یہ تو ٹھیک ہے لیکن اگر بوڑھی عورت کا بیٹا ابھی نہ گیا تو راکھشس شہر میں آ جائیں گے اور سارا شہر ویران کر دیں گے ۔ راجا نے ایک آدمی روزانہ راکھشسوں کے لیےمقرر کر رکھا ہے''۔

راجا رسالو بولا ''اس عورت کے بیٹے کی جگہ میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں'' ۔

کوتوال کے سپاھی بولے ''یہ تو کوئی مسافر ہے ۔ اس کا اس جھگڑے سے کیا واسطہ'' اور وہ پھر بوڑھی عورت کے بیٹے کو دھمکانے لگے ۔

راجا رسالو فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ھوا اور روٹیوں کا ٹوکرا اور بھینس لے کر راکھشسوں کی ملاقات کے لیے چل دیا ۔ اس نے بھینس سے کہا ''تم سب سے سیدھی سڑک کے ذریعے وھاں پہنچ جاؤ''۔

جب وہ راکھشسوں کے گھر کے نزدیک پہنچے تو وھاں انھیں ان کا سقہ ملا جو پیٹھ پر پانی کی مشک اٹھائے جا رھا تھا ۔ جب اس سقے راکھشس نے راجکمار رسالو کو روٹیوں کے ٹوکرے اور بھینس سمیت اپنے گھوڑے پر آتے دیکھا تو بہت خوش ھوا ۔ اس نے اپنے جی میں کہا : '' آج ھمیں ایک گھوڑا زائد کھانے کو ملے گا پیشتر اس کے کہ دوسرے راکھشس اسے دیکھ پائیں ، کیوں نہ میں ھی اسے کھا لوں''۔

یہ سوچ کر اس نے روٹیوں کے ٹوکرے میں اپنا ھاتھ ڈالا ، مگر راجا رسالو نے تلوار کے ایک ھی وار سے اس کا بازو آڑا دیا ۔ راکھشس دیو بھاگ کر اپنی بہن راکھشسنی کے پاس پہنچا ۔ اس نے پوچھا ''تم اتنی تیزی سے دوڑتے ھوئے کہاں جا رہے ھو؟''

وہ بولا : ''راجا رسالو گھوڑے پر سوار میرے پیچھے آ رھا ہے۔ دیکھو تو اس نے تلوار سے میرا ایک بازو کاٹ دیا ہے''۔

راکھشسنی نے سنا تو وہ بھی دوڑنے لگی اور وہ دونوں یہ کہتے ھوئے کہ راجا رسالو ھمارا پیچھا کر رھا ہے ، دوسرے راکھشسوں کے پاس پہنچے ۔

نسو بھجو بھائیو ، دیکھو کوئی گلی
جیہڑی اگ دھونکدی ، سو سر تے آن بلی
سوجھن ھاری سوجھ گئے ھن لہندے چڑھدے جائے
جتھے ساڈوں سکھ ملے ، سو جھٹ پٹ کرو اپائے

ترجمہ — بھاگھو بھاگھو بھائیو ، پناہ کے لیے کوئی گلی ڈھونڈھو ۔ جو آگ دور سلگ رہی تھی وہ جلتی ہوئی سر پر آن پہنچی ہے ۔ سوچنے والے خطرہ کو سمجھ گئے ہیں ، اب مشرق میں یا مغرب میں جس جگہ بھی پناہ ملے ، جھٹ پٹ وہاں پہنچنے کی کوشش کرو ۔

جب راکھشسوں نے یہ بات سنی تو وہ ایک ایسے راکھشس کے پاس گئے جو نجومی تھا اور اسے کہنے لگے : ”حساب لگا کر معلوم کرو ، کیا راجا رسالو دنیا میں پیدا ہو چکا ہے ؟“

جب اس نے کہا کہ ”ہاں وہ پیدا ہو چکا ہے“ تو وہ بہت ڈرے اور ادھر آدھر بھاگنے لگے ۔ اسی اثنا میں راجا رسالو بھی اس جگہ پہنچ گیا جہاں سب راکھشس جمع تھے ۔ انھوں نے اس سے کہا ”تم کون ہو اور یہاں تم ہمیں خراب کرنے کے لیے کیوں آئے ہو ؟“

”میں راجا رسالو ہوں ۔ راجا سالبھان کا بیٹا اور راکھشسوں کا دشمن“ وہ بولا ۔

ایک نوجوان راکھشس نے جواب دیا : ”میں تجھ جیسے کئی رسالو کچے کھا چکا ہوں“ ۔

مگر دوسرے راکھشسوں نے کہا ۔ ”راجا رسالو کی صحیح نشانیاں یہ ہیں ۔ اس کی کمند ہمیں جکڑ لے گی اور اس کی تلوار خود بخود ہمیں قتل کرنا شروع کردے گی “۔

راجا رسالو نے فوراً کمند کھول دی اور تلوار کو ہاتھ سے پھینک دیا ۔ کمند نے راکھشسوں کو جکڑ لیا اور تلوار نے ان کے ٹکڑے کرنے شروع کر دیے ۔

باقی کے راکھشسوں نے کہا ”اس کی ایک اور نشانی یہ ہے کہ اس کا تیر ایک ہی بار سات تووں کو اکٹھے چھید دے گا“۔ یہ کہ کر انھوں نے سات توے اکٹھے رکھے ۔ اور ان کے پیچھے سات راکھشس کھڑے کیے جو آپس میں بھائی تھے ۔ راجا رسالو نے ایسا تیر مارا کہ وہ سات تووں اور سات راکھشسوں کو چھید کر نکل گیا۔

پھر اس نے ان ساتوں راکھشسوں کے سر کاٹ لیے ، مگر راکھشسنی جو ان کی بہن تھی، وہ گندہ گری[1] کی پہاڑیوں کی طرف بھاگ گئی اور وہاں جا کر ایک غار میں چھپ گئی۔ راجا رسالو نے اس کا تعاقب کیا اور وہاں پہنچ کر اس نے غار کے منہ پر اپنا بت نصب کرایا۔ اس بت میں راجا رسالو کو پورے ہتھیار سجائے دکھایا گیا تھا۔ وہاں سے وہ راجا ھری چند[2] کے باغ کو چلا گیا۔

جب وہاں کے لوگوں نے راجا رسالو کی بہادری کے متعلق سنا تو سب اسے دیکھنے کے لیے باھر آگئے ۔ رات کے وقت راجا ھری چند کی بیٹی سانکھنی بھی اپنی ساٹھ باندیوں کے ساتھ اسے دیکھنے کے لیے آئی۔ راجا رسالو نے اسے کہا :

رات اندھیری ، جل گھنا ، کی دسے پوھار
انب ھیٹھ کھلوتیے ! تیرے ھتھ کنگن ، گل ھار
اکے گوتنے جھڑکئیں ، اکے پی مار

ترجمہ—رات اندھیری ھے ۔ گھنے بادل چھائے ہوئے ھیں۔ بارش کس چیز کا پتہ دیتی ھے ؟ اے وہ عورت جو آم کے پیڑ تلے کھڑی ھے ! جس کے ھاتھوں میں کنگن اور گلے میں ھار ھے ، کیا تجھے خاوند نے جھڑکا ھے ، یا اس نے تجھے پیٹا ھے ؟

رانی سانکھنی نے جواب دیا :

رات اندھیری ، جل گھنا ، میرے ھتھ کنگن ، گل ھار
نہ میں گونتے جھڑکیاں ، نہ دی ھے دھتکار
الیاں ڈھلچاں گھر پکیاں راجا ! جا کے موجاں مار
انھاں گلیاں وچ لابھ نہیں ، لوگ ھندے ھن خوار

ترجمہ—رات اندھیری ھے ، گھنے بادل چھائے ہوئے ھیں ، میرے ھاتھوں میں کنگن اور گلے میں ھار ھے۔ نہ مجھے خاوند نے

---

۱ - گندہ گڑھ کی پہاڑیاں اٹک کے شمال میں دریائے سندھ کے کنارے تک پھیلی ہوئی ھیں۔ مصنف

۲ - ھری چند سے مشہور راجا ھریش مراد ھے۔ مصنف

جھڑکیاں دیں ہیں ، نہ اس نے مجھے دھتکارا ہے ۔ اے راجا!
تیرے گھر کچے انگور پک کر تیار ہیں ۔ جا اور جا کر ان
سے لطف اندوز ہو ۔ ان گیوں میں کوئی فائدہ نہیں ، یہاں
لوگ یونہی خوار ہوتے ہیں ۔

یہ کہ کر وہ اپنے گھر واپس چلی گئی ، مگر راستے میں اسے اس بات پر افسوس ہوا کہ میں نے کیوں راجا سے اس قدر سخت باتیں کیں ۔ اگلی صبح سورج نکلنے کے بعد راجا رسالو ایک تالاب پر اپنے کپڑے دھونے کے لیے گیا تو اتفاق سے رانی کی ایک باندی بھی وہاں پانی بھرنے آئی ہوئی تھی ۔

اس نے راجا رسالو کو پہچان لیا اور گھر پہنچ کر رانی سے اس بات کا ذکر کیا کہ میں نے تالاب پر راجا رسالو کو دیکھا ہے ۔ رانی نے اس کی ساری بات سن لی اور پھر اسے حسب معمول روز مرہ کے کاموں پر لگا دیا ۔ جب وہ اپنے کاموں میں منہمک ہو گئی تو رانی نے باندی کا لباس پہنا ، گھڑا اٹھایا اور اسی تالاب پر پانی بھرنے کے لیے پہنچ گئی ۔ گھڑا بھرتے وقت اس نے سیدھا راجا کی طرف دیکھا مگر راجا چونکہ شریف انسان تھا ، اس نے ادھر پیٹھ موڑ لی اور اپنے کپڑے دھوتا رہا ۔ رانی نے کہا :

سر پر کپڑے دھوندیا راجا ! جامہ دھوئیں ، سوتی پگ
پھوئیں گھڑولی میں بھری ، تدھ مول نہ کیتی سودھ
مان کیتوئی اپنے روپ دا ، دے کے بیٹھوں کنڈ
سچ منہ تھیں بول راجا ، توں سادھ پھریں کہ ٹھگ

ترجمہ ۔ اے تالاب پر کپڑے دھوتے ہوئے راجا ! تم اپنے بدن کے
کپڑے اور سوتی پگڑی دھونے میں مصروف ہو ۔ میں اپنا
چھوٹا گھڑا بالکل آہستہ آہستہ بھرتی رہی ہوں ، مگر تم نے
میری طرف کوئی توجہ نہیں کی ۔ تمھیں اپنے حسن کا غرور
ہے جو تم میری طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئے ۔ اے راجا سچ
کہو ، تم شریف انسان ہو یا ٹھگ ؟

راجا رسالو نے جواب دیا :

دیس بیگانہ ، بھوم اوپری ، اور تو بیگانی دھی
جے پردیسی دا دل پوے تے کون چھڑاوے جی

ترجمہ—اجنبی ملک ہے ، غیر سرزمین ہے اور تم پرائی لڑکی ہو ۔ اگر
یہ مسافر کہیں دل لگا بیٹھا تو کون اسے بچائے گا ؟

مگر رانی بولی :

چندن چیراں ، چخ بہاں ، پھوک لگاواں آگ
جے پردیسی دا دل پوے تاں مراں میں تیرے گل لاگ

ترجمہ—میں چندن لکڑی چیر کر اس کی چتا بناؤں اور اس میں بیٹھ
کر اسے آگ لگا دوں ۔ اگر مسافر کا دل آجائے تو میں اس کے
لیے جان دے دوں ۔

راجا نے جواب دیا :

سینگ نہ بھاری گئواں ، پھل نہ بھاری روکھ
اوس رکھ کو کیوں سیویئے جس کی چھاؤں نہ دھوپ

ترجمہ—گایوں کے لیے سینگ گراں نہیں ، نہ درختوں کے لیے پھل گراں
ہے ، مگر ایسے درخت کی سیوا کرنے کا کیا فائدہ جس کی نہ
چھاؤں ہو اور نہ وہ دھوپ سے بچا سکے ۔

رانی نے جواب دیا :

پانی بھرساں دھرمی راجا ، نیتی دیکھ نہ بھول
جیسا میرے گھرگونٹے ہے ، اس کی بانہہ کا ناھیں تیرا مول

ترجمہ—اے ایماندار راجا ! میں صرف یہاں پانی بھر رہی ہوں ، میری نیت
پر شک نہ کر ۔ جیسا میرا خاوند ہے ، تمھاری قیمت تو اس کے
ایک بازو کے برابر بھی نہیں ۔

راجا نے جواب دیا :

اپنا آپ سلاھیو رانی ! گھر سلاھیو یار
گھر جو چھوڑی استری اس کے گل پھولوں کے ھار
جس رانی دا بیڑا اس کیاں تدھ جیہاں پانی ھار

ترجمہ—رانی ، یہاں تم اپنی تعریف کرتی ہو ، گھر میں اپنے خاوند کی ۔

میں جو عورت گھر چھوڑ آیا ہوں ، اس کے گلے میں پھولوں کے ہار ہیں ۔ جس رانی کا میں بیٹا ہوں ، تیری جیسی عورتیں اس کی خدمت گزار ہیں ۔

رانی بولی :

اپنا آپ سلاھیو راجا ، گھر سلاھیو جو
میری جیسی ، راجا ، استری جنگل بیلے ہرنی ہو

ترجمہ — اے راجا تم نے اپنی تعریف کی ہے یا اپنے خاندان کی ۔ میرے جیسی عورت ملنا تو ناممکن ہے ، البتہ جنگل بیابان میں کوئی ہرنی ہو تو ہو ۔

راجا نے کہا :

ہرنی کیا سلاھیو رانی ، چیڑی دندان کھاوے گھا
نت جو آویں ہیڑواں یا شکاریاں جنگل دتے کتے لا
تدھ جیھاں کئی چھڈیاں ، جا کے بیہن بازار

ترجمہ — رانی ! ہرنی کی کیا تعریف کرتی ہو ، جو دانتوں سے گھاس کھاتی ہے ، شکاری ہمیشہ جنگل میں اس کے پیچھے کتے لگائے رکھتے ہیں ۔ تیری جیسی کئی چھوڑی ہوئی عورتیں بازار جا بیٹھتی ہیں "۔ اس اثنا میں رانی کی ساٹھ باندیاں بھی وہاں پہنچ گئیں اور وہ راجا سے لڑنے لگیں :

"یہ کون ہے جو یہاں تالاب میں اپنے کپڑے دھو رہا ہے "۔

راجا بولا : " میں یہاں اجنبی ہوں ، مجھے معلوم نہ تھا کہ اس تالاب پر کپڑے دھونا منع ہے ۔ اب جب کہ میں اپنے کپڑے دھو چکا ہوں ، میں یہاں سے چلا جاتا ہوں "۔

رانی اپنی ساٹھ باندیوں کے ساتھ تالاب میں نہانے لگی ۔ راجا نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے رانی سے کہا :

آچی لمبی رانی ، تیرے تلیر کیس پو نت
دس کیہاں مجھ کو ورتڑی بھولے پانی دے چکنت؟
بانہاں آلاراں کجھ ننگی ، منہ سے ہولے دنت
دو جو دسن رکھڑے ، بھولے پانی دے چلنت

ترجمہ—اے سرو قد رانی ! جس کی مشکین زلفیں اس کے بدن پر پھیلی
ہوئی ہیں ! مجھے بتا تو سہی پانی بھرنے کے بہانے تو مجھے کیا
کہنا چاہتی تھی - بازو پھیلا کر تم نے اپنا بدن دکھایا اور
گفتگو کر کے اپنے دانت - اور پانی بھرنے کے بہانے تم نے دو
حباب دکھا دیے —

پھر اس نے رانی سانکھنی سے راستہ دریافت کیا اور ھوڈی نگری کی طرف روانہ ھو گیا - وھاں پہنچا تو دو لمبے بانس زمین میں گڑے ھوئے دیکھے - لوگوں سے پوچھا تو معلوم ھوا کہ یہ دونوں بانس راجا ھری‌چند نے گڑوائے ھیں تاکہ جب سیالکوٹ کے راجا سالبھان کا بیٹا راجا رسالو وھاں پہنچے تو راجا ھری چند کو اس کا پتہ چل سکے اور وہ اس سے اپنی بیٹی بیاہ سکے -

راجا رسالو نے پوچھا : ”وہ کیسے؟“

لوگوں نے بتایا کہ ان بانسوں کے اوپر دو سونے کے پیالے رکھے ھوئے ھیں - راجا رسالو جب وھاں پہنچے گا تو وہ ان پیالوں کو تیر مار کر نیچے گرا دے گا اور راجا ھری چند کو معلوم ھو جائے گا کہ یہ راجا رسالو ھے -

راجا رسالو نے پوچھا : ”کیا اس سے پہلے بھی کسی راجا نے ان پیالوں کو گرانے کی کوشش کی ھے ؟“ لوگوں نے اسے بتایا کہ کئی راجے آئے ، جنھوں نے اپنے آپ کو راجا رسالو ظاھر کیا اور پیالوں پر تیر چلائے ، مگر وہ انھیں گرا نہ سکے اور انھیں شرمندگی اٹھا کر واپس جانا پڑا - راجا رسالو نے یہ سنا تو اس نے اپنی کمان اٹھائی اور پیالوں پر تیر چلایا - تیر سیدھا نشانے پر لگا اور دونوں پیالے زمین پر آ رھے - اتفاق سے ایک لڑکا ادھر سے گزرا - اس نے وہ دونوں پیالے اٹھائے اور انھیں راجا ھری چند کے پاس لے گیا - راجا نے پوچھا ”ان پیالوں کو کس نے گرایا ھے؟“ مگر وہ لڑکا کوئی جواب نہ دے سکا ، کیوں کہ اس نے انھیں گرتے ھوئے نہیں دیکھا تھا - وہ بولا : ”میں نے تو یہ دونوں پیالے اور ایک تیر زمین پر پڑا ھوا پایا - تیر میں زمین سے کھینچ نہ سکا ، پیالے لے آیا ھوں“۔

راجا ھری چند نے معلوم کر لیا کہ راجا رسالو وھاں پہنچ چکا ھے - اس نے اپنا ایک نوکر بھیجا تا کہ راجا رسالو کا پتہ چلائے۔ نوکر نے راجا رسالو کو راجا ھری چند کے باغ میں میٹھی نیند سوتے دیکھا۔ واپس اپنے مالک کی خدمت میں حاضر ھوا اور کہا : ''راجا رسالو واقعی یہاں پہنچ چکا ھے اور اس وقت آپ کے باغ میں سو رھا ھے''۔

راجا ھری چند بولا ! ''مجھے تو یقین نہیں آتا ، اور بھی کئی لوگ ھیں جو اچھے تیر انداز ھیں۔ اچھا یوں کرو ، اسی باغ میں ایک آم کا درخت ھے ، جس کی ایک ٹہنی ھمیشہ ھری رھتی ھے۔ اس ٹہنی پر دو آم ھیں جو کبھی نہیں گرتے۔ لوگ کہتے ھیں جب اصلی راجا رسالو ظاھر ھوگا وہ ان آموں کو نیچے گرا دے گا۔ تم جاؤ اور دیکھو ، کیا وہ شخص ان آموں کو زمین پر گرا سکتا ھے''۔

راجا کا نوکر باغ میں گیا تو کیا دیکھتا ھے کہ راجا رسالو سو رھا ھے اور وہ دونوں آم اس کی جھولی میں پڑے ھیں—ایک آم سالم اور دوسرا کچھ کھایا ھوا۔ نوکر نے وہ آم ، جو تھوڑا سا کھایا ھوا تھا ، اٹھا لیا اور اسے لے کر راجا ھری چند کے پاس آ گیا اور اس سے کہا ''جگ رکھشک ! آم تو نیچے پڑے ھیں ، مگر یہ معلوم نہیں وہ خود گرے ھیں یا کسی نے انھیں گرایا ھے۔ میں نے انھیں راجا رسالو کی جھولی میں پڑے ھوئے پایا ھے۔ ان میں سے ایک قدرے کھایا ھوا تھا ، وہ میں آپ کو دکھانے کے لیے لے آیا ھوں''۔

اب راجا ھری چند کو یقین آ گیا کہ راجا رسالو واقعی وھاں پہنچ گیا ھے۔ چنانچہ اس نے اپنی بیٹی سانکھنی کو اس سے بیاھنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

اس نے راجا رسالو کے ماتھے پر زعفران کا ٹیکا لگایا اور محل میں شادیانے بجنے لگے۔ شہر ھوڈی نگری کی سب عورتیں گئیں اور راجا رسالو کو باغ سے راجا ھری چند کے محل میں لے آئیں۔ برھمن اکٹھے ھوئے تا کہ حساب لگا کر شادی کے لیے ایک مبارک ساعت کا انتخاب کریں ، مگر وہ کسی ایک ساعت پر متفق نہ ھو سکے۔ آخر راجا ھری چند نے ایک غریب برھمن کو بلایا ، اس نے کہا :

''جگ رکھشک ! جان بخشی ہو تو سچ سچ عرض کروں''۔

''کہو'' راجا ہری چند بولا ۔

برہمن نے کہا ''سچی بات یہ ہے کہ رانی سانکھنی کی شادی راجا رسالو سے نہیں ہوگی ۔ وہ ایک سنار کے لڑکے سے بیاہی جائے گی''۔

یہ سن کر راجا ہری چند خاموش ہو گیا ، مگر دوسرے برہمنوں نے اس غریب برہمن کو پیٹنا شروع کر دیا کہ اس نے ایسی ناپسندیدہ بات کیوں زبان سے نکالی ۔ اس کے بعد سب برہمن اپنے گھروں کو چلے گئے اور راجا ہری چند نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید غریب برہمن کی بات سچی ہو ، اس شہر سے تمام سناروں کو نکلوا دیا ۔

اس واقعے سے تین چار ماہ بعد دھومن[1] گاؤں کا ایک سنار سیر کی غرض سے اس شہر میں آیا ۔ راجا نے حکم دے رکھا تھا ''اب کوئی سنار آئے تو اسے میرے سامنے پیش کیا جائے کیوں کہ میں اپنی بیٹی سانکھنی کے لیے دو ہزار روپے کے زیورات بنوانا چاھتا ہوں''۔ پس جونہی دھومن کا وہ سنار وھاں پہنچا ، اسے راجا کے سامنے پیش کر دیا گیا ۔

سنار نے راجا کے حکم کے مطابق زیورات بنانے کا کام شروع کر دیا اور اسے اس کام میں دو ماہ لگ گئے ۔ جب وہ دو ماہ تک گھر واپس نہ پہنچا تو اس کی بیوی نے رو رو کے اپنا برا حال کیا ۔ آخر اس کے بیٹے نے ماں سے دن رات رونے کی وجہ پوچھی تو وہ بولی ''تمھارا باپ گھر سے گیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ میں پندرہ دن کے اندر گھر واپس آ جاؤں گا ۔ اب دو ماہ گزر چکے ہیں اور وہ نہیں آیا ۔ مجھے ڈر ہے کہیں اس کی موت واقع نہ ہو چکی ہو ۔ اگر وہ واپس نہ آیا تو ہمیں اسے سرگباش سمجھ کر اس کا سوگ منانا ہوگا''۔

اس کا لڑکا بولا ! ''میں اپنے باپ کی تلاش کو جاتا ہوں''۔

''کتنا عرصہ تم اسے تلاش کرو گے بیٹا ''۔ ماں نے پوچھا ۔

---

۱ - یہ گاؤں غالباً باغ نیلاب کے قریب تھا اور آجکل اسے ڈوسل کہتے ہیں ۔ مصنف

''جب تک وہ مل نہ جائے''۔ بیٹا بولا ۔

سنار کے لڑکے نے ماں سے اجازت لی ، سوداگر کا بھیس بدلا اور تجارت کا کچھ سامان لے کر ہوڈی نگری کی طرف چل دیا ۔ جب وہ قریب پہنچا اور شہر کے اندر داخل ہونے لگا تو اس نے رانی سانکھنی کو ساٹھ باندیوں کے ساتھ اپنے باغ میں سیر کرتے دیکھا ۔ رانی سانکھنی نے سنار کے لڑکے کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو ؟

اس نے جواب دیا ''میرا نام ڈھومن ہے ، میں یہاں اجنبی ہوں اور اپنے باپ کی تلاش میں آیا ہوں''۔ اس کے بعد اس نے اسے اپنی ساری رام کہانی کہہ سنائی ۔

رانی کو اسے دیکھتے ہی اس سے پیار ہو گیا ۔ وہ بولی ''میں ابھی تمہارے باپ کے متعلق سب کچھ معلوم کر کے آتی ہوں ۔ تم میرے آنے تک یہیں ٹھہرو''۔

ڈھومن سنار صبر سے وہاں بیٹھا رہا ۔ رانی واپس آئی تو اس نے اس سے کہا ''تم میرے پیچھے پیچھے آؤ ، میں بتاتی ہوں ، تمہیں کہاں جانا چاہیے''۔

وہ اس کے پیچھے پیچھے بازار میں آیا تو اس نے اسے وہ مکان دکھایا جہاں اس کا باپ راجا کے حکم سے زیورات بنانے میں مشغول تھا۔ رانی نے اس سے کہا ''اس مکان کے اندر جاؤ اور دیکھو تمہارا باپ یہاں زیورات تو نہیں بنا رہا''۔

وہ اندر گیا تو اپنے باپ کو وہیں پایا ۔ باپ نے بیٹے کو دیکھا تو رو پڑا ! ''بیٹے ! اس شہر میں کسی سنار کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ۔ مجھے تو ہونی یہاں لے آئی ، تم کیوں یہاں اپنی جان گنوانے آ گئے ہو؟''

اتنے میں رانی سانکھنی مکان کے اندر پہنچ گئی اور بولی ''گھبراؤ مت ، تمہارے لیے یہاں کوئی خطرہ نہیں''۔ یہ کہ کر وہ ڈھومن سنار کو اپنے ساتھ لے گئی ۔ اسے روپیہ بھی دیا اور ایک

الگ مکان بھی کرایہ پر لے دیا تاکہ اسے کسی چیز کی ضرورت نہ رہے ۔ ڈھومن سنار اپنے نئے مکان میں جا آترا ۔ اس نے وہاں اپنا گھوڑا باندھا ، کھانا تیار کیا اور کھانا کھانے کے بعد سو گیا ۔

اگلی صبح وہ اپنے باپ سے ملنے کے لیے گیا تو وہاں پھر رانی سانکھنی سے اس کی ملاقات ہوئی ۔ رانی بولی ''رات اس مکان میں بسر کیا کرو جو میں نے تمھیں لے دیا ہے اور دن کے وقت میرے باپ کے باغ میں آ جایا کرو ۔ وہاں ایک پیپل کا درخت ہے جو محل کے مغربی جانب واقع ہے ۔ اس کے نیچے ایک آدمی رہتا ہے ، تم اس سے شناسائی پیدا کر لو اور اس کے ساتھ چوپڑ کھیلا کرو''۔

ڈھومن نے رانی کے کہنے پر عمل کیا اور باغ میں جا کر راجا رسالو سے چوپڑ کھیلنے لگا ۔ رانی سانکوئی نے محل کے اندر جا کر کھڑکی میں سے ڈھومن کو دونوں ہاتھ جوڑ کر سلام کیا ۔ ڈھومن نے اس کے بازو بند کی آواز سنی تو اوپر کھڑکی کی طرف دیکھا اور رانی کو وہاں کھڑے پایا ۔ راجا رسالو نے لڑکے کو کھڑکی کی طرف متوجہ دیکھا تو اس نے بھی اُدھر نظر ڈالی ، مگر رانی کھڑکی بند کر کے جا چکی تھی ۔ راجا رسالو منہ سے کچھ نہ بولا ۔ اس نے پانی کا ایک پیالا بھرا اور اسے چوپڑ کے اوپر رکھ دیا اور کھیل جاری رکھا ۔ اچانک رانی نے دوبارہ کھڑکی کھولی اور ڈھومن کی طرف دیکھا ۔ راجا رسالو نے پانی کے پیالے میں اس کا عکس دیکھ کر اس سے اس کی حرکات کا اندازہ کر لیا اور اس کے بازوبندوں کی آواز سن کر ڈھومن سے کہا :

بازو بند لٹکدی سونے روپے نال
کر تسلیم چلی گئی ، کس کونت دی نار

ترجمہ—اس کے بازوبند سے سونا چاندی لٹک رہا ہے ، تمھیں سلام کر کے چلی گئی ہے ، یہ کس خاوند کی بیوی ہے ؟

ڈھومن نے جواب دیا :

رات اندھیری راجیا ! میرے کپڑے بھجن ہار
سوئیاں بیچ کر کھاولدے ، ایہو اساڈی کار

کر تسلیم چلی گئی ، کیا جانوں کس کونت دی نار

ترجمہ—اے راجا ! رات اندھیری ہے اور میرے کپڑے بھیگ چکے ہیں ۔ ہم سوئیاں بیچ کر اپنا گزارا کرتے ہیں ، یہی ہمارا کام ہے ۔ وہ مجھے سلام کر کے چلی گئی ہے ، میں کیا جانوں کس خاوند کی بیوی ہے ؟

جب سانکھنی نے راجا رسالو کو غصے میں دیکھا تو اس نے ڈھومن کو اشارہ کیا کہ وہ وہاں سے چلا جائے ، ورنہ راجا رسالو اس کا سر پھوڑ دے گا ۔ ڈھومن سنار رانی کا اشارہ پاتے ہی وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور راجا رسالو سے اجازت لے کر اپنے باپ کے مکان پر آ گیا ۔ رانی سانکھنی بھی وہیں پہنچ گئی ۔ ڈھومن نے بلند آواز میں اس سے شکایت شروع کر دی کہ راجا رسالو نے میری بے عزتی کی ہے ، مجھے گالیاں دی ہیں ، حالانکہ آج تک کسی نے مجھ سے ایسا سلوک نہیں کیا ۔

رانی سانکھنی بولی : ”میں راجا رسالو سے تمھارا بدلہ لوں گی ۔ تم آج رات کے دس بجے وہاں باغ میں آنا اور اس پیپل کے درخت تلے بیٹھنا جس کے پتے جھڑ چکے ہیں ۔ میں وہاں تمھیں ملوں گی“۔

ڈھومن اپنے گھر پہنچا ، کھانا کھایا اور رات کے دس بجے رانی سانکھنی کے کہنے کے مطابق باغ جانے کے لیے تیار ہوا ۔ مگر اس وقت موسلادھار بارش شروع ہو گئی ۔ اس نے ایسی بارش میں باہر جانا بے سود سمجھا اور بستر پر لیٹ کر سو گیا ۔ ادھر رانی نے اپنی باندیوں سے پوچھا ”اگر کوئی وعدہ کرے تو اسے اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیے یا توڑ ڈالنا ؟“

وہ سب یک زبان ہو کر بولیں : ”وعدہ پورا کرنا یقیناً بہتر ہے“۔

چنانچہ رانی سانکھنی نے ہر قسم کے خوبصورت تحفے لیے اور ڈھومن سنار سے ملنے کے لیے باہر نکل آئی ۔ مگر جب شہر

سے باھر جانے لگی تو اس کی باندیوں نے کہا ''اب رات کے دس بج چکے ھیں ، اس وقت کسی عورت کا شہر سے باھر جانا مناسب نہیں''۔

مگر سانکھنی نے ان کی ایک نہ سنی اور چلتی گئی ۔ باندیاں بھی اس کے ساتھ ساتھ چلتی گئیں ۔ جب وہ مقررہ جگہ پر پہنچیں تو رانی نے باندیوں سے کہا ''فلاں پیپل کے درخت کے تلے ایک شخص ڈھومن سنار ھوگا ، اسے لے آؤ ۔ میں اس سے بات کرنا چاھتی ھوں''۔

باندیوں نے ''ڈھومن ! ڈھومن !'' کہہ کر آوازیں دیں ، مگر ڈھومن نہ آیا ، کیوں کہ وہ وھاں تھا ھی نہیں ۔

اس وقت اس درخت کے نیچے ایک بوڑھاجاٹ ''پھبردوکاندار'' نامی پڑا ھوا تھا ۔ اس نے آوازیں سنیں تو بہت ڈرا ۔ اس نے رانی اور اس کی باندیوں کو پریاں سمجھا اور یہ خیال کیا کہ ڈھومن ضرور کوئی دیو ھوگا جسے وہ بلا رھی ھیں ۔ چنانچہ ڈر کے مارے وہ بے ھوش ھوگیا ۔

ادھر اُدھر ڈھومن کی تلاش کرتے ھوئے رانی اور اس کی باندیوں میں سے کسی کا پاؤں پھبر کے سر پر جا پڑا ۔ انھوں نے اندھیرے میں اسے ڈھومن سمجھا اور یہ خیال کیا کہ وہ سردی کے مارے بے ھوش ھو گیا ھے ۔ چنانچہ انھوں نے اسے وہ تمام اچھی اچھی چیزیں کھلانی شروع کیں جو اپنے ساتھ لائیں تھیں ۔ بوڑھا جاٹ وہ سب مٹھائیاں جو دس سیر کے قریب تھیں ، کھا گیا ۔ باندیوں نے جا کر رانی سے کہا کہ وہ خوبصورت نازک لڑکا تو ایک ھی بار پندرہ سیر مٹھائی چٹ کر گیا اور اب ھماری ساری مٹھائی ختم ھو چکی ھے ۔

رانی بولی : ''پھر وہ ڈھومن نہیں ھو سکتا'' چنانچہ رانی نے ایک خادم کو جو برتن میں چراغ چھپائے ساتھ تھا ، چراغ باھر نکالنے کا حکم دیا ۔ تب انھیں معلوم ھوا کہ وہ شخص ڈھومن نہیں بلکہ پھبر جاٹ تھا ۔ اس سے رانی کو سخت صدمہ ھوا ۔ اس نے دل میں کہا : '' یہ ڈھومن کیسا خاوند بنےگا جو وعدہ بھی نہیں

نبھا سکتا"۔ اس نے پیپل کے درخت سے مخاطب ہو کر کہا :

میں پچھیندی پپلا ! تیری ڈالی بھری کپور
سچ منہ سے بول ، کہاں ہے ڈھومن ؟ شہر، کہ دور

ترجمہ—اے پیپل کے درخت ! تیری ڈالیاں پھل سے بھری رہیں !
میں تجھ سے پوچھتی ہوں۔ مجھے سچ سچ بتا ۔ ڈھومن کہاں
ہے—شہر میں یا شہر سے باہر ؟

راجا رسالو کا طوطا اُڑ کر پیپل پر بیٹھ گیا ، اُس نے وہاں سے جواب دیا :

تن من جیوڑا کمبیا رانی ، چھٹی دکہن دی وا
جے چکائیں پالڑا تے ڈھومن دیاں ملا

ترجمہ—اے رانی ! باد جنوب چل رہی ہے ، جس کی وجہ سے میرا
تن من دونوں کانپ رہے ہیں۔ اگر تم میری سردی دور
کر دو تو میں ڈھومن سے تمھاری ملاقات کرا دوں۔

رانی بولی : " درخت سے اُتر کر میری گود میں آ جاؤ ، تمھاری سردی دور ہو جائے گی"۔

طوطا درخت سے اُتر کر اس کی گود میں آ بیٹھا ۔ جب وہ ذرا گرم ہوا تو رانی سانکھنی نے اس سے کہا : " لو اب بتاؤ ڈھومن کہاں ہے؟"

طوطا اسے ڈھومن کے مکان کے دروازے پر لے گیا اور بولا : " آج وہ اس مکان کے اندر گیا تھا ۔ یہ میں نہیں جانتا اب یہیں ہے یا نہیں"۔ رانی نے آگے بڑھ کر مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا ۔ ڈھومن کے باپ نے دروازہ کھولا اور رانی کی آواز سے اسے پہچان کر کہا کہ میرے سوائے مکان کے اندر کوئی نہیں ، حالانکہ ڈھومن اندر سو رہا تھا ۔ رانی کو سخت غصہ آیا اور وہ بولی : " ابھی دروازہ کھولو"۔ بوڑھا ڈر گیا اور اس نے فوراً دروازہ کھول دیا ۔ رانی اندر چلی گئی اور وہ اور ڈھومن ساری رات بیٹھے باتیں کرتے رہے ، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

تب راجا رسالو کا طوطا پھر رانی سانکھنی کے پاس آیا اور بولا :

سورج رساں چھوڑیاں ، لگے اردو بازار
ھن کم اوکھا ھو گیا ، جاسیں کیوں کر گھر

ترجمہ—سورج نے اپنی شعاعیں چھوڑ دی ھیں ، بازار اور منڈیاں کھل گئی ھیں ، اب کام مشکل ھو گیا ھے - اب تم کیسے گھر پہنچوگی ؟

ڈھومن نے طوطے کو جواب دیا :

سورج رساں چھوڑیاں ، لگے اردو بازار
پہن ھارے کپڑے ، لک بن کے ھتھیار
وچ بازار جاسیا ، ویکھے کل سنسار

ترجمہ—سورج نے اپنی شعاعیں چھوڑ دی ھیں ، بازار اور منڈیاں کھل گئی ھیں - ھارے کپڑے پہن کر اور کمر میں ھتھیار باندھ کر رانی بازار سے نکل جائے گی - بے شک ساری دنیا دیکھتی رھے -

یہ کہ کر ڈھومن سنار باھر گیا اور بازار سے ساٹھ لاٹھیاں لے آیا اور رانی اور اس کی ساٹھ باندیوں کو مردانہ لباس پہنا دیا اور وہ اس لباس میں شہر میں سے گزرنے لگیں - راستے میں اچانک ان کی ملاقات راجا رسالو سے ھو گئی -

راجا رسالو بولا : ” تم میں سے کمزور کتنے ھیں اور طاقتور کتنے ؟“

چھیل چھبیلیا گھبروا ، سجا قدم سنبھال
دل دا بھید دس کھاں ، تو مرد ھیں کہ نار

ترجمہ—اے بانکے ترچھے نوجوان ! اپنا دایاں قدم سنبھال کے چل ، مجھے اپنے دل کا راز تو بتا ، تو مرد ھے کہ عورت ؟

رانی سانکھنی نے جواب دیا :

دند گھڑائے پہاڑیاں ، ھتھوڑیاں کوک پائی سی دیس
گتواں ڈھونڈن میں گیا ، کر مرداں دا بھیس

ترجمہ—میں نے پہاڑیوں سے اپنے دانت بنوائے ہیں اور میرے
ہتھوڑوں کی سارے ملک میں دھوم ہے ۔ میں مردوں کا بھیس
بدل کر اپنی گائیں ڈھونڈنے کے لیے نکلی ہوں ۔

تب راجا نے پوچھا : ”تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو ؟“

وہ بولیں : ”ہم بلوچ ہیں اور ہمارا گھر دریائے چناب کے کنارے ہے ۔ ہمارے اونٹ کھو گئے ہیں اور ہم ان کی تلاش میں پھر رہے ہیں“۔

راجا بولا : ”بھلا اونٹوں کا بازار میں کیا کام ؟“

وہ بولیں : ”ہم نے رات اس شہر میں بسر کی ہے ۔ اب دن کے وقت جنگل میں اونٹ تلاش کرنے نکلے ہیں“۔

راجا رسالو بولا : ”میں رات اپنی بیوی کھو بیٹھا ہوں ، میں بھی اس کی تلاش میں تمھارے ساتھ چلتا ہوں“۔

اس کے بعد راجا رسالو اور وہ سب راجا ہری چند کے سامنے سے گزرے اور راجا رسالو نے اُس سے کہا : ”کیا ان میں کوئی تمھاری چیز بھی ہے ؟“

راجا ہری چند نے جواب دیا : ”ان میں میری کوئی چیز نہیں“۔

پھر راجا رسالو نے چار چھڑیاں لیں اور ڈھومن سنار اور رانی سانکھنی کی شادی کی تیاری کرنے لگا۔

راجا ہری چند بولا : ”یہ دونوں تو مرد ہیں ، تم ان کی آپس میں کیسے شادی کر سکتے ہو ؟“

راجا رسالو بولا : ”یہ ڈھومن سنار ہے اور یہ ہے تمھاری بیٹی رانی سانکھنی“۔

اس پر راجا ہری چند کو سخت طیش آیا ۔ مگر راجا رسالو

نے اُس سے کہا : ”آپ کو اس کے معاملے میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ۔ اس کی منگنی میرے ساتھ ہو چکی ہے ۔ اب میں اس کے متعلق جو چاہوں کروں“۔

راجا رسالو نے رانی سانکھنی کی شادی ڈھومن سنار سے کر دی اور خود ہوڈی نگری چلا گیا ۔ جب وہ رانی سندراں کے گھر پہنچا تو اس نے اس کے دروازے کے سامنے ایک بوڑھے جوگی کو آگ جلائے بیٹھے دیکھا ۔

راجا رسالو نے اس سے کہا : ”مجھے بتاؤ تم یہاں اس طرح کیوں بیٹھے ہو ؟“

جوگی بولا : ”میں یہاں بائیس برس سے اس انتظار میں بیٹھا ہوں کہ رانی سندراں کو ایک بار دیکھ لوں“۔

راجا بولا : ”مجھے اپنا چیلا بنالو“۔

جوگی بولا : ”تم اس وقت بھی کرامات دکھا سکتے ہو ۔ تمھیں فقیر بننے کی کیا ضرورت ہے ؟“

مگر راجا نے اسے بہت مجبور کیا ۔ چنانچہ جوگی نے اسے اپنا چیلا بنا لیا اور اس کے کان چھید کر اُسے جوگیوں والی بالیاں پہنا دیں ۔

رات ہوئی تو جوگی بھیک مانگنے کے لیے نکلا اور چار گھروں سے بھیک مانگ لایا ۔ دو گھروں سے جو کچھ ملا تھا وہ اس نے خود کھایا اور باقی دو گھروں کی بھیک راجا رسالو کو دے دی ۔ جب دو آدمی اتنی خوراک کھائیں جو صرف ایک کے لیے کافی ہو تو ظاہر ہے دونوں بھوکوں مریں گے، مگر چونکہ راجا رسالو واقعی نیک انسان تھا اس لیے اسے خوراک کی کوئی پروا نہ تھی ، مگر جوگی کو بھوک ستاتی رہی ۔

اگلے روز پھر جوگی نکلا اور چار گھروں سے بھیک مانگ لایا ۔ اس میں سے بھی نصف اس نے خود کھائی ، نصف اپنے چیلے کو دے دی اور پھر بھوکا رہا ۔

آخر اس نے اپنے چیلے سے کہا ''اے میرے بانکے ! میں نے تمھیں اس لیے اپنا چیلا بنایا تھا کہ تم بھیک مانگ کر لاؤ اور مجھے بھی کھلاؤ ، مگر مجھے آلٹا تمھیں کھلانے کے لیے خود بھوکا رھنا پڑتا ھے''۔

چیلا بولا : ''گورو جی ! آپ نے مجھے حکم ھی نہیں دیا ۔ میں آپ کے حکم کے بغیر کیسے بھیک مانگنے جا سکتا تھا ؟''

گورو نے کہا : ''اچھا میں اب تمھیں حکم دیتا ھوں کہ تم جاؤ اور اتنی بھیک مانگ لاؤ جو میرے اور تمھارے دونوں کے لیے کافی ھو''۔

چیلا حکم کے مطابق بھیک مانگنے کے لیے نکلا اور رانی سندراں کے دروازے پر جا کر ''آلک ، آلک'' کی صدا دی ۔

جائے بوھے تے کلکیا ، لیا نام خدا
دوروں سن کے رانی سندراں تیرا ناں
جے رانی توں سخی ھیں ، خیر فقیراں پا

ترجمہ—تیرے دروازے پر آ کر آواز دی ھے اور خدا کا نام پکارا ھے ۔
رانی سندراں تیرا نام سن کر میں دور سے یہاں آیا ھوں ۔ اے
رانی ! اگر تم سخی ھو تو فقیر کو خیرات دو ۔

رانی سندراں نے فقیر کی آواز سنی تو باندی کے ھاتھ اس کے لیے خیرات بھیجی ۔ باندی نے فقیر کا حسن دیکھا تو غش کھا کر گر پڑی ۔ راجا رسالو نے پھر آواز دی : ''بھکھیا ! رانی بھکھیا !'' رانی نے ایک اور باندی بھیجی مگر وہ بھی جوگی کا حسن دیکھ کر بے ھوش ھو گئی ۔ اب رانی سندراں خود آئی تا کہ دیکھے کہ معاملہ کیا ھے ۔ رانی نے دیکھا تو فقیر واقعی پیکر حسن تھا ۔ رانی پہلے باندیوں کو ھوش میں لائی پھر اس نے گری ھوئی خیرات زمین سے اکٹھی کی اور باندیوں کو ساتھ لے کر اندر چلی گئی ۔ اندر جا کر رانی نے موتیوں سے تھالی بھری اور اپنے ھاتھ سے جوگی کو دی ۔ جوگی نے تھالی لے لی اور جانے کے لیے مڑا ۔

رانی بولی :

کب کی پائی مندراں ؟ کب کا ہوا فقیر
کس گھاٹا مانیوں ، کس کا لاگا تیر
کنے مائیں منگیا ؟ میرے گھر کی مانگی بھیکھ

ترجمہ۔ کب سے بالیاں پہنی ہیں ؟ کب سے فقیر ہوئے ہو ؟ کہاں نقصان اٹھایا ، کس کا تیر جگر میں پیوست ہوا ؟ میرے دروازے پر آنے سے پہلے کتنی عورتوں سے بھیک مانگ چکے ہو ؟

جوگی بولا :

کل کی پائی مندراں ، کل کا ہوا فقیر
نہ گیاٹ ، نہ مائیں مانگیا ، کل کا لگا تیر
کچھ ناھیں میں منگیا ، کیول تیرے گھر کی بھیکھ

ترجمہ۔ میں نے کل ھی یہ بالیاں پہنی ھیں ، ابھی کل ھی سے فقیر ہوا ہوں۔ نہ پہلے کوئی نقصان اٹھایا ہے ، نہ کسی عورت سے بھیک مانگی ہے۔ کل ھی مجھے ایک تیر لگا ہے۔ تیرے گھر کی بھیک کے سوائے میں نے کسی سے کچھ نہیں مانگا۔

چیلے نے خیرات لی اور اپنے گورو کی خدمت میں پہنچ گیا۔ گورو نے موتی دیکھے تو حیران ہوا اور بولا ''یہ واپس دے آؤ اور ان کی بجائے پکا ہوا کھانا لاؤ''۔

جوگی فوراً دوبارہ رانی سندراں کے دروازے پر پہنچا اور اس نے پھر صدا دی ''آلک، آلک''۔ رانی نے سمجھا یہ کوئی اور جوگی ہے مگر جب دیکھا کہ وھی جوگی ہے تو بولی ''میں تمھیں پہلے بھی بہت کچھ دے چکی ہوں۔ مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔ تمھارا مانگنا تو محض بہانا ہے''۔

ترکش جڑیا تیرا موتیاں ، لعلاں جڑی کمان
پنڈے بھسم لگائیا ، یہ نیناں اور رنگ
جس بھکھیا کا لابھی ھیں ، توں وہ ھی بھکھیا مانگ

ترجمہ۔ تیرے ترکش میں موتی جڑے ھیں اور کمان میں لعل۔ یہ آنکھیں ، یہ رنگ اور جسم پر راکھ لگی ہوئی ، جس بھیک کے تم خواھش مند

ہو ، وہی بھیک تم کیوں نہیں مانگتے ؟

جوگی نے جواب دیا :

ترکش جڑیا میرا موتیاں ، لعلاں جڑی کہان
لعل نہ جاناں بیچنے ، موتی دے وٹا
موتی اپنے پھیر لے ، سانوں پکا طعام دوا

ترجمہ—بے شک میرے ترکش میں موتی جڑے ہوئے ہیں اور کہان میں لعل ، مگر میں لعل فروخت کرنا نہیں جانتا ۔ تم اپنے موتی بدل لو ۔ اپنے موتی واپس لے لو اور ہمیں پکا ہوا کھانا دے دو ۔

اس کے کہنے پر رانی نے موتی واپس لے لیے اور اسے کچھ دیر انتظار کرنے کو کہا تاکہ وہ اس کے لیے کھانا تیار کرا سکے ۔ پھر اس نے اپنی ایک باندی کو دو روپے کی مٹھائی لانے کے لیے بازار بھیجا ۔ جب وہ لے آئی تو رانی نے وہ مٹھائی جوگی کو دے دی۔ جوگی جانے لگا تو رانی بولی :

کہاں تمہاری نگری ، کہاں تمہارا تھاؤں
کس راجا کا بیٹڑا جوگی، کیا تمہارا ناؤں؟

ترجمہ—کون سا تمہارا شہر ہے اور کون سا تمہارا وطن ہے ؟ جوگی تم کس راجا کے بیٹے ہو اور تمہارا نام کیا ہے ؟

جوگی نے جواب دیا :

سیالکوٹ ہماری نگری ، وہی ہمارا تھاؤں
راجا سالبھان کا بیٹڑا ، لوناں پری میری ماؤں
پنڈے بھسم لگائی آ ، دیکھن تینوں جاؤں
تینوں دیکھ کے چلیا ، راجا رسالو میرا ناؤں

ترجمہ—سیالکوٹ میرا شہر ہے ، وہی میرا وطن ہے ۔ راجا سالبھان کا میں بیٹا ہوں ، خوبصورت لوناں میری ماں ہے ۔ تمہیں دیکھنے کے لیے جسم پر راکھ ملی ہے ۔ اب تمہیں دیکھ لیا ہے تو واپس جا رہا ہوں ۔ راجا رسالو میرا نام ہے ۔

یہ کہہ کر جوگی جلدی سے اپنے گورو کے پاس پہنچا اور بولا ''یہ لو پکا ہوا کھانا ۔ اٹھو اور کھاؤ''۔ مگر جب گورو نے کھانا دیکھا تو بولا ''تم تو کسی حلوائی کی دوکان لوٹ لائے ہو ۔ اسے جہاں سے لائے ہو وہیں واپس دے آؤ''۔

چیلے نے گورو کو پاگل سمجھا اور یہ دیکھنے کے لیے کہ آیا اس میں کوئی روحانی قوت بھی ہے یا نہیں ، اسے چھڑی سے دو تین بار مارا ۔ جب اس نے دیکھا کہ گورو بالکل خالی ہے ، وہ بولا ''تمہیں کان چھدوائے اتنی مدت ہو گئی ہے کہ تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ تم کون ہو''۔ یہ کہہ کر راجا رسالو وہاں سے چل دیا ، کیوں کہ اسے خدشہ تھا کہ اب جب کہ رانی سندراں کو اس کا نام پتہ معلوم ہو گیا ہے ، وہ کہیں اسے قیدی نہ بنا لے ۔

ادھر رانی سندراں نے خوبصورت کپڑے پہنے اور گورو کی ملاقات کے لیے نکلی ۔ وہاں پہنچی تو اس سے اس کے چیلے کے متعلق دریافت کیا ۔ جوگی بولا : '' اسے تو میں نے کھا لیا ہے ''۔ رانی بولی : '' میں نے تمہیں پہلے موتیوں کی تھالی بھیجی، پھر مٹھائی کی تھالی بھیجی ۔ اگر ان سے تمہاری بھوک دور نہیں ہوئی تو تمہارا چیلا تمہاری بھوک کیسے دور کر سکتا تھا ؟''

جوگی بولا : ''میں نہیں جانتا ۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں نے اسے چمٹے پر رکھ کر بھون لیا تھا اور پھر کھا لیا ''۔

رانی سندراں بولی : '' پھر مجھے بھی بھون کر کھا لو ''۔ یہ کہہ کر اس نے آگ میں چھلانگ لگا دی اور راجا رسالو کے نام پر وہیں ستی ہوگئی ۔

اس کے بعد راجا رسالو کو خواہش ہوئی کہ کچھ دن راج کرے ۔ چنانچہ اس نے راجا ہری چند سے اس کا تخت چھین لیا اور وہاں راج کرنے لگا ۔ ایک روز کسی نے راجا رسالو سے کہا : '' اے خوبصورت راجا سب راجوں کے وزیر ہوتے ہیں مگر تمہارا کوئی وزیر نہیں ۔ تم بھی کسی قابل شخص کو وزیر بنا لو ، کیوں کہ وزیر کے بغیر سلطنت ایسے

ہے جیسے ستون کے بغیر چھت ''۔ راجا رسالو نے یہ نصیحت مان لی اور مہتہ[1] چوپڑا کو اپنا وزیر مقرر کر لیا ۔ ایک دن راجا رسالو نے اپنے وزیر سے پوچھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ قابل تعریف کون ہے؟ مہتہ چوپڑا نے اپنے جی میں سوچا کہ دنیا میں قابل تعریف چیزیں تو دو ہیں۔ جوانی اور طاقت ۔ لیکن اگر میں نے راجا کو یہی جواب دیا تو وہ مجھے حکم دے گا کہ انہیں فوراً حاضر کرو ۔ میں پھر کیا کروں گا ۔ یہ سوچ کر اس نے ان چیزوں کو تو نظرانداز کر دیا اور راجا کے سامنے اپنی بیوی رانی چاندنی کی تعریف شروع کر دی ۔

وزیر بولا : '' اے دنیا کے مالک! میری بیوی رانی چاندنی کے برابر کوئی چیز نہیں ''۔ راجا نے سوچا یہ اپنی بیوی کے سوائے اور کسی کی تعریف نہیں کرتا ، میں اسے کیا جواب دے سکتا ہوں ۔ چنانچہ وہ بات وہیں ختم ہو گئی ۔

ایک ماہ بعد راجا نے پھر وزیر سے پوچھا : '' دنیا میں سب سے زیادہ قابل تعریف چیز کون سی ہے ؟''

وزیر نے پھر جواب دیا کہ میری بیوی رانی چاندنی سے زیادہ قابل تعریف چیز دنیا میں اور کوئی نہیں ۔ اس پر راجا نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ میں ضرور رانی چاندنی کو دیکھوں گا تاکہ اس کے حسن کا اندازہ کر سکوں اور اس کے کردار کو پرکھ سکوں ۔ چنانچہ راجا نے مہتہ‌چوپڑا کو گھوڑے خریدنے کے لیے کہیں دور بھیج دیا اور جس روز وہ روانہ ہوا، خود اسی شام رانی چاندنی کو دیکھنے کے لیے اس کے مکان پر پہنچ گیا ۔ دروازے پر اس نے ایک اندھا بیٹھا دیکھا ۔ اندھے نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو ؟ راجا رسالو نے جی میں سوچا کہ یہ اندھا ہے ، اسے کیا معلوم کہ میں راجا رسالو ہوں ۔ اس لیے اس نے جواب میں اس سے مکان کی چابیاں مانگیں ۔

اندھے نے جواب دیا ''چابیاں مہتہ چوپڑا کے پاس ہیں ''۔

---

۱ ۔ راجا رسالو اور مہتہ چوپڑا کے واقعات کے متعلق ایک اور طویل حکایت موجود ہے ۔

راجا نے اپنی شکتی سے چابیوں کے بغیر ھی ساتوں قفل کھول لیے راجا نے سات دروازے تو کھول لیے ، پر آٹھواں دروازہ اندر سے بند تھا - رانی چاندنی نے اسے خود اندر سے بند کر رکھا تھا اور وہ اس کمرے کے اندر سو رھی تھی - راجا رسالو اس دروازے کو کھول نہ سکا ، کیونکہ اس کے ھاتھ تالے تک نہ پہنچ سکتے تھے -

راجا نے ظاھر کیا کہ وہ مہتہ چوپڑا ھے اور رانی چاندنی سے یوں مخاطب ھوا :

رات اندھیری ، رم جھمیاں کی برسے تریل
تریلوں بھنے کپڑے ، سر پر چیرا ڈیڑھ ھزار
کورے کاغذ بھج گئے ، تے لیکھا بے شمار
آٹھ کھاں رانی ستیئے ، بوھا لاہ کم ذات

ترجمہ۔ رات تاریک ھے ، ھلکی ھلکی بارش شبنم کی طرح برس رھی ھے ، میرا لباس بھیگ چکا ھے ، حالانکہ میرے سر پر ڈیڑھ ھزار کی پگڑی ھے - سفید کاغذ بھی بھیگ گئے - ابھی مجھے بہت کچھ لکھنا باقی ھے - اے رانی خواب سے بیدار ھو اور دروازہ کھول - اس طرح سونا اچھی عورتوں کا کام نہیں -

رانی یہ الفاظ سن کر آٹھی تا کہ دراوزہ کھولے ، مگر مہتہ چوپڑا کے کتے بھونکنے لگے - جس سے رانی کو شک پڑ گیا - اس کے باوجود اس نے ڈر کے مارے دروازہ کھول دیا اور راجا رسالو اندر آ گیا - تب رانی نے کتوں سے مخاطب ھو کر کہا :

چپ کر رھو وے ساگرا باگرا ! ھو چندت
وہ نگری کیسے بسے ، جس کا راجا ھو بد نت

ترجمہ۔ ساگرا باگرا خاموش رھو اور اطمینان رکھو ، وہ بستی کیسے پھل پھول سکتی ھے جس کا راجا بد نیت ھو -

راجا نے رانی چاندنی سے چراغ جلانے کو کہا - رانی چراغ جلانے کے لیے آٹھی تو راجا اس کے بستر پر بیٹھ گیا - بستر پر سفید چادر بچھی تھی - رانی نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور ایک نیچی کرسی (پیڑھی) پر بیٹھ گئی -

راجا نے اس سے کہا :

شارک بولے وچہ آلھنے رانی ، طوطا بولے بن کھنڈ
آؤندیاں سجناں پردیسیاں رانی ، دے نہ بہیے گھنڈ
منہ سے مٹھا بولیے ، جو سرے ، سو کھائیے ونڈ

ترجمہ۔ مینا گھونسلے میں بول رہی ہے اور طوطا جنگل میں ۔ اے رانی پردیسی دوستوں کے آنے پر منہ چھپا کر بیٹھنا مناسب نہیں ۔ منہ سے میٹھے بول بولیے اور جو موجود ہو اسے آپس میں بانٹ کھائیے ''آؤ میرے پاس بستر پر بیٹھ جاؤ اور میرے پاؤں دباؤ تا کہ میری تکان دور ہو جائے ''۔

مگر رانی بولی : ''میں اپنے خاوند کی وفادار بیوی ہوں ۔ میں کیسے کسی غیر مرد کو ہاتھ لگا سکتی ہوں ؟''

راجا نے اسے بہت کہا مگر وہ اس کی باتوں سے قطعاً خوش نہ ہوئی اور بولی :

تھال جے بھریا منگاں چاؤلاں راجا ، چھناں بھریا گھیئو
منوں مرشد اپنا ، توں بابل میں دھیئو

ترجمہ۔ اے راجا! تھال مونگ اور چاول سے اور کٹورا گھی سے بھرپور ہے ۔ میں تمھیں اپنا راہبر تسلیم کرتی ہوں ۔ تم باپ ہو اور میں بیٹی ۔

راجا نے جواب دیا :

اوجھر راتیں میں ٹراں رانی ، دیکھ کے ٹرساں راہ
دیکھ عزیز دا بیٹڑا رانی ، دھیئو دیساں پرنا

ترجمہ۔ اے رانی میں تاریک راتوں میں چلنے کا عادی ہوں، اس لیے خوب دیکھ بھال کے چلتا ہوں ۔ رانی تو خوبصورت بیٹے کی امید رکھ ۔ میں بیٹی نہیں دوں گا ۔

اور اس نے پھر کہا : ''اب آؤ اور میرے پاؤں دبا دو ''۔
مگر رانی بولی :

وچہ اجاڑ میں وساں ، لے کر تیرا ناؤں
منیں مرشد اپنا راجا ، توں برھمن میں گاؤں

ترجمہ۔ اے راجا! میں تو تیری حفاظت میں ویرانے کے اندر زندگی بسر کرنے کے لیے بھی تیار ہوں ۔ میں تو تمھیں اپنا راہ نما سمجھتی ہوں ۔ تم برھمن ہو اور میں گائے ۔

راجا نے جواب دیا :

جنھاں دناں دی جمی رانی! میں لینداں تیری سوہ
اگوں پچھوں جوڑ کے رانی ، گئو بھی لیساں چو

ترجمہ۔ اے رانی ! جب سے تم پیدا ہوئی ہو۔ میں تمھارا مشتاق ہوں ۔ میں گائے کی اگلی اور پچھلی ٹانگیں باندھ کر بھی اس کا دودھ دوہ لوں گا۔

مگر رانی نے جواب دیا :

توں ہیں میرا راجڑا ، توں ہیں میرا مان
میں تیری ہاں برھمنی ، توں میرا ججمان
وہ کیہ راجا سلاھیے ، جو جوٹھ بیگانی کھان

ترجمہ۔ تم میرے پیارے راجا ہو، تم میرے فخر ہو۔ میں تمھاری برھمنی ہوں اورتم میرے آقاہو۔ اے راجا! ہم ایسے لوگوں کو کیسے اچھا سمجھ سکتے ہیں جو دوسروں کی بچی کھچی چیز کھائیں ۔

لیکن راجا اپنی بات پر بضد رہا ۔ ''رانی آؤ اور میرا جسم دبا دو''۔ اس نے پھر کہا ۔ بالآخر رانی مان گئی اور اس کے بستر پر بیٹھ کر اس کا جسم دبانے لگی ۔ پہلے وہ ایک کروٹ لیٹا رہا پھر اس نے دوسری کروٹ بدل لی ۔ اس کے بعد اس نے اپنی انگوٹھی بستر کے نیچے رکھ دی ۔ پھر اس نے را' سے کہا کہ میرے پاؤں دبانا چھوڑو اور میرے لیے کچھ کھانے کا بندوبست کرو ۔

رانی نے ایک ھنڈیا میں تھوڑے سے چاول اور پانی ڈالا ۔ ھنڈیا کو اپنے سینے پر رکھا تو وہ چاول راجا کی شکتی سے پک گئے ۔ رانی نے ان میں گھی اور شکر ملائی اور انھیں راجا کے سامنے لا رکھا ۔ پھر

بولی : اے راجا تم نیک آدمی ہو۔ اب اپنی شکتی سے خود ھی پانی لے لو تاکہ تم اس سے ھاتھ دھو کر کھانا شروع کر سکو۔

راجا نے ایک پتھر اُٹھایا تو اس کے نیچے سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ راجا نے ھاتھ دھوئے اور سیر ھو کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد رانی سے کہا : تم میری بہن ھو اور میں تمھارا بھائی، لیکن اس بات کا ذکر مہتہ چوپڑا سے نہ کرنا۔ اسے خود بخود معلوم ھو جائے گا۔ میں تمھیں بلا بھیجوں گا۔ تم اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک چادر میں لپیٹ کر بے خوف و خطر میرے پاس چلی آنا۔

اس کے بعد راجا رسالو اپنے محل میں چلا گیا۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد ھی مہتہ چوپڑا بھی واپس آیا۔ اس نے گھر پہنچ کر کھانا کھایا۔ پھر اپنے بستر میں لیٹ گیا۔ رانی سے کہا کہ میرا جسم دبا دو۔ وہ بستر پر لیٹا ھی تھا کہ یکایک انگوٹھی اس کی پیٹھ میں چبھ گئی۔ اس نے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ کیا چیز ھے، بستر کے نیچے ھاتھ ڈالا اور اسے نکال لیا۔ انگوٹھی دیکھتے ھی اسے اس قدر صدمہ ھوا کہ بے ھوش ھو کر پلنگ سے نیچے گر پڑا۔ رانی نے اسے اُٹھا کر بستر پر لٹایا اور اسے ھوش میں لائی، مگر چند گھنٹوں بعد وہ پھر بے ھوش ھو گیا۔ رانی نے اس سے پوچھا کس کے منتر سے تم بار بار بے ھوش ھو رھے ھو !''

وہ بولا ''تمھارے منتر سے''۔

رانی نے پوچھا ''میں نے کیا کیا ھے ؟''

تب مہتہ چوپڑا نے اسے انگوٹھی دکھائی، جو راجا رسالو بستر کے نیچے چھپا گیا تھا اور بولا ''یہ ھے تمھارا منتر''۔

رانی چاندنی نے جواب دیا : ''اس میں میرا کیا قصور ھے، تم نے خود ھی اسے یہاں رکھ دیا ھوگا''۔

وہ بولا ''گھوڑے خریدنے کے لیے جاتے وقت یہ انگوٹھی میں راجا رسالو کو دے گیا تھا۔ اس کے سوا کوئی اور اسے یہاں نہیں رکھ سکتا تھا۔

مہتہ چوپڑا نے وہ ساری رات غم میں کاٹی ۔ اگلی صبح اس نے اپنے عہدے کے تمام کاغذات لیے اور انہیں جاکر راجا کے سامنے رکھ دیا ۔ راجا بولا ''میں نے تو تمھیں گھوڑے لانے کے لیے بھیجا تھا اور تم یہ کاغذات لے آئے ہو ، بات کیا ہے؟''

مہتہ بولا : ''اے راجا! نہ تم ایماندار ہو ، نہ رانی چاندنی پاکباز ہے اور نہ میں تیرا وزیر ہوں ''۔

راجا بولا ''تم ایسی باتیں کیوں کرتے ہو ؟''

تب مہتہ نے وہ انگوٹھی جیب سے نکالی اور اسے راجا کے سامنے رکھ دیا ۔

راجا بولا ''پاکبازی اور نیکی کو باتوں سے مٹایا نہیں جا سکتا ''۔

مگر وزیر مطمئن نہ ہوا ۔ راجا نے اسے پٹوایا اور پھر پوچھا: ''اب تمھیں میری بات پر یقین آیا یا نہیں؟''

وزیر بولا ''اگر رانی چاندنی سوت کا ایک دھاگا کاتے اور اس سے کچا گھڑا باندھ کر تم دونوں کنویں سے پانی نکال لو تب میں تمھاری بات کا یقین کر لوں گا ''۔

راجا نے رانی چاندنی کو بلایا ۔ اس نے سوت کا ایک دھاگا کاتا ۔ اس سے ان دونوں نے ایک کچا گھڑا باندھا اور کنویں سے پانی نکالا ۔ تب مہتہ چوپڑا کو یقین آیا ۔

راجا نے اس سے پوچھا : ''تم پہلے کیوں نہیں مانتے تھے ؟''

وزیر نے جواب دیا : ''اس لیے کہ عورتوں کے معاملے میں مرد ضرور حسد کرنے لگتے ہیں ''۔

اس پر راجا نے اسے دو تین بید مارے اور کہا : '' کیا تمھیں بھرے دربار میں اپنی بیوی کی تعریف کرتے ہوئے شرم محسوس نہ ہوئی ؟''

اس کے بعد راجا رسالو نے تخت چھوڑ دیا اور راجا سرکپ کے شہر کی طرف روانہ ہوا ۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اس

نے مرگھٹ میں ایک لاش دیکھی ، جس کا سر غائب تھا۔ اس نے لاش سے مخاطب ہو کر کہا :

باڑے اندر پیا کرنگلا ، نہ اس ساس نہ پاس
جے مولا اس نوں زندہ کرے ، دو باتاں کرے ھمارے ساتھ ۔

ترجمہ — جھاڑیوں میں لاش پڑی ہے ، نہ اس میں سانس ہے نہ احساس ۔
اگر اللہ اسے زندہ کر دے تو یہ ھمارے ساتھ چند باتیں کر لے ۔

راجا رسالو کی خواھش کے مطابق اللہ نے اس لاش کو فوراً زندہ کر دیا ۔ راجا نے اسے کہا :

لہندیوں چڑھی بدلی ، ھر تھاں پایا زور
کیہ عمل کمایو ، جے جھلدی ناھیں گور

ترجمہ — مغرب سے گھٹا اٹھی ، ھر طرف موسلا دھار بارش ھوئی ۔ تم نے کیسے اعمال کمائے تھے کہ اب قبر بھی تمھیں پناہ نہیں دیتی ؟

اس آدمی نے جواب دیا :

اسی بھی کدی دنیا تے انسان تھے
راجا ول ڈنگڑیاں پگاں بنھدے ، ٹردے پباں بھار
آوندے طرا نچاؤندے ، طرا بانکے اسوار
ذرا نہ مٹی جھلدی راجا ھن سو منان دا بھار

ترجمہ ۔ اے راجا ھم بھی کبھی دنیا میں انسان تھے ، ٹیڑھی پگڑیاں باندھتے تھے ، پنجوں کے بل چلتے تھے ۔ ھم بانکے سوار گھوڑے نچاتے آتے تھے ۔ اے راجا ! اب زمین ھمیں برداشت نہیں کرتی ۔ اب ھم سو من بوجھ ھیں ۔

رات گزر گئی ۔ صبح ھوئی تو اس آدمی نے راجا سے پوچھا ”تم کون ھو ، کہاں سے آئے ھو اور کہاں جا رہے ھو ؟“

راجا نے اپنا نام بتایا ۔ یہ بھی بتایا کہ سیالکوٹ کا رھنے والا ھوں اور اب راجا سرکپ سے چوپڑ کھیلنے جا رھا ھوں ۔

وہ شخص بولا : ”بہتر ہے تم اس کام کے لیے وھاں نہ جاؤ ۔ میں راجا سرکپ کا بھائی تھا اور اسے خوب جانتا ھوں ۔

ہر روز ناشتہ کرنے سے پہلے وہ دو تین آدمیوں کے سر کاٹتا ہے پھر کھانا کھاتا ہے ۔ ایک روز اسے کوئی اور نہ ملا تو اس نے میرا سر کاٹ لیا ، اور وہ ضرور تمھارا سر بھی کاٹ لے گا ، لیکن اگر تمھیں ضرور جانا ھی ہے تو یہاں سے کچھ ھڈیاں اپنے ساتھ لیتے جاؤ اور ان سے پانسے بنا لو ۔ تب وہ سحر زدہ پانسے جن سے راجا سرکپ کھیلتا ہے ، اپنا اثر نہ دکھا سکیں گے ۔ ورنہ وہ بازی کبھی نہ ھارے گا ۔

راجا نے اس کے مشورے پر عمل کیا اور اس مرگھٹ سے کچھ ھڈیاں لے کر وھاں سے روانہ ھوگیا ۔ چلتے چلتے ایک دریا کے کنارے پہنچا تو وھاں ایک جھاڑ چوھے کو ڈوبتے دیکھا ، جس نے اسے پکارا :

جھئی آندی ویاہ کے ، آندی ڈولی پا
جھئی منگیا پانی ، تے میں گیا شرما
لے کے لوٹیا چلیا تے جا پہنچا خواجہ دریا
اک بھریا ، اک ویٹیا تے دوجا لیا وھا
دند کمبے میں ڈھے پیا ، رڑھ پیا دریا
واسطہ سری نرائن، کردا جھانوں لئیں بچا .

ترجمہ—میں نے جھاڑ چوھی سے بیاہ کیا اور اسے ڈولی میں بٹھا کر لایا ۔ اس نے راستے میں پانی مانگا، میں شرما گیا ۔ میں نے لوٹا اٹھایا اور چلتے چلتے خواجہ کے دریا پر پہنچ گیا ۔ ایک لوٹا بھرا اور اسے الٹا دیا ۔ پھر دوسرا بھرا ، میرے دانت کانپنے لگے ، میں گر گیا اور دریا میں بہنے لگا ۔ سری نرائن کے واسطے مجھے بچاؤ ۔

راجا نے اسے اپنی کمان کے سرے سے دریا میں سے نکالا اور ایک جھاڑی میں پھینک دیا ۔
چوھا بولا :

اک اندھیریوں کڈھیوئی ، دوجے دتو ای پا
لڑکے آؤن شہر دے ، کھل ڈوری لین بنا
مارے مارے جند کڈھن ، چھوڑن جانوں جا
واسطہ تینوں رب دا راجا ، لے چل سانوں بھگا

ترجمہ۔تم نے مجھے ایک اندھیرے سے نکال کر دوسرے میں ڈال دیا ہے ۔
ابھی شہر کے لڑکے آئیں گے اور مجھے ڈوری سے باندھ لیں گے ۔
وہ مجھے تکلیف دے کر آہستہ آہستہ ماریں گے اور اسی وقت
چھوڑیں گے جب میری جان نکل جائے گی ۔ اے راجا تمھیں رب
کا واسطہ دیتا ہوں ، مجھے یہاں سے بھگا لے چلو ۔

راجا نے چوہے کو اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور سفر جاری رکھا ۔ چلتے چلتے وہ ایک جنگل کے کنارے پہنچا جس میں آگ لگی ہوئی تھی ۔ وہاں ایک جھینگر آگ میں گھرا ہوا تھا ۔ اس نے راجا کو دیکھا تو آواز دی : ”اے جانے والے مسافر! خدا کے لیے مجھے آگ سے بچانا “۔ راجا رسالو نے اسے آگ سے بچا لیا ۔ جھینگر نے اسے اپنا ایک پر دیا اور کہا : ”جب کبھی تمھیں کوئی مشکل پیش آئے ، اسے آگ میں گرم کرنا میں فوراً تمھاری مدد کو پہنچ جاؤں گا “۔

راجا بولا : ”تم میری کیا مدد کر سکتے ہو ؟“۔ تاہم اس نے وہ رکھ لیا ۔

چلتے چلتے وہ ایک اور دریا کے کنارے پہنچا جہاں اس نے رانی چوڈھال کو بیٹھے ہوئے پایا ۔ وہ راجا سر کپ کی بیٹی تھی ۔ رانی نے اس سے پوچھا ” تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا رہے ہو؟“

راجا رسالو بولا : ”پیاری! میں سیالکوٹ سے آیا ہوں اور راجا سر کپ سے چوپڑ کھیلنے جا رہا ہوں “۔

رانی بولی : ” پہلے مجھ سے چوپڑ کھیلو ، پھر راجا سر کپ سے کھیلنا “۔

راجا رسالو بولا : ”میں شریف آدمی ہوں ، میں عورت سے کیسے چوپڑ کھیل سکتا ہوں “۔

رانی بولی : ”اچھا میری ایک پہیلی بوجھو ، ورنہ تمھارا سر تن سے جدا کر دیا جائے گا “۔

راجا بولا : ” کیا تم نے کبھی پہلے بھی کسی کا سر کاٹا ہے یا پہلے پہل میرا ہی کاٹنے کا ارادہ ہے ؟“

رانی بولی : ”میرا باپ سر کپ تو ایک سر روزانہ کاٹتا ہے ، مگر

میں نے تو ابھی تک صرف دس سر کاٹے ہیں ''۔

راجا بولا : ''اچھا اپنی پہیلی بتاؤ ''۔

رانی بولی :

اٹھ پتن ، نو بیڑیاں ، چودہ گھمن گھیر
جے توں راجا جتی ستی ہیں تے پانی کتنے سیر

ترجمہ۔آٹھ گھاٹ ، نو کشتیاں اور چودہ بھنور ہیں ۔ اے راجا! اگر تم نیک اور پارسا ہو تو بتاؤ پانی کتنے سیر ہے ؟

راجا نے جواب دیا :

اٹھ پتن ، نو بیڑیاں ، چودہ گھمن گھیر
امبر تارے گن دسیں ، میں دساں پانی اتنے سیر
جتنے بن بن پتر لکڑی ، پانی اتنے سیر

ترجمہ۔آٹھ گھاٹ ، نو کشتیاں اور چودہ بھنور ہیں ۔ تم مجھے آسمان کے تارے گن کر بتا دو ، میں بتا دوں گا کہ پانی کتنے سیر ہے ۔ جنگلوں میں درختوں پر جتنے پتے ہیں ، پانی اتنے سیر ہے ۔

راجا وہاں سے آگے چل دیا اور شہر میں پہنچ گیا ۔ وہاں اس نے راجا کی دوسری لڑکیوں کو کھڑے دیکھا ۔ انہوں نے اسے دیکھا تو ان میں سے ایک بولی :

نیلے گھوڑے والیا راجا! نیویں نیزے آ
اگے راجا سرکپ ہے سر لیسی آ لا
بھلا چاہیں جو اپنا تے پچھے ہی مڑ جا

ترجمہ۔ اے نیلے گھوڑے والے راجا! جو نیزہ نیچے لٹکائے آ رہا ہے ، آگے راجا سرکپ ہے ، وہ تمھارا سر تن سے جدا کر دے گا ۔ اگر تم اپنی بہتری چاہتے ہو تو پیچھے ہی مڑ جاؤ ۔

راجا نے جواب دیا :

دھروں بیڑہ چکیا ، ایتھے پہنچا آ
سرکپ دا سر کپ کے ٹوٹے کرساں چا
تینوں بناواں وہٹڑی میں ہنساں سہراج

ترجمہ۔ میں لمبی مسافت سے یہ فیصلہ کر کے یہاں پہنچا ہوں کہ سر کپ
کا سر کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا ، پھر تمہیں اپنی دلھن
بناؤں گا اور خود مہاراج بنوں گا۔

جب اس نے یہ کہا تو اس لڑکی کو وہ پسند آگیا۔ دوسری لڑکیاں اسے کہنے لگیں :

''اگر تم اسے اپنی دلھن بنانا چاہتے ہو تو ہمارا ایک کام کرو''۔

راجا نے پوچھا : ''بتاؤ وہ کام کیا ہے ۔ میں کر دیتا ہوں ''۔
لڑکیوں نے ایک من باجرا ایک من ریت میں ملا دیا اور کہنے لگیں ''ریت کے دانے باجرے کے دانوں سے جدا کر دو''۔

راجا مشکل میں پڑ گیا ۔ اس وقت اسے جھینگر کی بات یاد آئی اور اس نے اس کا پر آگ میں جلایا ۔ جھینگروں کی ایک فوج فوراً وہاں پہنچ گئی ۔ ان میں وہ جھینگر بھی تھا جس کی جان اس نے بچائی تھی ۔ اس نے راجا سے پوچھا : ''تمھیں کیا مشکل در پیش ہے ؟''

راجا بولا : ''باجرے کے دانے ریت سے الگ کر دو ''۔

جھینگر بولا : ''بس یہی کام ہے ۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اتنا چھوٹا سا کام ہے تو اتنی تعداد میں جھینگر اکٹھے نہ کرتا ''۔

یہ کہ کر اس نے تمام جھینگروں کو کام پر لگا دیا ۔ انہوں نے ایک رات میں ریت اور باجرے کے دانے الگ الگ کر دیے ۔ پھر لڑکیوں نے راجا سے کہا کہ ہم سب کو باری باری جھولا جھلاؤ ۔ وہ بولا ''تم ستر کی ستر ایک جھولے میں بیٹھ جاؤ ، میں تمھیں اکٹھے ہی جھلا دوں گا ''۔

وہ سب ایک جھولے میں بیٹھ گئیں ۔ راجا نے اپنی کمان کے ایک سرے سے جھولے کو کھینچا اور پھر چھوڑ دیا ۔ جب جھولا واپس وہاں آیا تو اس نے اپنی تلوار سے جھولے کی رسیاں کاٹ دیں ۔ ساری لڑکیاں نیچے گریں اور زخمی ہو گئیں ۔ کسی کا بازو ٹوٹا ، کسی کی ٹانگ اور کسی کو اور چوٹیں آئیں ۔ مگر وہ لڑکی بچ گئی جس سے اس نے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا ۔ وہ سب سے آخر میں گری اور اسے کوئی چوٹ نہ آئی ۔

راجا رسالو جھولوں کی جگہ سے دس پندرہ قدم آگے گیا تو اس نے وہاں کچھ نقارے پڑے دیکھے ۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ اگر تم ان نقاروں پر ایک ایک کر کے ضرب لگاؤ گے تو راجا سر کپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کوئی راجکمار اس کے ساتھ چوپڑ کھیلنے کو آیا ہے ۔ اس نے ان نقاروں پر ایک ایک کر کے ضرب لگائی اور ان سب کو توڑ ڈالا ۔ آگے اس نے ستر گھڑیال دیکھے اور انہیں بھی ایک بڑی موگری سے توڑ دیا ۔ تب وہ لڑکی جس کی منگنی راجا رسالو سے ہو چکی تھی اپنے باپ راجا سر کپ کے پاس گئی اور اس سے کہا :

اک جو آیا راجپوت کردا مارو مار
پٹ کے لاساں کپیاں سٹیا سانوں باھر
دھڑیں دھڑیں بھیڑیں بھنیاں اور بھنے گھڑیال
تینوں راجا مارسی اتے سانوں کھڑسی نال

ترجمہ—ایک راجپوت یہاں پہنچا ہے ، جو ہر چیز فنا کیے جاتا ہے ۔ اس نے ہمارے جھولوں کی رسیاں کاٹ کے ہمیں ان کے باھر پھینک دیا ۔ اس نے نقارے پھاڑ دیے اور گھڑیال توڑ ڈالے ہیں ۔ اے راجا ! وہ تمہیں قتل کر دے گا اور ہمیں ساتھ لے جائے گا ۔

راجا سر کپ نے جواب دیا :

چھوٹی نگری دا واسکین رانی ، وڈی کری ہکار
جاں میں نکلاں باھر رانی، تاں میری تان نچاوے ڈھال
فجریں روٹی تاں کھاساں ، سر لیساں جے آتار

ترجمہ— وہ چھوٹے شہر کا رہنے والا ہے ، مگر اس نے دعویٰ بڑا کر دیا ہے ۔ اے رانی ! جب میں اس کے مقابلے کے لیے باھر نکلوں گا ، تو اس کی ڈھال میری تان پر ناچے گی ۔ صبح میں کھانا تب کھاؤں گا جب اس کا سر تن سے جدا کر لوں گا ۔

اتنے میں راجا رسالو شہر کے اندر داخل ہو گیا اور ایک بوڑھی عورت کے ھاں ٹھہرا ۔ راجا سر کپ نے وہاں اس کے لیے کھانا بھیجا جس میں اس کے بعض ملازموں نے زہر ملا دیا تھا ۔ راجا رسالو نے خادموں سے کہا : ”اپنے آقا سے کہو میں اس کا دشمن ہوں ۔ اس لیے اس کی میزبانی میرے لیے جائز نہیں ۔ اب چونکہ تم یہ کھانا لے آئے ہو

اس لیے اسے یہاں رکھ دو''۔ خادموں نے کھانا رکھ دیا ۔ راجا رسالو نے وہ کھانا راجا سرکپ کے کتوں کے سامنے پھینک دیا جو اس کے خادموں کے ساتھ آ گئے تھے ۔ کتوں نے وہ کھانا کھایا اور وهیں مر گئے ۔

راجا رسالو نے خادموں سے کہا : ''تمھاری سزا تو یہ ہے کہ تمھارے سر کاٹ لیے جائیں ، لیکن میں چونکہ خدا ترس آدمی ہوں اس لیے تمھیں کچھ نہیں کہوں گا ''۔ خادم بولے : ''اس میں ہماری کوئی خطا نہیں ۔ ہم تو اپنے آقا کے حکم کے بندے ہیں ''۔

راجا رسالو بولا : ''جاؤ میری طرف سے اپنے آقا سے کہنا کہ کسی کو دھوکے سے قتل کرنا کوئی بہادری نہیں ''۔

وہ چلے گئے اور راجا رسالو ساری رات آرام سے سوتا رہا ۔ اگلی صبح سورج نکلتے وقت راجا سرکپ نے راجا رسالو کو کہلا بھیجا : ''اس وقت میری طبیعت ٹھیک نہیں ۔ شام کو چوپڑ کھیلیں گے ''۔ ساتھ ہی اس نے اس بوڑھی عورت کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر اپنے راجا کی خوشی چاہتی ہے تو راجا رسالو کو فلاں باغ میں ، جہاں ایک زہریلا ناگ رہتا ہے ، لے جاؤ تاکہ وہ سانپ اسے کاٹ کھائے اور وہ وہیں مر جائے ۔

چنانچہ وہ مکار عورت راجا رسالو کو اس باغ میں لے گئی اور اس نے اسے وہیں رہائش کے لیے جگہ دی ۔ راجا رسالو اس باغ میں رہنے لگا ۔ ایک روز صبح ناشتہ کرنے کے بعد دوپہر کے قریب وہ اس باغ میں سو گیا ۔

اس باغ میں دو بدشگون چیزیں رہتی تھیں ۔ ایک بچھو، جس کا نام کالیر تھا ، اور جو لوگوں کی آنکھیں نکال لیتا تھا ۔ دوسرے ایک ناگ ، جس کا نام تالیر تھا ، جو لوگوں کا خون چوس لیتا تھا ۔ جب کالیر بچھو نے راجا رسالو کو سوتے ہوئے دیکھا تو تالیر ناگ کے پاس گیا اور اسے کہا : '' یہاں ایک شخص سو رہا ہے ، تم جا کر اسے کاٹو اور اس کا خون چوس لو ، پھر میں اس کی آنکھیں نکال لوں گا''۔ مگر تالیر ناگ بولا :

تیرا میرا جھگڑا اب صاحب دی درگاہ
لنڈی کائیں دا تو بیٹڑا کالیر تیرا نا

ترجمہ — میرے تیرے جھگڑے کا فیصلہ اب آقا کے دربار میں ہوگا۔
تو دم کٹی کوی کا بیٹا ہے، کالیر تیرا نام ہے۔

کالے بچھو نے جواب دیا:

گوھاں تیری ماسی، کوھڑا کرکالا تیرا پیو
تیرا میرا جھگڑا راجا سرکپ دے کول

ترجمہ — گوہ تیری خالہ ہے اور تیرا باپ کالے رنگ کا کوڑھی تھا۔ میرے تیرے جھگڑے کا فیصلہ راجا سرکپ کرے گا۔

تالیر ناگ راجا سرکپ کے خوف کے مارے اپنے شیشم کے درخت سے نیچے اترا اور راجا رسالو کو ڈسنے کے بعد جلدی سے پھر اسی درخت پر چڑھ گیا۔ اس کے بعد کالیر بچھو نے دوسرے بچھوؤں کو بلایا اور وہ سب راجا کی آنکھیں کھانے کے لیے گئے۔ اس وقت وہ جھاڑ چوہا، جسے راجا رسالو نے دریا میں ڈوبنے سے بچایا تھا، باغ میں پھل کھا رہا تھا۔ اس نے اپنے سر پر ایک دم کووں کی آواز سنی تو اندازہ کیا کہ غالباً ناگ نے درخت سے نیچے اتر کر راجا رسالو کو ڈس لیا ہے۔

چنانچہ وہ فوراً واپس پہنچا، وہاں اس نے راجا کو مرے ہوئے پایا۔ وہ اور کچھ تو کر نہ سکا بس راجا کی گردن پر، جہاں ناگ کے کاٹنے کا زخم تھا، بیٹھ گیا، اور جب کالیر بچھو راجا کی چھاتی کے قریب آیا تو جھاڑ چوہے نے اسے ٹانگ سے پکڑ لیا۔ بچھو چلایا ''کروں، کروں''۔

ناگ نے اس سے پوچھا: ''کیا ہوا؟''

بچھو چلایا: ''کسی چیز نے میرا پاؤں پکڑ لیا ہے''۔

ناگ بولا: ''تم بھی سیاہ فام ہو اور کسی سیاہ فام ھی نے تمھارا پاؤں پکڑ رکھا ہے، اس میں حرج ھی کیا ہے؟'' جب جھاڑ چوہے نے بچھو کو ٹانگ سے پکڑ کر الٹا کر دیا تو ناگ نے اسے دیکھ لیا۔

"تم کون ہو؟" ناگ نے پوچھا "اور کس قسم کے جانور ہو؟"

جھاڑ چوھا بچھو کی ٹانگ اپنے منہ میں دباتے ہوئے بولا : "میں جھاڑ چوھا ہوں"۔

بچھو پھر درد سے چلایا "کروں کروں" اور ناگ اسے کہنے لگا : " میرے دوست اسے اب کچھ نہ کہو"۔

جھاڑ چوھا بولا :

لاوا گھل میں جھا ، کل جھاھاں دا سردار
کالیر ماروں ایتھے ، تالیر پچھے جا
تالیر وڑسی گھر وچہ ، دیساں جھوک پا
کدی تاں آوسی باھر ، لے کے آساں مکا

ترجمہ—میں تمام جھاڑ چوھوں کا سردار ، 'لاوا گھل' جھاڑ چوھا ہوں ۔ کالیر کو یہیں ماروں گا اور تالیر کو اس کے بعد ۔ اگر تالیر اپنے بل میں گھس جائے گا تو میں وھیں ڈیرا ڈال دوں گا ۔ آخر کبھی تو وہ باھر نکلے گا ۔ اسے ختم کر کے ھی واپس آؤں گا ۔

تالیر ناگ نے یہ سنا تو بولا : " دوست جھاڑ چوھے ! میرے دوست بچھو کو چھوڑ دے ۔ میں راجا کے بدن سے زھر چوسے لیتا ہوں "۔

جھاڑ چوھا بولا : " اچھا تم راجا کے بدن سے زھر چوسو اور میں تمھارے دوست کو باغ میں سے پھل کھلاتا ہوں"۔

تالیر ناگ بولا : "دوست ، اسے پھر جلدی لے جاؤ"۔

جھاڑ چوھے نے بچھو کو کانٹوں میں گھسیٹنا شروع کیا اور اتنی دیر تک گھسیٹا کہ وہ مر گیا ۔ اتنے میں ناگ نے راجا رسالو کا زھر چوس لیا اور جب راجا ہوش میں آ گیا تو جھاڑ چوھے نے اس سے کہا کہ ناگ کو مار دو ، اور راجا نے ایسا ھی کیا ۔ اب دن گزر گیا اور شام ہونے کو آئی ۔ راجا شہر کی جانب گیا تاکہ سرکپ سے چوپڑ کھیلے ۔ راستے میں اسے ایک بلی ملی ،

جو کمھاروں کے آوے کے گرد پھر رھی تھی ۔ راجا نے اس سے پوچھا : ”تو کیوں یہاں پھر رھی ہے ؟“

بلی بولی : ”میں یہاں اس لیے پھر رھی ھوں کہ ایک کچے برتن میں میرے بچے تھے ، جسے کمھار نے آوے میں رکھ دیا ہے“۔

راجا نے کمھار سے پوچھا : ”اس آوے کے سارے برتنوں کی قیمت کیا لے گا ؟“

کمہار بولا : ”ابھی تو آدھا بھی نہیں پکا ۔ میں نے صرف ایک طرف آگ لگائی ہے ۔ اس وقت برتن بیچنے کا کیا فائدہ ؟“ مگر راجا نے اسے قیمت بتانے پر آمادہ کر لیا اور منہ مانگی قیمت اس کے حوالے کی ۔ اس طرح راجا بلی کے بچوں کو بچانے میں کامیاب ھو گیا ۔ بلی نے اپنے بچوں میں سے ایک راجا کو دے دیا اور کہا : ”جب کبھی تمھیں کوئی مشکل پیش آئی ، یہ تمھاری مدد کرے گا “۔

راجا رسالو نے بلی کا بچہ لے لیا اور راجا سرکپ کے پاس جا پہنچا ۔ راجا سرکپ نے پہلے اس سے چند پہیلیاں پوچھیں ، پھر دونوں نے چوپڑ کے متعلق بعض باتیں طے کیں ۔ راجا سرکپ نے پہلی بازی پر اپنی تمام سلطنت لگا دی ، دوسری پر دنیا بھر کی دولت اور تیسری پر اپنا سر ۔

اس کے مقابلے میں راجا رسالو نے پہلی بازی پر اپنے سارے ھتھیار لگائے ، دوسری پر اپنا گھوڑا اور تیسری پر اپنا سر ۔

اس کے بعد دونوں راجا کھیل کھیلنے لگے ۔ کھیل شروع کرنا راجا رسالو کے حصے آیا ۔ اس نے کھیل شروع کیا تو راجا سرکپ نے اپنے چوھے ’ڈھول راجا‘ کو چھوڑ دیا ۔ اس کی مدد سے راجا سرکپ پہلی بازی جیت گیا اور راجا رسالو نے اسے اپنے ھتھیار دے دیے :

اسی طرح راجا رسالو دوسری بازی بھی ھار گیا اور اس نے وعدے کے مطابق اپنا گھوڑا راجا سرکپ کو دے دیا ۔

گھوڑے نے راجا سے کہا :

سخی سمندر جمیاں راجا ، لیو مول زر مایا
آؤ تو چڑھو میری پیٹھ تے کوٹ تدھ کھڑاں ترپا
اڑدے پنکھی میں نہ دیساں ، جو دوڑن لکھ کروڑ
جے تدھ راجا پانسا کھیلنا ، جیب ہتھ توں پا

ترجمہ—اے سخی راجا ، جسے سمندر نے جنم دیا ہے ۔ تو نے مجھے
زر و مال دے کر لیا تھا ۔ آ میری پیٹھ پر بیٹھ جا ۔ میں
قلعے کی دیواریں پھلانگ کر تجھے یہاں سے لے جاؤں گا ۔
اڑتے ہوئے پرندے بھی میری گرد کو نہیں پہنچ سکتے ،
خواہ وہ کتنی کوشش کریں ۔ اے راجا اگر تجھے کھیل
کھیلنا ہے تو اپنی جیب سے ہشیار رہ ۔

گھوڑے نے یہ الفاظ کہے تو راجا سرکپ نے اپنے خادموں سے کہا کہ اسے لے جاؤ ، کیوں کہ یہ راجا رسالو کو مشورہ دے رہا ہے ۔ خادموں نے ایسا ہی کیا ۔ گھوڑے کو وہاں سے لے جانے لگے تو وہ رو پڑا ۔ راجا رسالو بھی بہت غمگین ہوا ۔ گھوڑے نے پھر راجا سے کہا :

نا رو راجا بھولیا ، نا میں چرساں گھاہ
نہ میں ٹرساں راہ
داھنا دست اٹھائے کے جیب دے وچ پا

ترجمہ—اے بھولے راجا ! تو نہ رو ۔ میں گھاس نہیں کھاؤں گا
نہ راستہ چلوں گا ۔ تو اپنا دایاں ھاتھ اٹھا کر جیب میں
ڈال لے ۔

اب راجا رسالو اس کی بات سمجھ گیا اور خادم گھوڑے کو وہاں سے لے گئے ۔ راجا نے اپنا ھاتھ اپنی ران پر رکھا اور بلی کا بچہ اٹھ کھڑا ھوا ۔ راجا رسالو نے راجا سرکپ سے کہا : ”ابھی میرے ھتھیار اور میرا گھوڑا یہیں رہنے دو ۔ جب تم میرا سر جیت لوگے پھر انہیں بھی لے جانا“۔

راجا سرکپ مان گیا ۔ پھر اس نے اپنے محل کی تمام عورتوں کو حکم دیا کہ وہ گہنے کپڑے پہن کر راجا رسالو کے سامنے آ کھڑی ہوں تاکہ وہ کھیل پر اپنی پوری توجہ نہ دے سکے اور راجا

سر کپ آخری بازی جیت جائے - مگر راجا رسالو نے ان عورتوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا -

راجا رسالو نے راجا سر کپ سے کہا : ''اب تک تو ہم تمھارے پانسوں سے کھیلتے رہے - آؤ اب میرے پانسوں سے کھیلیں''-

راجا سر کپ مان گیا - جب کھیل شروع ہوا تو بلی کا بچہ اٹھ کر اس کھڑکی میں بیٹھ گیا جہاں سے 'ڈھول راجا' آتا تھا - چوہا آیا مگر بلی کے بچے کو وہاں بیٹھے دیکھ کر واپس چلا گیا - اس نے واپس جا کر اپنی ماں کو بھیجا مگر وہ بھی بلی سے ڈر کر واپس چلی گئی - اتنے میں راجا رسالو نے پہلی بازی جیت لی اور ہتھیار واپس لے لیے - پھر اس نے دوسری بازی بھی جیت لی اور اپنا گھوڑا بھی واپس لے لیا - اس پر راجا سر کپ بولا :

ڈھل وے پانسا ڈھلویں ، ایتھے بستا لوک
سراں دھڑاں ہن بازیاں ، جیہڑی سر کپ کرے سو ہو

ترجمہ—اے لڑھکنے والے پانسے! لڑھک - یہاں خوش قسمت انسان ہے اگرچہ سر دھڑ کی بازی لگ رہی ہے ، مگر جو سر کپ چاہے گا وہی ہوگا -

راجا رسالو نے جواب دیا :

ڈھل وے پانسا ڈھلویں ، ایتھے بستا لوک
سراں دھڑاں تے بازیاں ، جیہڑا اللہ کرے سو ہو

ترجمہ—اے لڑھکنے والے پانسے ! لڑھک - یہاں خوش قسمت انسان ہے یہاں سر دھر کی بازی لگ رہی ہے ، جو اللہ کرے گا وہی ہوگا -

اس کے بعد راجا رسالو جیتنے لگا - پہلے سر کپ نے اپنی سلطنت ہاری ، پھر دولت ، پھر آخری بازی پر وہ اپنا سر بھی ہار گیا -

عین اس وقت ایک خادم نے آ کر اسے بیٹی پیدا ہونے کی خبر سنائی - راجا سر کپ نے حکم دیا : ''اسے مار دو ، وہ برے وقت پیدا ہوئی ہے اور میرے لیے بد قسمتی کا باعث بنی ہے''-

مگر راجا رسالو نے اس سے کہا : '' اگر تم میرے سامنے زمین پر ناک سے لکیریں کھینچو اور وعدہ کرو کہ آئندہ کسی سے سر کی بازی لگا کر چوپڑ نہیں کھیلو گے ، اور یہ لڑکی جو ابھی تمہارے ہاں پیدا ہوئی ہے ، مجھے دے دو ، تو میں اس وقت تمہاری جان بخشی کر دوں گا ''۔

راجا سرکپ مان گیا اور اس نے آم کی ایک ٹہنی اور اس چھوٹی لڑکی 'کوکلاں' کو ایک تھال میں رکھ کر راجا رسالو کی خدمت میں پیش کر دیا ۔

راجا رسالو وہاں سے چل دیا ۔ راستے میں اسے کچھ قیدی ملے ۔ قیدیوں نے اسے دیکھا تو پکار اٹھے :

هور راجے مرغابیاں ، تو راجا شہباز
بندی باناں دے بند خلاص کر ، عمر تیری دراز

ترجمہ— باقی سب راجے مرغابیوں کی مانند ہیں اور تو ان کے مقابلے میں شہباز ہے ۔ ہم قیدیوں کو رہائی دلا ، تیری عمر دراز ہو ۔

راجا رسالو نے راجا سرکپ سے کہا کہ انہیں رہا کر دو اور راجا سرکپ نے انہیں رہا کر دیا ۔ اس کے بعد راجا رسالو وہاں سے مورتی[1] پہاڑی کی طرف گیا ، جہاں اس نے آم کی شاخ لگائی اور رانی کوکلاں کی رہائش کا انتظام ایک زمین دوز محل میں کر دیا ۔ پھر بولا : ''جب آم کی اس شاخ کو پھل لگے گا ، اس وقت رانی کوکلاں جوان ہو جائے گی ''۔

بارہ برس کے بعد آم کا وہ درخت پھل دینے لگا اور رانی کوکلاں بھی جوان ہو گئی ۔ ایک دن اس نے راجا رسالو سے کہا ''لوگ کیا کہتے ہیں کہ جب تم جنگل میں کسی جانور کو تیر مارتے ہو تو اسے کیا ہوتا ہے ؟''

راجا رسالو نے جواب دیا : ''جب میں کسی جانور کو تیر مارتا ہوں تو وہ میری جانب سات قدم دوڑنے کے بعد بے ہوش ہو کر

---

۱ - مورتی پہاڑی راولپنڈی کے قریب جنوب میں واقع ہے ۔ مصنف

زمین پر گر جاتا ھے''۔ رانی بولی : ''یہ تو بڑی عجیب بات ھے۔ میں اسے اس وقت تک تسلیم نہیں کر سکتی جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں ''۔

اگلی صبح راجا نے رانی کوکلاں کو اپنے پیچھے سوار کیا اور شکار کے لیے جنگل کی طرف چل دیا۔ مگر اس نے اتنی احتیاط کی کہ اپنے لباس کے اوپر ایک اور موٹا کپڑا پہن لیا تاکہ رانی کا پسینہ اسے ضرر نہ پہنچا سکے۔

سامنے سے ایک ھرن نکلا ، راجا نے اسے تیر مارا۔ ھرن اس سے سات قدم دور جا کر گر پڑا۔

رانی کوکلاں بولی : ''رات تم نے مجھے بتایا تھا کہ جب تم کسی جانور کو تیر مارتے ھو تو وہ سات قدم تمھاری جانب آ کر گر جاتا ھے مگر یہ تم سے سات قدم دور جا کر گرا ھے۔ تمھاری بات سچی ثابت نہیں ھوئی''۔

راجا بولا : ''مجھے اب وہ سکت نہیں رھی ، کیوں کہ میں نے اپنے ساتھ تمھیں گھوڑے پر بٹھا لیا ھے ''۔

رانی بولی '' اب میں ھرنوں کو اپنے ھاتھ سے پکڑ کر تمھارے پاس لاتی ھوں''

رانی اپنے محل کے ایک برج میں بیٹھ گئی اور اس نے اپنی سات مشکیں زلفیں کھول دیں۔ رانی کی زلفوں کی خوشبو ھوا میں ھر طرف پھیل گئی۔ اس خوشبو سے دو ھرن ھیرا اور نیلا جنگل سے نکل کر رانی کے محل کی طرف آ گئے اور اس کے پاس آ کھڑے ھوئے۔ راجا رسالو نے رانی کی زلفوں کا اثر دیکھنے کے لیے اپنی کمان سے ھرنوں کو ڈرایا نیلا نے جونہی کمان کی آواز سنی وہ ڈر گیا اور وھاں سے جنگل کی طرف بھاگ نکلا۔ مگر ھیرا اس خوشبو سے اس قدر مست تھا کہ وھیں کھڑا رھا۔

راجا نے خیال کیا : '' اس ھرن کو مارنا نہیں چاھیے جو میری بیوی کا اس قدر دلدادہ ھے۔ اس پر نشان کر دینا چاھیے''۔ چنانچہ اس نے اس کی دم اور کان کاٹ دیے۔ ھیرا بولا :

نا میں کھیت اجاڑیا ، نہ میں بھنی واڑ
کیوں توں پچھ کٹیو ؟ کیتا کیہ زیان
میں بھی ھیرا ھوں کالے جنگل کا ،
دھولر لاساں چور

ترجمہ—نہ میں نے کھیت اجاڑا ہے ، نہ باڑ توڑی ہے ۔ تو نے کیوں میری دم کاٹ دی ، میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا ؟ میں بھی کالے جنگل کا ھیرا ھوں ، تمھارے محل میں ضرور چور لاؤں گا ۔

یہ کہ کر ھیرا جنگل میں اپنے دوسرے ھرن بھائیوں کی طرف بھاگ گیا ۔ مگر انھوں نے اسے اپنے گلے سے نکال دیا ، کیوں کہ نہ اس کی دم تھی نہ کان ۔ ھرن بہت رنجیدہ ھوا اور راجا اٹکی مل کے بیٹے راجا ھوڈی[1] کے ملک میں چلا گیا اور وھاں ھرنوں کے ایک گلے میں شامل ھو گیا ۔

ایک روز وہ سارے گلے کو راجا ھوڈی کے باغ میں لے آیا اور اسے ویران کر ڈالا ۔ راجا ھوڈی کو خبر ھوئی تو اس نے ھرنوں کو پکڑنے کے لیے اپنے آدمی بھیجے۔ سارے ھرن بھاگ گئے مگر ھیرا وھیں باغ میں چھپا رھا ۔ راجا ھوڈی خود باغ میں آیا تو ھیرا اس کے سامنے سے بھاگ نکلا ۔ راجا نے اس کے پیچھے اپنا گھوڑا ڈال دیا ۔ ھیرا بھاگتا بھاگتا راجا ھوڈی کو مورتی پہاڑی کی طرف لے آیا ، جہاں پاس ھی راجا رسالو کا محل تھا ۔ پھر اس نے مڑ کر راجا ھوڈی سے پوچھا : ”تم اتنی دور تک میرے پیچھے کیوں آئے ھو ؟“

راجا نے جواب دیا : ”تو نے میرا باغ کیوں اجاڑا ؟ اب میں تجھے مارنے کے لیے آیا ھوں “۔

ھرن بولا : ”میں نے رانی کوکلاں کے حکم سے تمھارا باغ اجاڑا ہے“۔

---

۱ ۔ راجا ھوڈی کی سلطنت اٹک سے جلال آباد تک پھیلی ھوئی تھی اٹکی مل کا نام ھی لفظ اٹک سے مشتق معلوم ھوتا ہے ۔ ٹامس کی رائے میں کشن (سکائیتھین) قوم کے سکوں پر کدار نام کے جس راجا کا نشان ملتا ہے وہ یہی ہے ۔ مصنف

راجا نے پوچھا : ''وہ کہاں ہے؟''

ہرن بولا : ''وہ محل کے اوپر اس جالی دار کھڑکی میں بیٹھی ہوئی ہے''۔

یہ سن کر راجا نے اوپر نظر اٹھائی اور وہاں رانی کوکلاں کو بیٹھے پایا ۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے اور ہرن ایک جھاڑی میں چھپ گیا ۔

رانی بولی :

محلاں ہیٹھ پھرینديا راجا ! سادھ پھریں کہ چور
اک راجا میرے دا ویری ہیں ؟ اک کھڑا ایں ڈھور

ترجمہ — محلات کے نیچے پھرتے ہوئے راجا ! نیک نیتی سے یہاں پھر رہا ہے یا بد نیتی سے ؟ کیا تو میرے راجا کا دشمن ہے یا یوں ہی جانوروں کی طرح کھڑا ہے ؟

راجا نے جواب دیا :

چوراں میلے کپڑے رانی ، سادھ اکے رنگ ہو
نہ میں تیرے راجا دا ویری ہوں ، نہ کھڑا ہاں ڈھور
میریوں آنداں دور سے ، ایتھے کھڑایا چور

ترجمہ — چوروں کے کپڑے میلے ہوتے ہیں اے رانی ! اور سادھوں کا لباس ایک رنگ کا ہوتا ہے ۔ نہ میں تیرے راجا کا دشمن ہوں، نہ جانوروں کی مانند یوں ہی کھڑا ہوں ۔ میں بہت دور سے لایا گیا ہوں ، یہاں میرا چور گم ہو گیا ہے ۔

اور پھر اس نے کہا :

بدلوں ڈھٹھی جھاڑ بدلی ، کن گھڑی سنیار
نک تلوار دا پیلا ، ہوٹھ پان دی بیڑ
کس راجا دی بیٹڑی ، کس راجا دی نار
تینوں دھولر چاڑھ کے کہاں گیا گنوار ؟

ترجمہ — بادلوں سے بادل کا چھوٹا سا ٹکڑا جدا ہوا ۔ کس سنار نے تمھاری مورت بنائی ہے ؟ ناک تلوار کی طرح نوک دار ہے اور ہونٹوں پر پان کی سرخی ہے ۔ تو کس راجا کی بیٹی ہے

اور کون راجا تیرا خاوند ہے اور وہ گنوار تمہیں اس محل
میں بٹھا کر خود کدھر چلا گیا ؟

رانی نے جواب دیا :

نہ میں بدلوں ڈھٹھی آں راجا ، نہ گھڑی سنیار
نک تلوار دا پیلا ، ہوٹھ پان دی بیڑ
رام سرکپ دی میں بیٹڑی ، راجا رسالو دی میں نار
مینوں دھولر چاڑھ کے جھل ول گیا شکار

ترجمہ—اے راجا ! میں بادلوں سے جدا نہیں ہوئی ، نہ کسی سنار نے
میری صورت بنائی ہے ۔ میری ناک تلوار کی طرح نوک دار ہے
اور میرے ہونٹوں پر پان کی سرخی ہے ۔ میں راجا سرکپ
کی بیٹی ہوں اور راجا رسالو میرا خاوند ہے ۔ وہ مجھے اس محل
میں بٹھا کر خود دریا کے کنارے شکار کھیلنے گیا ہے ۔

اور پھر اس نے کہا :

کہاں تمہاری نگری راجا ! کہاں تمہارا تھاؤں ؟
کس راجا دا بیٹڑا ، کیا تمہارا ناؤں ؟

ترجمہ—اے راجا ! تمہارا شہر کہاں ہے اور تمہارا ملک کون سا ہے ؟
تم کس راجا کے بیٹے ہو اور تمہارا نام کیا ہے ؟

راجا نے جواب دیا :

سندھ تو میری نگری رانی ، اٹک ہے میرا تھاؤں
راجا انگی مل دا بیٹڑا ، راجا ہوڈی میرا ناؤں

ترجمہ—دریائے سندھ کے قریب میرا شہر ہے ، اٹک میرا ملک ہے ۔
راجا انگی مل کا بیٹا ہوں ، راجا ہوڈی میرا نام ہے ۔

رانی بولی :

الیاں دا کھاں پکیاں ، چوہ چوہ پون انار
ایسا کوئی نہ جمیا ، آوے راجا دے دربار

ترجمہ—کچے انگور پک چکے ہیں ، اناروں سے رس ٹپکا پڑتا ہے ۔ ابھی
تک کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو میرے راجا کے دربار
میں زبر دستی داخل ہو سکے ۔

راجا ہوڈی نے اس سے کہا ''مجھے بتاؤ کہ میں تم تک کیسے پہنچ سکتا ہوں ؟'' رانی نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں سیڑھیاں تھیں اور بولی : سیڑھیوں کے منہ پر ایک بڑا پتھر پڑا ہے ، اسے ہٹا کر اوپر آ جاؤ''۔ راجا نے اس کے کہنے پر عمل کیا ، مگر وہ اس پتھر کو ہٹا نہ سکا ۔

آخر وہ بولا :

میں بنجارا سندھ دا ، ویچاں کلی کپور
جو سودا لوڑیں مانگواں ، تاں سد کے لے حضور

ترجمہ—میں دریائے سندھ کے علاقے کا بیوپاری ہوں ، کلیاں اور پھول بیچتا ہوں ۔ اگر تمھیں مفت سودا چاہیے تو مجھے پاس بلا کر لے لو ۔

اس بار رانی کوکلاں نے ایک اور سیڑھی کی طرف اشارہ کیا جس کے صرف تین زینے تھے ۔ راجا نے اسے دیکھا تو کہا ''میں پرندہ نہیں ہوں کہ یہاں سے اڑ کر تمھارے پاس آ جاؤں ۔ اگر تم واقعی یہ چاہتی ہو کہ میں تمھارے پاس پہنچوں تو ایک رسی نیچے لٹکا دو تاکہ اس کے ذریعے اوپر آ سکوں''۔

رانی کوکلاں نے ایک رسی نیچے لٹکا دی اور راجا ہوڈی اسے پکڑ کر محل پر چڑھنے لگا ۔ وہاں محل کے اندر دو پنجرے تھے ، جن میں سے ایک میں مینا تھی اور دوسرے میں طوطا ۔

جوں ہی طوطے نے راجا ہوڈی کو دیکھا ، اس نے اپنا سر پروں میں چھپا لیا اور مینا سے بھی اسی طرح کرنے کو کہا ۔ مینا نے بھی ویسے ہی کیا ۔ اتنے میں راجا پہلے زینے پر چڑھ آیا ۔ اب مینا نے طوطے سے کہا :

سن وے طوطیا لاڈلیا لاڈ بھریا ! سنو ہماری بات
اوتھے نہ وسیے طوطیا ! جتھے انگ نہ ساک
عجب تماشا دیکھیا ، کاں کھاوے راجے دی داکھ

ترجمہ—اے ناز پروردہ ناز بھرے طوطے ! میری بات سنو ۔ ایسی جگہ بسنا ٹھیک نہیں جہاں کوئی عزیز رشتہ دار نہ ہو ۔ میں عجب تماشا دیکھ رہی ہوں ، کوا راجا کا انگور کھا رہا ہے ۔

طوطا بولا ''مینا تمھیں اس سے کیا ؟ تم خاموش بیٹھو اور اپنا سر پروں میں چھپا لو''۔ اتنے میں راجا ھوڈی دوسرے زینے پر آ پہنچا ۔ مینا بولی :

سن وے طوطیا لاڈلیا لاڈ بھریا ! سنو ھماری بات
اوتھے نہ وسیے ، جتھے ساک نہ ویر
عجب تماشا دیکھیا ، کتا کھاوے کھیر

ترجمہ—اے ناز پروردہ ناز بھرے طوطے ! میری بات سنو ۔ ایسی جگہ رھنا ٹھیک نہیں جہاں نہ کوئی رشتہ دار ھو نہ بھائی ۔ میں عجیب تماشا دیکھ رھی ھوں ، کتا کھیر کھا رھا ھے ۔

طوطے نے پھر مینا کو چپ کرا دیا ۔ اتنے میں راجا ھوڈی نے تیسرے زینے پر پہنچ کر آواز دی ۔

مینا پھر بولی :

سن وے طوطیا لاڈلیا لاڈ بھریا ! سنو ھماری بات
اوتھے نہ وسیے طوطیا ! جتھے انگ نہ ساک
عجب تماشا دیکھیا ، کھوتا ھنکے راجا دے دربار

ترجمہ—اے ناز پروردہ ناز بھرے طوطے ! میری بات سنو ۔ ایسی جگہ رھنا ٹھیک نہیں جہاں کوئی رشتہ دار یا عزیز نہ ھو۔ میں عجیب تماشا دیکھ رھی ھوں ، گدھا راجا کے دربار میں ھنہنا رھا ھے ۔

طوطے نے پھر مینا سے کہا ''میں نے تمھیں کتنی بار خاموش رھنے کو کہا ھے مگر تم پروا نہیں کرتیں''۔ مینا بولی ''یہ چور گھر میں آ کر شور مچاتا ھے ، اس پر مجھے غصہ آتا ھے اور میں چپ نہیں رہ سکتی''۔

اتنے میں راجا اندر داخل ھو گیا ۔ چونکہ اسے پیاس لگ رھی تھی ، اس نے رانی سے پانی مانگا ، مگر پانی بآسانی نہیں مل سکتا تھا اس لیےوہ دونوں راجا رسالو کے کنویں کی منڈیر کے پتھر توڑنے لگے تاکہ پانی تک پہنچ سکیں ۔ تھوڑے عرصے کے بعد رانی کوکلاں نے گھڑے میں کچھ پانی نکالا اور راجا ھوڈی کو پینے کے لیے دیا ۔ راجا وھاں دو تین گھنٹے ٹھہرا اور پھر وھاں سے جانے کے متعلق بات چیت کرنے لگا۔

رانی نے اسے رات بھر ٹھہرنے کے لیے کہا ، مگر وہ ڈرتا تھا اس لیے زیادہ دیر ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہوا ۔ یہ سن کر رانی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ۔ راجا نے اس کے آنسو دیکھے تو انھیں اپنے ہاتھ سے پونچھا ، اور چونکہ رانی کی آنکھوں میں کاجل لگا ہوا تھا اس لیے راجا کے ہاتھ بھی سیاہ ہو گئے ۔ راجا جانے کی تیاری کرنے لگا تو اس نے وعدہ کیا ''میں تین روز تک واپس آ جاؤں گا ''۔

رانی بولی ''تم اپنے گھر پہنچو گے تو اپنے محل کی عورتوں میں بیٹھ کر مجھے بھول جاؤ گے اور یہاں واپس آنے کا وعدہ بھلا دو گے''۔

راجا بولا ''میرے گھر میں عورتیں نہیں ہیں ۔ میں اس وقت تک اپنے ہاتھ کا یہ کاجل نہیں دھوؤں گا ، نہ کھانا کھاؤں گا ، جب تک یہاں واپس نہ آ جاؤں ۔ اب میں یہیں واپس آ کر تمھارے ساتھ کھانا کھاؤں گا ''۔

یہ کہ کر وہ اسی رات ملک اٹک کو روانہ ہو گیا اور دریائے سندھ کے کنارے پہنچ گیا ۔ چونکہ وہ بہت پیاسا تھا اس لیے اس نے وہیں دریا کے کنارے لیٹ کر جانوروں کی طرح منہ سے پانی پیا ، کیوں کہ اگر وہ ہاتھ استعمال کرتا تو کاجل دھل جاتا اور وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا ۔

دوسرے کنارے پر ایک دھوبی کپڑے دھو رہا تھا ۔ اس نے راجا ہوڈی کو جانوروں کی طرح پانی پیتے دیکھا تو اپنی عورت سے کہا :

سن ری دھوبن لاڈلی لاڈ باوری ، سنو ہماری بات
پاروں آیا راجپوت ، نہ وس سنگ ، نہ ساتھ
سھرووُاں وانگ پانی پی گیا ، اس کے ہاتھوں کو کیہ قضا

ترجمہ — اے ناز پروردہ ناز بھری دھوبن ! میری بات سنو ۔ دریا کے اس پار سے ایک راجپوت پہنچا ہے ، جس کے ساتھ نہ کوئی دوست ہے نہ ساتھی ۔ اس نے جانوروں کی طرح پانی پیا ہے ۔ اس کے ہاتھوں کو کیا ہوا ؟

دھوبن بولی : ''اگر تم مجھے سونے کے زیور بنوا دو تو میں تمھیں معاملے کی اصلیت بتاؤں ''۔

دھوبن نے پھر کہا :

سن وے دھوبی لاڈلے لاڈ باورے ! سنو ھاری بات
پاروں آیا راجپوت ، نہ وس سنگ ، نہ ساتھ
اکے نار پرچانے والی ساری رات
وہ روتی ، اس پونجھیا کاجل ھاتھوں ساتھ

ترجمہ۔اے لاڈلے لاڈ باورے دھوبی! میری بات سنو ۔ دریا کے اس پار سے ایک راجپوت آیا جس کے ساتھ نہ کوئی دوست ہے نہ ساتھی ۔ ایک عورت نے اسے ساری رات خوش رکھا ہے ، وہ روئی اور اس نے اپنے ھاتھوں سے اس کا کاجل پونچھا ۔

دھوبن نے یہ بات کہی تو دھوبی نے اسے خوب پیٹا اور وہ زور زور سے رونے لگی ۔ راجا نے اس کے رونے کی آواز سنی تو اپنے گھوڑے کا زیر بند ڈھیلا کیا اور گھوڑے سمیت تیر کر دریا کے اس کنارے آ پہنچا ۔ یہاں پہنچ کر اس نے دھوبی کو جھڑکا :

''احمق دھوبی! تم میری موجودگی میں اپنی بیوی کو پیٹتے ہو ، یہ کیا جواں مردی ہے ؟''

دھوبی نے جواب دیا : '' دنیا کے مالک! اس نے آپ کے متعلق ایسی بے ھودہ باتیں کہی ھیں جنھیں میں زبان پر نہیں لا سکتا ''۔

راجا کو خیال ھوا کہ دھوبن کو پوشیدہ رازوں کا علم حاصل ہے ۔ اس نے اس سے مخاطب ھو کر کہا :

اکے تو مانیو دھوبن ، اکے تو مانیوں مار
انھوں کی کیوں کرگزری دھوبن! جن کے بچھڑے یار

ترجمہ۔ مجھے معلوم ہے تم دھوبن ھو ، مجھے یہ بھی معلوم ہے تمھاری پٹائی ھوئی ہے ۔ اے دھوبن! ان کی رات کیوں کر گزری جن کے دوست جدا ھو گئے ۔

دھوبن نے جواب دیا :

وے کالیاں بانھاں دھو لیاں راجا ، مل کر دھوئیں ھاتھ
ھنساں سر کتنے راجا ! جواناں ناریں لاکھ

ترجمہ—اے راجا! اس نے اپنے کالے ہاتھ دھو لیے ہیں، تم بھی اپنے ہاتھ دھو لو۔ اے راجا! ھنس کا سر صرف ایک ہوتا ہے، مگر جوان عورتیں لاکھوں کی تعداد میں مل سکتی ہیں۔

راجا ہوڈی نے دھوبن کے کہنے پر اپنے ہاتھ دھو لیے اور محل کے اندر چلا گیا۔

جب راجا رسالو شکار سے فارغ ہو کر واپس گھر پہنچا تو رانی کوکلاں نے اس سے کہا:

نیلے گھوڑے والیا راجا! نیلے دے اسوار
ترکش بھریا موتیاں، لعلاں جڑی کہان
ڈھال جڑی تیری ہیریاں، خاصہ سنے رومال
ٹھمکی گھوڑا دس جا، تیری نار لگاں کہ بھین

ترجمہ—اے نیلے گھوڑے کے مالک، نیلے گھوڑے کے سوار راجا! تیرا ترکش موتیوں سے پر ہے اور تیری کہان میں لعل جڑے ہوئے ہیں۔ تیری ڈھال میں ہیرے جڑے ہیں اور تیرے خاصے اور رومال میں بھی۔ ناز سے چلتے ہوئے گھوڑے کے سوار مجھے بتائے جا، میں تیری بیوی ہوں یا بہن؟

راجا رسالو نے جواب دیا:

پانسا جت کے آور سانی، رانیں چھوڑیں چار
باغ لگایا تیرے شوق کو، آڑو، انب، انار
کھا کے میوہ پالتیں رانی! ہوئیں چھیل مٹیار
میں راجا رسالو تیرا بنڑا، توں رانی کوکلاں میری نار
اس گن راکھی نہ گنی، جو پچھانی سار

ترجمہ—میں تمھیں بازی جیت کے لایا تھا، میں نے چار رانیاں چھوڑیں۔ تیرے شوق کے پیش نظر یہاں باغ لگایا، جس میں آڑو، آم اور انار ہیں۔ ان میووں سے تیری پرورش ہوئی، پھر تو نازک اندام جوان ہوئی۔ میں راجا رسالو تیرا دولھا ہوں اور تو کوکلاں میری عورت ہے۔ میں نے تجھے اس لیے بے خبر رکھا تھا، کیوں کہ میں تیرے دل کی بات جانتا تھا۔

یہ کہ کر راجا رسالو گھوڑے سے آترا اور اوپر رانی کوکلاں کے پاس چلا گیا ۔ وھاں اس نے کنویں کی منڈیر ٹوٹی ھوئی دیکھی اور کسی غیر مرد کے پاؤں کے نشانات دیکھے تو اس نے رانی کوکلاں سے یوں کہا :

کن میرا کٹور گیریا رانی ، کن بھنی نسار؟
گھڑیوں پانی کن لیا ، کن سٹی کھنگار؟
محل میرا کون توڑیا ؟ محلیں پیا دھسکار
سیج میری کون لیٹیا ؟ ڈھلی پئی نوار

ترجمہ— رانی! میرے کنویں کی منڈیر کس نے گرائی ھے؟ ''نسار[۱]'' کس نے توڑی ھے ؟ میرے گھڑے سے کس نے پانی پیا ھے؟ کس کا تھوک یہاں پڑا ھے؟ میرا محل کس نے توڑا ھے؟ اس میں جابجا نشانات پڑے ھوئے ھیں ، میری سیج پر کون لیٹا ھے؟ پلنگ کی نوار ڈھیلی پڑی ھے ۔

رانی نے جواب دیا :

میں نے کھوہ گیڑیا ، میں نے بھنی نسار
گھڑیوں پانی میں لیا ، میں نے سٹی کھنگار
مینا بودی کھوئی آ ، طوطے کھویا گلے دا ھار
چھڑوا کر راجا میں نسی ، محلاں پیا دھسکار
سول میرے تھیں سیج لیٹی آں ، ڈھلی پئی نوار

ترجمہ— میں نے کنواں چلایا ھے ، میں نے اس کی 'نسار' توڑی ھے ۔ گھڑے میں سے پانی میں نے پیا ھے ۔ یہ تھوک میرا ھے ۔ مینا نے میرے بال نوچ لیے ، طوطے نے گلے کا ھار توڑ دیا ۔ ان سے پیچھا چھڑا کر میں بھاگی ، یہ میرے پاؤں کے نشانات ھیں ۔ سخت درد کے مارے میں بستر پر لیٹ گئی تھی ، اس لیے نوار ڈھیلی پڑ گئی ھے ۔

رانی کوکلاں نے یہ کہا تو راجا نے طوطے کو پیٹا ۔ اس پر مینا

---

۱ ۔ نسار ۔ جست کی کھلی نالی ، جس میں سے نکل کر پانی حوض میں گرتا ھے ۔ مترجم

بولی : ''اچھا ہوا تجھے راجا نے مارا ، کیوں کہ تو نے ہی شروع میں مجھے رانی کی کارستانیاں بتانے سے روکا تھا ''۔

اس کے بعد راجا سو گیا اور اگلی صبح سورج نکلنے سے پہلے پھر سکار پر جانے کے لیے تیار ہوا ۔ اس وقت طوطے نے اس سے کہا : اگر آپ کی عدم موجودگی میں ہمیں کوئی تکلیف پیش آ جائے تو ہم آپ کو کس جگہ تلاش کریں؟''

راجا بولا ''اگر آئندہ تین چار روز کے اندر کوئی مصیبت آ پڑے تو میں دریا کے کنارے والے جنگل میں ہوں گا ۔ اس کے بعد دو تین ماہ تک میں کشمیر کی پہاڑیوں میں شکار کھیلوں گا''۔ اس کے بعد راجا چلا گیا ۔

دو تین رور کے بعد راجا ہوڈی محل میں آیا اور گھوڑے سے اتر کر سیدھا رانی کوکلاں کے پاس جا پہنچا اور وہ دونوں خوشی سے ہنسنے لگے ۔ اس پر مینا نے رانی کوکلاں سے کہا : ''پہلے تو تم نے راجا رسالو کے سامنے میری اور طوطے کی برائی کی تھی ، اب تم اسے کیا کہو گی ؟ خدا سے ڈرو اور غیر مرد کے ساتھ ہنسنا کھیلنا چھوڑو''۔

رانی یہ سن کر سخت غصے میں آ گئی اور بولی :

کٹ کٹ چوری تینوں میں دیاں مینا! توں بیٹھی آڈ کھائے
انہاں گلاں نال تیرا کیا مطلب ؟ توں ٹھنڈا پانی پی
یہ پردیسی دور سے ، اٹھ جاسن اپنے گھر

ترجمہ—اے مینا! میں تجھے ''چوری'' بنا بنا دیتی رہی ہوں جیسے تو
الگ بیٹھ کر کھاتی رہی ہے ۔ ان باتوں سے تیرا کیا مطلب ؟
تو ٹھنڈا پانی پی اور (اور عیش کر) ۔ یہ مسافر دور سے آیا ہے،
اپنے گھر چلا جائے گا ۔

مینا نے جواب دیا :

کٹ کٹ چوری آپے کھا رانی ساڈی آمید خدا
راجا میرا آوسی رانی ، کرساں لون حلال

ترجمہ—رانی تم خود ہی چوری بناؤ اور خود ہی کھاؤ ، ہمارا بھروسا
خدا پر ہے ۔ جب میرا راجا آئے گا ، تو میں اس کے سامنے
نمک حلالی کا ثبوت دوں گی ۔

رانی بولی : ''اے بے وفا مینا ! تو ہمیشہ میرے ہاتھ سے کھاتی رہی ہے ۔ راجا اس وقت جنگلوں میں پھر رہا ہے اور میں یہاں موجود ہوں ۔ کیا تو مجھ سے نمک حرامی کرے گی اور راجا سے وفاداری کا ثبوت دے گی؟''

یہ کہ کر رانی نے مینا کو پنجرے سے نکالا اور اس کی گردن مروڑ دی ۔ پھر پنجرے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا ، پھر طوطے کے پنجرے کی طرف گئی تاکہ اسے بھی جان سے مار دے مگر طوطے نے اپنی جان بچانے کے لیے اس سے چاپلوسی کی باتیں شروع کر دیں ، وہ بولا :

بھلا کیا جو شارک ماریو ای رانی ! ایسی چغلی دار
رناں دل چڑھواں ، اساں مرداں دل دریا
کڈھ کھاں رانی پنجریوں ، میں ویکھاں راجا دا راہ

ترجمہ۔رانی تونے تو اچھا کیا جو مینا کو مار دیا ۔ ایسی چغل خور کی یہی سزا تھی ۔ عورتوں کا دل حاسدوں کی طرح تنگ ہوتا ہے ، مردوں کے دل دریا کی طرح وسیع ہوتے ہیں ۔ اے رانی ! مجھے پنجرے سے نکال تاکہ میں راجا کی راہ دیکھوں ۔

یہ کہ کر طوطا خاموش ہوگیا ۔ رانی نے اپنے دل میں کہا ''اس نے کبھی میرے خلاف کوئی بات نہ کی بلکہ جب کبھی مینا کوئی الٹی سیدھی بات کرتی تھی ، یہ اسے خاموش کرا دیتا تھا ۔ رانی نے اسے وفادار سمجھتے ہوئے پنجرے سے نکال دینے کا فیصلہ کیا ۔ طوطا بولا :

''مجھے پنجرے سے نکالو ۔ میں مینا کو دو تین لاتیں مار کر اس سے تمھارا بدلہ لوں گا ۔ اس نے کیوں تمھیں اتنی تکلیف دی ہے''۔

رانی یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور اس نے اسے پنجرے سے نکال دیا ۔ طوطے نے رانی کو زیادہ خوش کرنے کے لیے پنجرے سے نکلتے ہی مینا کو دو تین ٹھوکریں ماریں ۔ پھر اس نے رانی سے کہا کہ مجھے اشنان کرا دو ، کیوں کہ میں پوتر ہندو ہوں اور میں نے لاش کو ہاتھ لگایا ہے''۔

اب رانی اس سے اور زیادہ خوش ہوگئی - اس نے اس پر پانی ڈالا اور اسے نہلا دیا - پھر طوطے نے کھانے کے لیے کچھ مانگا - رانی نے آٹا گھی اور گڑ ملا کر روٹی پکائی اور اسے کھانے کو دی - جب طوطے نے پیٹ بھر کر کھا لیا تو اڑ کر ل کی چوٹی پر جا بیٹھا اور رونے لگا -

رانی نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو وہ بولا - ''رانی تمھاری زندگی دراز ہو ! مگر تم نے میری دوست مینا کو مار کر مجھے بہت دکھ پہنچایا ہے''-

رانی بولی :

طوطیا وے پڑوسیا ! نہ جائیں با زور
اک جو مینا ہم نے ماری ، دس میناں دیساں ہور
منیں اپنے رب نوں ، مڑ آویں میرے کول
دکھ تیرا میں ونڈانواں گی ، توں مندا بول نہ بول

ترجمہ—اے میرے پڑوسی طوطے ! مجھے زبردستی چھوڑ کر نہ جانا -
اگر میں نے ایک مینا کو مار دیا ہے تو اور دس مینائیں لا دوں گی - خدا کے واسطے میرے پاس آ جا - میں تیرے دکھ میں برابر کی شریک ہوں ، تو بری بات منہ سے نہ نکال -

اگرچہ رانی نے اسے بہت دلاسے دیے مگر طوطا وہاں نہ رکا بلکہ راجا رسالو کے پاس پہنچ گیا ، جو اس وقت ایک دریا کے کنارے ایک پیڑ تلے سو رہا تھا - جب طوطے نے راجا کو تلاش کر لیا تو پہلے اس نے ایک جوہڑ سے اپنے پر گیلے کیے ، پھر راجا رسالو کے عین اوپر درخت کی ٹہنی پر جا کر بیٹھ گیا - وہاں بیٹھ کر اس نے اپنے پر پھڑ پھڑائے تو پانی کے قطرے راجا کے منہ پر پڑے - راجا نے سمجھا بارش شروع ہوگئی ہے ، وہ فوراً اٹھ بیٹھا - طوطے نے اس سے کہا :

کیکر ہیٹھ ستیا راجا ! منہ سے پلا لاہ
رانی ہٹی کھولی آ ، کر دی بنج بیوپار
اک جو آیا راجپوت اس چک چک بدھے بھار

ترجمہ—اے ببول کے تلے سوئے ہوئے راجا ! اپنے چہرے سے آنچل ہٹا دے - تمھاری رانی نے دوکان کھول لی ہے اور سوداگری

شروع کر دی ہے ۔ ایک راجپوت آیا ہوا ہے جس کے پاس بہت سا روپیہ ہے ۔

راجا رسالو نے جواب دیا :

اٹھ میناں ، دس شارکاں ، باری باری مور
اتنے شاھداں ہوندیاں طوطیا ! کیوں دھولر لاگے چور

ترجمہ—آٹھ مینائیں ہیں ، دس شارکیں ہیں اور ہر کھڑکی میں ایک مور ہے ۔ اے طوطے ! اتنے پہریداروں کے ہوتے ہوئے محل میں چور کیسے داخل ہو گیا ؟

''اے راجا !'' طوطے نے کہا ''رانی نے مینا کو جان سے مار دیا ہے اور میں بھی کئی حیلوں اور بہانوں سے یہاں تک پہنچا ہوں''۔

یہ سن کر راجا رسالو نے اپنا توشہ دان کمر سے باندھا اور گھوڑے پر سوار ہوگیا ۔ جب وہ مرغالہ[1] سے گزر کر سنگ جانی[2] کے قریب پہنچا تو اس وقت تک اس کا گھوڑا اتنا تھک چکا تھا کہ بمشکل رینگ سکتا تھا ۔ راجا نے اپنے گھوڑے سے کہا :

''اے بھونر عراق ! تم تو پرندوں کی طرح اڑا کرتے تھے ۔ آج جب میرے گھر میں دشمن آیا ہوا ہے ، تم اتنے سست ہوگئے ہو کہ تم سے چلا بھی نہیں جاتا ؟''

گھوڑے نے جواب دیا :

اندروناں توڑیا اڈیاں راجا ! میرے تن تے چوٹ نہ مار
جس روز توں جمیاں ، میری لاکھی سوئی ماں
جے توں بھورے پالیا ، میں بدھوں اوسے جا
جے توں نکلیا ہیں باہر ، میں در پر کھلا آ
جے توں چڑھیوں میری پیٹھ پر ، ناھیں دتی بازی ہار
جنھاں اے سوگنداں توڑیاں ، کدی سر وی دیسن چا

ترجمہ—اے راجا ! تیری ایڑیوں نے میرا جسم اندر سے توڑ دیا ہے ۔ اب میرے جسم پر کوڑے سے چوٹ نہ مار ۔ جس روز تو پیدا ہوا تھا ، اسی دن میری کالے رنگ کی ماں نے مجھے جنا تھا ۔ اگر

---

۱ - مرغالہ ایک درے کا نام ہے ۔ ۲ - سنگ جانی ایک گاؤں ہے ۔ مصنف

تو نے تہ خانے میں پرورش پائی، تو میں بھی وہیں رہا ۔ جب تو وھاں سے باھر نکلا ، میں دروازے پر آ کھڑا ھوا ۔ جب کبھی تو میری پیٹھ پر سوار ھوا ، تو نے کبھی بازی نہ ھاری ۔ جنھوں نے قسمیں توڑی ھیں ، انھیں کبھی سر بھی دینا پڑے گا ۔

تب بھونر عراقی نے خیال کیا کہ مالک کو میری ضرورت ھے ۔ چنانچہ وہ خوشی خوشی چلنے لگا ۔

جب راجا رسالو مورتی پھاڑی پر واقع اپنے محل پر پہنچا تو اس نے وھاں راجا ھوڈی کو موجود پایا۔ راجا رسالو نے اسے نیچے سے پکار کر کہا ''اے میرے دشمن ! پہلا وار تم کرو ، اس کے بعد میں تم پر ھاتھ اٹھاؤں گا''۔

راجا ھوڈی بولا ! ''یہ درست نہیں کہ پہلے میں تم پر وار کروں''۔

راجا رسالو بولا : ''اچھا پہلے تم مجھ پر تیر چلاؤ ، پھر میں اس کا جواب دوں گا ۔ اسی طرح ھم باری باری ایک دوسرے پر تیر چلائیں گے''۔ چنانچہ راجا ھوڈی نے اس پر تیر چلایا ، مگر راجا رسالو نے اس کے تیر کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا ۔ اس کے بعد راجا ھوڈی ایک اور تیر چلانے لگا تو راجا رسالو بولا : ''میں نے تمھیں صرف پہلا تیر چلانے کو کہا تھا اور تم نے ایک اور کی تیاری شروع کر دی ھے ۔ اچھا یہ تیر بھی چلا دیکھو اور اپنے دل کی خواھش پوری کر لو''۔

راجا ھوڈی نے دوسرا تیر چلایا اور راجا رسالو نے اسے ڈھال پر روکا ۔ راجا ھوڈی تیسرا تیر چلانے کی تیاری کرنے لگا تو راجا رسالو نے بھی اپنے ترکش سے تیر نکالا اور کہا :

پہلی کانی ماری آ ، خدا لیا بچا
دوسری کانی ماری آ ، میں گیا ھوں کھسیا
تیسری کانی سادھی آ ، سچی ساعت لگی آ

ترجمہ—تم نے پہلا تیر چلایا تو خدا نے مجھے اس سے بچا لیا۔ تم نے دوسرا تیر چلایا تو میں طرح دے گیا ۔ اب تم نے تیسرا تیر کہاں

میں جوڑا ہے ۔ اب گویا صحیح وقت آ پہنچا ہے ۔

راجا رسالو نے یہ الفاظ کہے تو راجا ہوڈی کی کمان دو ٹکڑے ہو گئی اور اس نے راجا رسالو سے کہا :

تھمن نیزہ میرا گھر رہا راجا ! گھر رہی تلوار
سو پگ وچ سردار ہوں ، بھائی ہیں ہم چار
آج روز تم معاف کرو ، پھر نہ آؤں تیرے دوار

ترجمہ۔اے راجا ! میرا نیزہ گھر پر رہ گیا ہے اور تلوار بھی ۔ میں سو قبیلوں کا سردار ہوں ، ہم چار بھائی ہیں ۔ آج کے دن مجھے معاف کردو ، پھر کبھی یہاں نہ آؤں گا ۔

راجا رسالو بولا ! ''اے مردود! ایسے بڑے کام کے لیے نکلے ہو اور لڑنے کے لیے کوئی ہتھیار ساتھ نہیں لائے ۔ میں تم پر صرف یہ معمولی سا تیر چلاؤں گا ۔ خیال رکھنا یہ تمھیں گزند نہ پہنچائے ۔ اس کے بعد تم اس تیر اور یہاں کی ہر چیز کے مالک ہو ، کیوں کہ میں یہ جگہ چھوڑ کر یہاں سے ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں گا''۔

یہ کہ کر اس نے راجا ہوڈی کو تیر مارا تو وہ بے ہوش ہو کر نیچے گر پڑا ۔ تب راجا نے اپنے ہاتھ سے اس کا دل نکالا اور اسے رانی کی سیخ پر لگایا ۔ کیوں کہ اس کی اپنی سیخ پر شکار کا گوشت موجود تھا اور رانی کی سیخ خالی تھی ۔ پھر وہ دونوں سیخیں لیے رانی کے پاس پہنچ گیا ۔

رانی بولی ''آج میرا مالک اتنا خوش کیوں ہے ؟''

راجا بولا ''آؤ آج شاندار دعوت اڑائیں ۔ پہلے ہم اپنی اپنی خوراک علیحدہ علیحدہ سیخوں پر بھونتے رہے ہیں ، آج میں تمھاری خوراک بھونوں گا اور تم میری خوراک بھوننا'' یہ کہ کر اس نے شکار کے گوشت والی سیخ رانی کو دے دی اور راجا کا دل اپنی سیخ پر چڑھا دیا ۔ بھوننے کے بعد انھوں نے گوشت بدل لیا اور کھانے لگے ۔ رانی اپنا حصہ ختم کرنے سے پہلے بولی : ''آج گوشت کتنا پر ذائقہ ہے!''
راجا نے جواب دیا :

جیوندیاں موجاں مانیاں رانی ! موئے کھادے ماس
جنھاں نال جو موجاں مانیاں ، ان کا گوشت کیوں نہ دیوے سواد

ترجمہ—اے رانی! اس کی زندگی میں تم نے اس سے لطف آٹھایا ، مرنے
کے بعد اس کا گوشت کھا رہی ہو - جن سے اتنا لطف آٹھایا تھا،
ان کا گوشت کیوں مزہ نہ دے -

رانی نے باقی‌ماندہ گوشت فوراً پھینک دیا اور بولی ''تم کیا کہ رہے
ہو ؟''

راجا اسے بازو سے پکڑ کر راجا ہوڈی کی لاش پر لے آیا - پہلے
تو رانی بالکل مکر گئی ، بالآخر اس نے کہا :

راجا بیٹھیاں دیسی مہناں ، تے کھلیاں دیسی گال
جنھاں‌داسانوں مہناں‌ھے، مرناں اساں‌بھی انھاں‌دے نال

ترجمہ—راجا بیٹھے ہوئے ہم پر الزام تراشی کرے گا اور کھڑے
ہوئے گالی دے گا - جن کے بارے میں ہم پر الزام ھے ، ہم بھی
انھی کے ساتھ جان دیں گے -

یہ کہ کر رانی کوکلاں نے محل کے اوپر سے چھلانگ لگا دی
اور سخت زخمی ہوئی - راجا رسالو نے زخمی رانی کو اٹھا کر
راجا ہوڈی کے گھوڑے کی ایک طرف باندھ دیا اور دوسری طرف
راجا ہوڈی کی لاش باندھ دی اور اسے راجا ہوڈی کے ملک اٹک کی
طرف چھوڑ دیا ، اور اس طرح سے اس کے کارناموں کا
اختتام ہوا -

اس کے بعد راجا رسالو سورتی پہاڑی سے سیالکوٹ کی طرف روانہ ہوا -

زخمی رانی کوکلاں کو ایک جھیور نے گھوڑے سے آتار لیا ،
اس کی مرہم پٹی کی اور اس کے زخم اچھے ہو جانے کے بعد اس سے
شادی کر لی - وقت گزرنے کے بعد رانی کے بطن سے تین بیٹے سبیر ،
گبیر اور سیر پیدا ہوئے ، جن سے جھیوروں کی تین مشہور گوتیں چلتی
ھیں - یہ گوتیں اب تک اس علاقے میں موجود ھیں -

حکایت ۳

سخی سرور اور دانی جٹی

جسے ۱۸۷۹ء میں ایک منشی نے فیروز پور میں مسز ایف اے سٹیل کے لیے قلم بند کیا۔

یہ حکایت نسبتاً بعد کےزمانےسے تعلق رکھتی ہے - مصنف نے موضع لاندیکےضلع فیروزپور کے نمبردار سے خود بات چیت کی ہے - اس نمبردار کا دعویٰ تھا کہ وہ اس لڑکے کا بیٹا ہے جسے سخی سرور نے دانی کی گزارش پر مردہ سے زندہ کر دیا تھا۔ اس حکایت کو اشعار میں لکھنے والا نہالا نامی ایک بھرائیں بتایا جاتا ہے ، جس کا کام ھی سخی سرور کی شان میں نظمیں لکھنا تھا۔ سید احمدؒ سخی‌سرور سلطان لکھ داتا، جو عوام میں سرور یا سخی سرور کے نام سے مشہور ھیں، پنجاب کے بعد کے زمانے کے اولیاء میں سے سب سے زیادہ ہر دل عزیز ھیں۔ وہ اولیاء کے اس طبقے سے تعلق رکھتےھیں جو گیارھویں اور بارھویں صدی عیسوی میں یہاں آئے اور انھوں نےملتان کے قرب و جوار میں ڈیرے ڈال دیے۔ سخی سرور کا اپنا زمانہ غالباً تیرھویں صدی عیسوی تھا - آپ کا مزار کوہ سلیمان کے دامن میں ھے . یہ جگہ جو نگاھا کے نام سےمشہور ھے ، ڈیرہ غازی خاں میں درۂ سخی سرورؒ کے منہ پر واقع ھے - اس جگہ کے محل وقوع ھی سے یہ اندازہ ھو سکتا ھے کہ سلطان سخی سرورؒ نے کیسی زاھدانہ زندگی بسر کی ھوگی ، کیوں کہ ”کوئی ایسا شخص جسے آرام ذرا بھر بھی عزیز ھو ، ایسی جگہ کو اپنا مسکن نہیں بنا سکتا “- اس جگہ ھر سال بیساکھ کے مہینے میں

بہت بڑا میلا منعقد ہوتا ہے جس میں ہر مذہب اور طبقے کے پنجابی ، ہندو ، مسلمان اور دیگر اقوام کے لوگ شامل ہوتے ہیں ۔ مزار کا انتظام خاندانی مجاوروں اور بھرائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ بھرائیں پنجاب بھر میں سلطان سخی سرورؒ کے گیت گاتے پھرتے ہیں اور ان کے باعث پنجاب کے ہر ضلع کے لوگ سلطان سخی سرورؒ سے بخوبی واقف ہیں ۔ سلطان سخی سرورؒ کا تعلق موضع نگاہا کے علاوہ اضلاع لاہور، گوجرانوالہ اورگجرات کےبیشتر مقامات سے بھی ہے ۔

سلطان سخی سرورؒ کی کرامت[1]

دانی جٹی کے بیٹے کا زندہ ہوجانا

سب توفیق اس سچے مالک کو ہے ۔
رب سب کے پردے محفوظ رکھے !
وہ جو چاہے کرتا ہے ،
کون اس کی خواهش میں حائل ہو سکتا ہے؟
وہ خود ہی دیتا ہے اور خود ہی واپس لے لیتا ہے ،
وہی جان اور بدن کا مالک اور دینے والا ہے ،
جانداروں کی ایک لاکھ اور کئی چوراسی قسموں کو
مولا رزق پہنچاتا ہے ۔

سرور پربت میں بستے تھے اور
لوگوں کو خیرات میں بیٹے بخشتے ،
اندھوں اور کوڑھیوں کی تکلیفیں دور کر دیتے اور
لوگوں کو دکھوں سے نجات دلاتے ۔
پہلی قوموں میں بہت سی ذاتیں تھیں ،
پہلے دن سے سکھوں اور سخی سرورؒ کے سیوکوں میں رشتے ناتے

---

[1] - مصنف نے اس کہانی کا منظوم ترجمہ ۱۸۸۱ء میں ”کلکتہ ریویو“ میں شائع کرایا تھا ۔

چلے آتے ھیں ۔
کون اس کی خواھش میں حائل ھو سکتا ہے ؟
دانی کی شادی کو بارہ برس گزر گئے ،
پھر اس نے پیر سے اپنی التجا منوائی ۔
دانی کو رب نے بیٹا دیا ،
جسے اس نے پیر کا خدمت گزار بنانے کا عہد کیا ۔
(چنانچہ) دانی نے ''چورما'' تیار کیا اور
شیخ[1] کو بلایا ۔
(تاکہ بیٹے کو سخی سرورؒ کے دربار لے جائے ۔)

جب 'شیخ' نے دانی کے گھر کے سامنے سخی سرور کی شان میں گیت گایا تو دانی کے خاوند کو ، جو گورو نانک کا ماننے والا تھا ، باھر اپنے کنوئیں پر یہ اطلاع پہنچی ۔ وہ اسی وقت اپنے گھر پہنچا ، دانی سے سخت ناراض ھوا اور بولا :

'اب تمھیں کبھی اس کا نام نہیں لینا ،
وہ دانی کو سمجھانے لگا ۔
(دانی کے انکار کرنے پر اس نے)
دانی کو پکڑ کر مکان میں بند کر دیا
اور اسے دروازے میں سے دھمکایا ۔

دانی مکان کے اندر محبوس آوازیں دیتی تھی :
''اے میرے پیر! میری فریاد سنو ۔
تم اپنے سب ماننے والوں کی لاج رکھتے ھو''۔

سرور پیر نے اپنے خادم 'بھیروں' کو
جلدی سے بھیج دیا ۔
بھیروں خادم جلدی سے وھاں پہنچ گیا۔
اس نے سب سوئے ھوؤں کو آ جگایا
اور (دانی کے) دیور ، جیٹھ اور سارے قبیلے کو
چھڑی سے خوب دھمکایا ۔
جب رات گزری اور سورج نکلا تو وہ سب اپنے پہلے طرز عمل

---

۱ - بھرائیں ۔

کے متعلق عذر پیش کرنے لگے ۔

انھوں نے دن چڑھتے ہی دانی کو بھیجنے کی تیاری شروع کر دی
اور اس مقصد کے لیے جلدی سے گھی اور گڑ مہیا کیا ۔
'پنیاں' بنا کر انھیں دامن میں ڈال لیا اور
دانی ، کرماں اور دھرماں تینوں روانہ ہوئے
''تم پیر بھائی اکٹھے ہی سفر طے کرنا ''
خویش و اقارب نے انھیں سمجھایا ۔

وہ گھروں سے وداع ہو کر روانہ ہوئے ،
راستے کے لیے خرچ اکٹھا کر کے ساتھ لیا ،
گورو کے شہر ڈیرہ ہوا ،
'سنگ'[۱] نے وہیں قیام کیا ۔
راستے میں سب سنگ والے نیکی کے کام اور شیریں کلام کرتے گئے ،
کیوں کہ پیر نے ان کی نگاہوں کو دائمی نور بخش دیا تھا ۔
سخی سرورؒ کے دربار سے ہر ایک کو
دو دو لعل ملتے تھے ۔
ڈھول پیٹے جا رہے تھے اور دمامے بج رہے تھے ،
یہ میرے سرورؒ کے شادیانے تھے ۔
اسی صورت میں 'سنگ' جو سرورؒ کے دربار کی طرف روانہ تھا ،
ملتان جا پہنچا ۔

جب وہ ملتان پہنچے اور دانی نے بڑھیا قسم کی چھینٹیں اورآور اچھی چیزیں دیکھیں تو اس نے اپنے دل میں کہا : ''اگر میں ان میں سے کچھ چیزیں خرید کر بطور تحفہ اپنے وطن کو لے جاؤں اور اپنی سہیلیوں کو پیش کروں تو وہ بہت خوش ہوں گی ۔ مگر کیا کروں ، میرے پاس صرف اکیس مہریں ہیں اور یہ سخی سرورؒ کی نیاز اور ضروری

---

۱ ۔ سخی سرورؒ کے ماننے والے جھنڈے اٹھائے جلوس کی صورت میں ان کے دربار کی طرف روانہ ہوتے ہیں ۔ یہ جلوس ''سنگ'' کہلاتے ہیں ۔ ''سنگ'' کے لفظی معنی ''سفر کے ہمراہی'' ہیں ۔ مترجم

خرچ کے لیے بمشکل کافی ہیں۔ ایک تدبیر ضرور ہو سکتی ہے ۔ اگر میں ان اکیس مہروں میں سے، جو میں سخی سرورؒ کے واسطے لائی ہوں، نصف اپنے لیے رکھ لوں تو پھر ان میں سے اپنی سہیلیوں اور رشتہ داروں کے لیے تحفے خرید کے لے جا سکتی ہوں"۔ اس مقصد کی خاطر اس نے بدنیتی کی اور سخی سرورؒ نے اسے بے ایمان سمجھا ۔

پیروں کے علم کی کچھ انتہا نہیں ،
ہر ایک کی اپنی شان ہے ۔
غوث بہاؤالدین[1] کل عالم کے بادشاہ ہیں ،
ساری دنیا ان کی زیارت کو جاتی ہے ۔

ان کی زیارت کے بعد 'سنگ' کھانے پینے کا بندوبست کرنے لگا اور انھوں نے اس جگہ قیام کا انتظام کیا ۔

(اگلی صبح 'سنگ' پھر روانہ ہوا)
تریموں سے دریا پار کیا ۔
سنگ والوں پر سرورؒ خوش تھے ۔
سنگ 'حاجی خان' سے ہوتا ہوا 'وڈاؤر' پہنچا
اور وہاں انھوں نے پیر 'ڈھونڈا[2]' کو خوش کیا ۔

جب دانی تریموں سے دریا کے پار آتری تو سخی سرورؒ نے اسے آزمانے کے لیے (کیوں کہ انھیں معلوم ہو چکا تھا کہ وہ ان کی نیاز میں نصف رقم رکھ لینے کی نیت کر کے بے ایمان ہو چکی ہے) اپنے وزیر بھیروں جتی[3] کو برہمن کی صورت میں اس کے پاس بھیجا ۔ بھیروں جتی نے دانی کے پاس آ کر اس سے عرض کی کہ وہ اسے کچھ بطور خیرات دے ، مگر دانی اس سے ناراض ہوئی اور کہا : "تمام راستے تم لوگوں کے سوالوں نے مجھے

---

۱ - ملتان کے شیخ بہاؤالدینؒ ذکریا ، جن کا زمانہ ۱۱۷۰ء سے ۱۲۶۶ء تک کا تھا ۔

۲ - سخی سرورؒ کے بھائی ، جو بغداد میں مدفون ہیں ، مگر ان کا مزار وڈاؤر میں بھی ہے ۔ مصنف

۳ - جتی بمعنی پارسا ۔ مترجم

کنگال کر دیا۔ کوئی برھمن بن کے آتا ھے ، کوئی سید بن کے آتا ھے۔ مجھے معلوم نہیں اس بھوکی سرزمین پر اتنے برھمن اور سید کہاں سے آ گئے ھیں۔ اب میں کسی کو ایک کوڑی بھی نہیں دوں گی"۔ بھیروں جتی نے اس کی بہت خوشامد اور منت ساجت کی مگر دانی نے اسے کچھ نہ دیا اور یوں ھی واپس کر دیا۔ پھر سخی سرورؒ خود سید کی صورت میں اس کے پاس پہنچے مگر اس نے انہیں بھی ٹکا سا جواب دیا۔ ان باتوں سے ناراض ھو کر سخی سرورؒ نے اس کے بیٹے کو جان سے مار دیا۔ اس کا ذکر اگلے گیت میں آتا ھے۔

اب 'سنگ' ڈھوڈے کی حدود میں داخل ھوا ،
جہاں انھوں نے شکر تقسیم کی۔
اس جگہ ڈھوڈا عدالت لگا کے بیٹھتا ھے
اور لاکھوں کی فریادیں سنتا ھے ،
پھر 'سنگ' رانا کی بیری پہنچا ،
جہاں سرورؒ نے اپنی گھوڑی ککی کو چکر دیے تھے۔
بعض لوگ سو گئے ، بعض بیٹھ گئے
اور بعض رب کی یاد میں لگ گئے۔
جب چھ گھڑیاں رات گزر گئی
تو مولا نے فرشتہ بھیجا۔
فرشتے نے دانی کے لڑکے کو پکڑ کر دبایا ،
لڑکے کے بدن میں تلخی پیدا ھوئی ،
دانی جلدی سے اٹھ بیٹھی
اور بچے کو گود میں لے کر دودھ پلانے لگی۔
دانی کے دونوں ھاتھوں میں سے (دانی کے دیکھتے دیکھتے)
بچہ جان بحق ھو گیا
اور وہ پاس کھڑی واویلا کرتی رھی۔
جب 'سنگ' کے لوگ صبح چشمے پر پہنچے
اور خوشی خوشی نہانے لگے
تو دانی نے بھی وھاں ایک کنارے پر کھڑے ھو کر

اپنے لڑکے کو نہلا لیا۔

دانی نے دیکھ لیا کہ لڑکا مر گیا ہے، مگر اس نے یہ بات مشہور نہ کرنا چاہی، کیوں کہ اس نے خیال کیا ''جب یہ بات میرے گھر والوں اور دوسرے رشتہ‌داروں اور عزیزوں کو معلوم ہوگی تو وہ بہت ناراض ہوں گے اور میرا بہت برا حال کریں گے۔ کیوں کہ اسی لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشی میں میں یہاں آئی اور اتنی دور کا سفر اختیار کیا اور اپنے گھر والوں اور رشتہ‌داروں اور عزیزوں کو ہمراہ لائی۔ اب یہ لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ جب میرے گھر والے اور رشتہ‌دار اور عزیز یہ بات سنیں گے تو وہ سفر کی تکلیف ناحق اٹھانے کے سبب بہت ناراض ہوں گے اور سخی سرورؒ کو جھوٹا سمجھیں گے اور مجھے بہت احمق سمجھ کر ماریں پیٹیں گے''۔ اس لیے دانی نے لڑکے کے مرنے کی خبر کسی کو نہ بتائی۔ خود ایک کونے میں جا کر نہائی اور دکھانے کے لیے لڑکے کو بھی نہلایا اور اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ وہ نہا دھو کر فارغ ہوئی تو اس کے خاندان کے 'شیخ' نے اس کے پاس آ کر کہا: ''میں مدت سے تمھارے خاندان کا دعاگو ہوں، میرے پاس کوئی گائے نہیں اس لیے میرے لڑکے بالے دودھ دہی اور گھی سے محروم رہتے ہیں۔ میں بہت لاچار ہوں، اس لیے عرض کرتا ہوں کہ تو مجھے ایک گائے بخش دے''۔ دانی نے جواب دیا: ''میری مراد پوری ہو جائے تو تجھے گائے کی بجائے بھینس بطور انعام دوں گی''۔ 'شیخ' نے کہا: ''اب تیری کیا مراد باقی ہے؟ رزق تمھارے گھر پہلے سے موجود ہے اور لڑکا بھی، جو تو نے مانگا تھا، وہ بھی سخی سرور نے تجھے بخشا ہے''۔ یہ سن کر دانی خاموش رہی کیوں کہ وہ ڈرتی تھی کہ کہیں لڑکے کے مرنے کی خبر اس کے منہ سے نہ نکل جائے۔ اس وقت دانی نے روضے پر جا کر سخی سرور سے عرض کی:

''تیرے روضے کی عمارت کتنی بھلی معلوم ہوتی ہے،
خلق خدا تیری زیارت کے لیے آتی ہے۔

تیرے جس سیوک[1] (مرید) نے یہ عمارت بنوائی ہے ،
اس کے اس نیک کام کا ہر جگہ چرچا ہے ۔
جو 'سنگ' پہلی بار وہاں جاتا ،
(اس کے لیے) سرور بیوپاری بن کر بیٹھ جاتا ۔
پیر ان کے لیے ہیرے ، موتی ، لعل ، جواہر کا بازار لگا دیتا ۔

دربار میں بہت رات گزر گئی تو لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ، مگر دانی دربار کے ایک کونے میں چھپ گئی ، اور مجاور یہ سمجھ کے کہ اب دربار میں کوئی نہیں ، دربار کا دروازہ بند کر کے چلا گیا ۔ جب دانی نے دیکھا کہ اب دربار میں کوئی نہیں اور دربار کا دروازہ بھی بند ہے تو وہ دربار میں آ کر بیٹھ گئی اور عرض گزار ہوئی ۔

اس نے اس سونے مکان کے اندر
لڑکے کو مزار کی پائنتی ڈال دیا
اور سرور کے سامنے عرض پیش کی
اور بولی ''اے سرور ! تو نے بہت معرکے سر کیے ہیں ،
اے زین العابدین کے بیٹے ! میری بات سن ۔
میں سکھوں کے گھر بیاہی ہوئی آئی تھی ۔
میرے سکھ سسرال میرے لیے ، جو تیری ماننے والی تھی ، اجنبی لوگ تھے ۔
اس دنیا میں تو نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے
تو اگلی دنیا میں مجھے کون پار اتارے گا ؟''
سرور : ''اگلی دنیا میں بہت سے نیک عمل ہی پار اتار سکتے ہیں ۔
نیک لوگ اور بدنیت برابر نہیں ہو سکتے ۔
اگر کوئی عارضہ ہو تو میں دور کر دوں ،
مگر مرے ہوئے کو کیسے زندہ کروں؟''
دانی : ''اے پیر ! جانے بھی دے ، ضد کیوں کرتا ہے ؟
تو خشک صحرا ہرا کر دیتا ہے ،

---

۱ ۔ روضے کی عمارت عیسیٰ بنیا نے اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں تعمیر کرائی تھی ۔ مصنف

سخت سردی کے موسم میں ، پوہ کے مہینے میں
تیرے کہنے سے ''ون'' کے درخت میں پھل آ گیا تھا''۔
سرور : ''جنگل کے جتنے رہنے والے تھے
ان سب نے مل کر پیر کے سامنے عرض کی ۔
رب نے ان کی گزارش سن لی
اور ''ون'' کا درخت پھل لے آیا''۔
دانی : ''اے ناز سے بات کرنے والے سن !
ماں کو اپنے بیٹے سے ملا دے ۔
جب فقیروں نے ایک گلے میں سے کچھ جانور کھا لیے تھے
تو ان جانوروں کے سروں، کھروں اور کھالوں کے اندر
کس نے دوبارہ روح ڈالی تھی؟''
سرور : ''وہ اللہ کے تین سو ساٹھ ملنگ تھے ،
انھوں نے مل کر نعرے لگائے ،
صاحب (اللہ) نے ان کی عرض سن لی اور جانوروں کی کھالوں ،
کھروں اور سروں میں روح ڈال دی ۔ اس میں ہمارا ھاتھ
نہیں تھا''۔
دانی : ''سب پیر بڑے ھیں اور تو سب سے کم درجے کا ھے؟
تجھ جیسا بدنیت کوئی نہیں ۔
ھمیں کوئی حیلہ بہانہ بتا جس سے ھمارا کام بن جائے ،
یونہی کیوں پرچاتا ھے؟''

دانی نے مزید کہا : ''ناماں دھوبی جو ایک کم تر ذات سے تعلق رکھتا تھا ، اس کے کپڑوں کی گٹھڑی کی ٹھوکر سے ایک گائے مر گئی تھی تو اس نے اس گائے کو پھر زندہ کر دیا تھا اور دھنے جاٹ نے پتھر میں سے ٹھاکر کا درشن کیا تھا ۔ کیا تو ان کے بھی برابر نہیں؟''

سخی سرور نے جواب دیا :
''ناماں دھوبی کو بادشاہ نے پکڑ لیا تھا
اور اسے قتل کرنے کے لیے باھر لے چلا تھا ،
اس کا کھانا پینا ابھی اس دنیا میں باق تھا ،

(اس کی زندگی ابھی باقی تھی)
گائے زندہ کی ، تب اس کی جان بچی
ورنہ وہ مشکل میں پھنس گیا تھا ۔
دھنے بھگت کے اعمال پاک تھے ،
وہ پوہ کے مہینے ، سخت سردی کے دنوں میں
ستر بار نہایا تھا ۔
نامے نے مردہ گائے زندہ کی
اور بادشاہ کے دروازے کے سامنے
بچھڑے نے گائے کا دودھ پیا''۔

اتنا کہ کر حضرت نے دانی پر اپنے وضو کے پانی کا چھینٹا مارا اور وہ بے ہوش ہو گئی اور خود سخی سرور فجر کی نماز میں لگ گئے ۔

سرور کے دل میں رحم آ گیا
اور وہ نماز کے بعد دوبارہ اللہ کی درگاہ میں حاضر ہوا
اور اللہ کے سامنے عرض کرنے لگا :
''اے اللہ ! تو ہی بخشنے والا ہے''۔

پھر سخی سرور نے یہ آیت پڑھی : ''و تعز من تشاء و تذل من تشاء'' اور کہا : ''یہ آپ کا فرمان ہے ، اب اگر لڑکا زندہ نہ ہو تو مجھے ذلت حاصل ہوتی ہے اور اگر زندہ ہو جائے تو مجھے عزت ملتی ہے ۔

اللہ نے حکم دیا
اور ایک فرشتہ جلدی سے بھیجا ۔
اس نے لڑکے کے تن مردہ میں جان ڈال دی
اور وہ اٹھ کر کھیلنے لگا ۔

صبح جب مجاور نے سخی سرور کے دربار کا دروازہ کھولا تو اس وقت دانی ہوش میں آئی اور اس خوف کے مارے کہ کہیں مجاور اس سے یہ نہ پوچھ بیٹھے کہ وہ رات دربار کے اندر کیوں رہی تھی ، وہ دوسرے راستے سے چپ چاپ باہر بھاگ گئی ۔ مجاور اندر

آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک بچہ وھاں کھیل رھا ھے ۔ اس نے بچے کو گود میں لے کر آواز دی : ''رات کس کا لڑکا دربار میں رہ گیا تھا؟'' دانی آواز سن کر جھٹ آئی اور بولی : ''یہ میرا لڑکا ھے''۔ مجاور نے کہا :

''اے سادہ اور دیوانی عورت ! سن
پہلے اپنے لڑکے کی کچھ نشانی بتا''۔

دانی : ''اس کے کانوں میں سونے کی بالیاں ھیں
اور کمر میں چاندی کی 'تراگی'۔
اے نگاھے والے پیر !
تو خوشی سے مرادیں پوری کرتا ھے''۔

دانی نے اپنے لڑکے کا پتہ نشان دیا تو مجاور نے لڑکا اس کے حوالے کر دیا ۔

لوگ دانی کے گرد جمع ھو گئے
اور اس سے پوچھنے لگے :
''ھمیں حال حقیقت سے آگاہ کر،
رات تجھ پر کیا بیتی؟''

دانی : جس دن ھم مشہور بیری کے درخت کے قریب پہنچے تھے ،
اس روز میرے لڑکے کو حق تعالیٰ نے اپنے حضور بلا لیا تھا
اور وھاں میں نے اپنے فرزند کے سر کے صدقے کے طور پر
اپنی تمام پونجی تقسیم کر دی تھی ۔
اے سرور ! تیری کہانی کا کیا کہنا ،
تو نے ماں کو بیٹے سے ملا دیا ھے ۔

———

حکایت ۳

دھنّا بھگت

جیسے اسے دربار صاحب امرتسر کے پیشہ ور گویوں میراں بخش
اور گھنا نے ۱۸۸۰ء میں مصنف کے سامنے گایا۔

اگرچہ دھنا معروف بھگت ہے اور اس کی یہ کہانی بہت مشہور
اور زبان زد عوام ہے ، مگر تاریخی لحاظ سے اس شخصیت کا
سراغ لگانا آسان نہیں۔ بس اتنا معلوم ہے کہ وہ جاٹ
کاشتکار تھا اور راما نند کا ماننے والا تھا۔ چوں کہ سکھوں کی
مذہبی کتاب گورو گرنتھ صاحب میں اس سے منسوب چند
اشعار موجود ہیں ، اس لیے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس
کا زمانہ پندرھویں صدی عیسوی ہوگا۔

دھنے کو ہر سے محبت ہوگئی ،
دھنے کی محبت سچی تھی۔
ہر سے ، جو بلند ترین ، لامحدود اور سدا قائم ہے۔

(۱)

دھنا جنگل میں گائیں چراتا تھا ،
وہاں ایک برھمن آ نکلا ،
جس نے نہا دھو کر پوجا کا سامان لگایا
اور دھیان لگا کر بیٹھ گیا۔
دھنے نے کہا : ''سن بھائی دادا !
ہمیں بھی بھگتی میں لگالے''۔
دھنے کو ہر سے ....

(۲)

برھمن بولا : ''سن بھائی دھنے !
اس وقت جانے دے ۔
میں تجھے اچھا ٹھاکر دوں گا
جو بہت مضبوط اور موٹا ہوگا ۔
ہمارے گھر میں سب ٹھاکروں کا باپ موجود ہے ۔
تو وہاں میرے ساتھ چل ''۔
دھنے کو ہر سے ....

(۳)

دھنا برھمن کے گھر آیا (اور بولا)
''دادا ! ٹھاکر لاؤ ''۔
اس نے ڈھونڈ ڈھانڈ کے اسے چوسیرا دے دیا
اور کہا : ''لو دھنے یہ ٹھاکر ہے ۔
تحفہ پہلے مجھے پیش کرنا
تاکہ تیری عبادت ٹھکانے لگے''۔
دھنے کو ہر سے ......

(۴)

دھنے نے اسے ایک دودھ دیتی گائے پیش کی
اور اپنا ٹھاکر لے کر باہر آ گیا ۔
تالاب کے کنارے اس نے پوجا کا سامان لگایا
اور اپنا ''بھورا'' بچھا کر بیٹھ گیا ۔
نہا دھو کر ٹھاکر سامنے رکھا ،
اتنے میں گھر سے اس کا کھانا آ گیا ۔
'' اگر تو کھائے گا تو میں کھاؤں گا ''۔
دھنے نے دل میں پکی نیت کر لی ۔
تب اس دلوں کا حال جاننے والے اور انسانوں کے خالق گووند نے کھانا کھانا شروع کر دیا ۔
دھنے کو ہر سے ......

(۵)

نرائن بولا : ''سن بھائی دھنے !
تو نے ہر سے محبت لگائی ہے ''۔
نرائن بولا : ''سن بھائی دھنے !
تو نے میری خدمت کی ہے ،
میں اب تیرا کنواں چلاؤں گا ،
کھیت میں کیاریاں بناؤں گا
اور اسی طرح تیرے سارے کام کروں گا ،
تیری گائیں چراؤں گا ، تیرے کام سنواروں گا ۔
میں سب کام کرنا جانتا ہوں ،
تو نے اپنا تن من میرے سپرد کر دیا ،
تیری خدمت کامیاب ہوگی ''۔
دھنے کو ہر سے ......

(٦)

اپنے کام ہر کے حوالے کر کے
دھنا گھر کی طرف آیا ۔
اس کی بیوی نے پوچھا :
''باہر کسے چھوڑ آئے ہو ؟
کھیتی کا کام بہت پڑا ہوا ہے ،
تم کس کے بھروسے اسے چھوڑ کر یہاں آگئے ہو ؟''
دھنا بولا! ''دادا برھمن نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے،
ہمیں ایک اچھا کارندہ دے دیا ''۔
دھنے کو ہر سے ....

(۷)

دھنے نے کہا : ''سن بھائی دادا !
وہ ٹھاکر گائیں چراتا ہے ،
گھر کے سارے کام سنوارتا ہے ،
ہمیں اب کوئی فکر نہیں ۔
تیرے ٹھاکر ویسے کے ویسے ہیں ،

ہمارا ٹھاکر خوب موٹا ہے ۔
تو اپنے ٹھاکروں کو بھوکوں مارتا ہے ،
ہمارا ٹھاکر خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے "۔
دھنے کو ہر سے .....

(۸)

برھمن نے کہا : "سن بھائی دھنے !
تو نے ہر سے محبت کی ،
تو نے ہر کے ساتھ دل سے تعلق قائم کیا ،
تجھے نرنجن دیو مل گیا ۔
دھنے ! مجھے بھی اس کے درشن کرا دے ،
آخر میں تیرا گورو دیو ہوں"۔
دھنے کو ہر سے ....

(۹)

دھنا برھمن کو باھر لے آیا
جہاں شام گائیں چرا رہا تھا ۔
"دیکھو دادا ! وہ گائیں چرانے والا
میرے سب کام کرتا ہے "۔
دھنے کو ہر نظر آتا تھا
مگر برھمن اسے نہیں دیکھ سکتا تھا ۔
دھنے کو ہر سے ......

(۱۰)

برھمن نے کہا : "سن بھائی دھنے !
مجھے بھی اس کے درشن کرا دے ۔
گورو جی نے اپنے ہزاروں ماننے والوں کو کامیاب کیا ہے ،
میں بھی اپنے کئی ماننے والوں کو کامیاب کروں گا ۔
اے دھنے ! میں بھی بہت خوش قسمت ہوں ،
تو نے یہاں مقابلہ کرا دیا ہے ۔
ہماری طرف سے عرض کر کے
اس کے پاؤں میں گر جانا "۔
دھنے کو ہر سے .....

(۱۱)

ھر دھنے کا مددگار ھوگیا ،
جو کہتا وہ مان لیتا ،
دھنا اس کے لیے بھنے ھوئے دانے لاتا
اور گنے بھی مہیا کرتا ۔
اسے روٹی پر ساگ رکھ کر کھلاتا
اور پیالے میں لسی پلاتا ۔
''میرے گورو کو بھی درشن دیجیے''۔
وہ بلند آواز سے اس کے کان میں کہتا ۔
دھنے کو ھر سے ......

(۱۲)

دھنا کہتا : ''سنو نارائن !
میرے گورو کو بھی درشن دیجو ۔
اے نارائن ! اسے ایسے درشن دیجو
کہ وہ تمھاری مہربانی سے خوش ھو جائے''۔
نارائن نے کہا : ''سن بھائی دھنے !
میں اسے درشن نہیں دوں گا ۔
یہ برھمن جنم جنم میں بد نیت رھا ھے ،
اس نے کوئی بھلا کام نہیں کیا ،
اس نے ساری عمر یونہی گنوا دی ھے ،
آج تک اس کا دل نرم نہیں ھوا''۔
دھنے کو ھر سے ......

(۱۳)

نرائن نے کہا : ''سن بھائی دھنے !
میں کرشن مراری ھوں ۔
جو کوئی میرے پاس حاضر ھوا ،
مرد ھو یا عورت ،
جس جس نے پرمیشر کا نام جپا ،
اسی کو میں نے کامیاب کیا ۔

برھمن کی حمایت بہت بڑی ھے ،
وہ بھی پارا آتر جائے گا ''۔
دھنے کو ھر سے ....

(۱۳)

دھنے نے کہا : '' سنو نارائن !
تمھاری دولت بہت بڑی ھے ۔
جن کو تو خود بڑھائے ،
ان میں کون رائی برابر کمی کر سکتا ھے ؟''
دھنا پرما نند سادھ کے ساتھیوں میں سے تھا ،
اس نے خوب نیک نامی حاصل کی ،
دھنے کو ھر سے محبت ھوگئی ،
دھنے کی محبت سچی تھی ،
ھر سے ،
جو بلند ترین ، لا محدود اور سدا قائم ھے ۔

حکایت ۴

سخی سرور کے تین گیت

جنھیں ۱۸۷۹ء میں ایک منشی نے فیروز پور میں مقامی بھرائیں سے سن کر مسز ایف ۔ اے سٹیل کے لیے قلمبند کیا ۔

سخی سرور کے متعلق بعض تفصیلی کہانیوں میں جو واقعات رہ گئے ہیں، یا جو بخوبی سمجھ میں نہیں آتے ، انہیں یہ گیت واضح کر دیتے ہیں ۔ اس لحاظ سے یہ بہت اہم اور مفید ہیں ۔

(۱)

سرور پیدا ہوا ، خوشی منائی گئی ،
زین العابدین[1] راضی ہوئے ،
پیروں کے دل خوش ہوئے ،
انھوں نے شادیانے بجوائے ،
وہ بڑا ہو کر لائق نکلا اور اس نے علم حاصل کیا۔
چاروں کتابیں پڑھیں ۔
مائی عائشہ[2] کے اس فرزند نے جو ولی اللہ تھا
خوب دل لگا کر محنت کی ۔
پھر اسے ریوڑ چرانے پر مامور کیا گیا ۔
وہ ریوڑ چراتا اور قرآن پڑھتا ،
اور وہاں اسے پیروں کی مجالسیں حاصل ہوتیں ۔
یہ عائشہ کی کمائی تھی ،
یہ عائشہ پر اللہ کی بخشش تھی ۔

---

۱ - سرور کے والد ۔
۲ - سرور کی والدہ ۔

پیر ''ونوں[1]'' میں بکریاں چراتا ،
روزے رکھتا ، نمازیں گزارتا اور خیرات کرتا ۔
سرور نے کھوروں[2] سے شراکت کرکے
ندی کے کنارے گندم کاشت کرائی ۔
'کھوروں میں سے ایک رکھوالی کے لیے کھڑا ہوا
اور شیر کا شکار ہوگیا ۔
پھر سرور کی باری آئی ۔
اے عائشہ مائی کے فرزند! تیرے کیا کہنے ۔
سرور گھر سے روانہ ہوا
اور کھیت میں جا کھڑا ہوا ۔
شیر نے وہاں آ کر چکر کاٹے
اور سرور کو گھورنے لگا ۔
سرور نماز پڑھ رہے تھے ۔
انھوں نے اپنی لاٹھی اٹھائی اور اسے دے ماری ،
شیر وہیں مر گیا ۔
سرور کو بہت سے لوگوں نے بطور پیر پگڑیاں پیش کیں ۔
''اے پیر تو نے شیر جیسوں کو مار ڈالا''۔
بادشاہ کو خبر ملی تو اس نے فوراً اپنے ایلچی بھیجے
اور وہ شیر کے دونوں کان اور دم کاٹ کر لے گئے ۔
آبی نے اپنے خاوند سنہا سے کہا :
''آؤ پیروں کے لیے حلوہ بنائیں''۔
گھنوں پٹھان حاکم ملتان نے
تحفے تحائف دے کر
سرور کو راضی کر لیا ۔
اس نے سرور کی کرامت دیکھ کر
اسے گھوڑا ، جوڑا اور پوشاک پیش کی ۔
فقیروں نے سرور سے خدا کے نام پر سوال کیا ،
سرور نے انھیں گھوڑا اور کپڑے دے دیے ۔

---

۱ - ون ــ بیابان کا ایک درخت ۔
۲ - کھور ــ ایک ذات ۔

فقیروں نے کپڑے پھاڑ کر ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیے

اور ان سے لنگوٹیاں بنا لیں ۔

جاسوسوں نے بادشاہ کے پاس چغلی کھائی کہ سرور نے تمہارے تحائف آگے بانٹ دیے ہیں ۔

گھنوں پٹھان نے برات منگوائی ۔
سرور اسی گھوڑے پر سوار وہاں پہنچ گیا ۔
پٹھان اسے دیکھ کر نادم ہوا ۔
ان فقیروں نے ذکر جلی کرنے کے بعد
اللہ کے سامنے فریاد کی تھی ؛
تب وہ گھوڑا اور جوڑا عرش سے اترا تھا
اور انھوں نے وہ سرور کے حوالے کر دیا تھا ۔
سرور نے کہا : ''اے گھنوں پٹھان ! تیرا کیا اختیار ہے
کہ تونے مجھ پر زور چلانے کی کوشش کی؟''
گھنوں بادشاہ ہونے کے باوجود
پا پیادہ سرور کی خدمت میں پہنچا
اور اس کے سامنے عاجزی سے کھڑا ہو گیا ،
اور کہنے لگا : ''اے سید ! میرا گناہ بخش دینا ،
لوگوں کے کہنے پر مجھ سے یہ بھول ہوگئی''۔
سرور نے اسے محبت سے تمام بات سمجھا دی ،
شرع کا حکم اور راستہ دکھایا ۔
''مٹی کی خیرات بہتر ہے
اس سے انسان کی عاقبت سنور جاتی ہے''۔

(گھنوں پٹھان نے اپنی بیٹی بائی کا رشتہ سرور کو دے دیا) ۔

بائی کی سگائی کا موقع آیا ،
پیروں نے دوشالہ عنایت کیا ،
کام کرنے والوں کو انعامات سے خوش کیا گیا ۔
آپس میں مشورہ کر کے

تاریخ کا اعلان کیا گیا
اور پیروں تک اطلاع پہنچائی گئی ۔
مولا نے یہ کیا
کہ پٹھان کے ساتھ سرور کا ناطہ کرا دیا ۔
پھر سرور دانا ''مائیوں''[1] بیٹھا
اور حوروں نے مل کر اسے ''گانا''[2] باندھا ۔
سرور کے بیاہ کے ''گانے'' پر
قرآن کے حروف لکھے گئے ۔
خاصی تعداد میں لوگ بلائے گئے ۔
بیاہ کے انتظامات کے موقع پر مائی‌عائشہ حکم چلاتیں ۔
عرش پر سے حور پریاں آتریں
اور ''گھڑا گھڑولی''[3] بھر کر لائیں ۔

---

(۲)

ککی ترخانوں کے گھر پیدا ہوئی ،
سرور نے اسے دیکھ کر اس کی قیمت پوچھی ،
ککی سرور کے سامنے بیعت ہوگئی ،
ککی کی پیٹھ چوڑی تھی اور رنگ تیتر کا سا تھا ۔
سرور نے اسے عمدہ غذائیں دیں
اور چھلانگ لگا کر اس پر بیٹھ گیا ۔

جب سرور ککی کے مالکوں کے پاس گیا تو انھوں نے اسے فروخت کرنے سے انکار کر دیا ۔ اس وقت سرور کی کرامت سے ککی بول آٹھی ۔
''جنگلوں اور بیابانوں میں سے ،

---

۱ ۔ 'مائیوں'۔ شادی سے ایک دن پہلے کی رسم۔ جس میں دولھا کو نہلایا جاتا ہے اور پرانے کپڑے پہنائے جاتے ہیں ۔ مترجم
۲ ۔ ''گانا''۔ شادی کی ایک اور رسم ۔ رنگین ریشمی تاگے، جو کلائی پر باندھے جاتے ہیں ۔ مترجم
۳ ۔ گھڑا گھڑولی بھرنا بھی شادی کی ایک رسم ہے ۔ مصنف

اے پیر کے ڈولی بردارو!
میرے لیے پیلو لاؤ''
وہ پوہ اور ماگھ کے دن تھے،
جو پیلو کا موسم نہیں ،
مگر پیر کی کرامت سے
ان دنوں ون کے درخت پھل لے آئے
اور پیلو مہیا ہوگئیں ۔

---

(۳)

دانی بولی : ''روضہ خانے میں بیٹھ کر
سلطان راج کرتا ھے ،
سرور کے درباری چل کر
نگاھا پہنچتے ھیں''۔
دانی کو پیر نے بیٹا دیا ،
اس نے اسے سرور کا خدمت گزار بنا دیا ۔
'چوری' بنائی اور جانے کی تیاری کرنے لگی ۔
اس نے پیروں کو بلایا ۔
پیروں نے اسے مرید اور چیلا بنا لیا
اور سرور کی مدح میں گیت گائے،
ختم اور درود پڑھا ۔
کرماں اور دھرماں باھر سے آئے اور بولے :
''یہ کیا شور مچا رکھا ھے ؟''
دانی بولی : ''اے سرور پیر !
اس میں میرا کچھ بس نہیں چلتا ''۔

حکایت ۵

غازی سالار کی شادی

(جسے ایک گویے کے مسودے سے، جو اس کے پاس اپنی معلومات
کے لیے محفوظ تھا ، مصنف کے لیے نقل کیا گیا)

یہ گویا ہر برس مئی کے مہینے میں 'چھڑی کے میلے' پر انبالہ
چھاؤنی میں آتا اور وہاں یہ گیت سناتا ۔ 'چھڑی کا میلا'
بھڑائچ کے مشہور ولی مسعود سالار غازی کے نام پر منعقد
ہوتا ہے، جنھیں اب شمالی ہند کی تمام چھاؤنیوں کے باشندے
اپنا سرپرست ولی تصور کرتے ہیں ۔

یہ گیت جو خاصے پرانے دور کی اندرونی شہادت پیش کرتا ہے ،
اپنی زبان کے لحاظ سے بہت اہم ہے ؛ مصنف کو اس کا
ترجمہ کرنے میں غیر معمولی دشواری پیش آئی ۔

سالار غازی جنھیں بڑے میاں ، بالا میاں یا مسعود سالار غازی
بھی کہا جاتا ہے ، ساہو سالار کے بیٹے اور محمود غزنوی
کے بھانجے تھے ۔ وہ ہندو مت کے سخت مخالف تھے ۔ انھوں
نے ۱۵ جون ۱۰۳۳ء کو صرف انیس برس کی عمر میں بھڑائچ
(اودھ) کےمقام پر ایک بلوے میں شہادت پائی ۔ اس مشہور
مجاہد کے تفصیلی حالات فارسی کتاب ''مرأۃالمسعودی''
مصنفہ عبدالرحمان چشتی اور اس کے اردو خلاصے
''خلاصۂ تواریخ مسعودی'' مرتبہ سید اکبر علی میں مل
سکتے ہیں ۔

سید سالار صاحب کی شادی کا گیت

پہلا حصہ

سید رانا[1] نے اپنی بیٹی کی شادی کی تیاری کی ۔
وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے ۔
گاجن[2] کو شہر رداولی[3] میں لایا گیا ۔
دولھا کو شہر رداولی لائے
تو سب لوگ انہیں دیکھنے کے لیے اکٹھے ہو کر آ گئے
اور انہیں دیکھتے ہی بول آٹھے :
''مبارک ہے وہ کوکھ جس نے اس سید کو جنم دیا ''۔
سب نے دولھا کو پسند کیا ،
سید رانا نے برات کے استقبال کی تیاری کی ،
فرش فانوس لگوا دیے ،
خوبصورت غالیچے اور چاندنیاں بچھ گئیں
جن کے اوپر تخت لگا دیے گئے ۔
سالار غازی اور ان کے ستر ساتھی وہاں آ کر بیٹھ گئے ۔
ان کے لیے شربت اور پان منگائے گئے ۔
پہلے ان پر سرخ گلاب چھڑکا گیا
پھر انہیں عطر لگایا گیا ۔
سید رانا کے ہاں کھانا تیار تھا ،
اس نے پہلے سب کے ہاتھ دھلائے ،
پھر انہیں کھانا کھلایا ۔
برات کھانے سے فارغ ہوئی تو
سید رانا کی بیوی[4] نے برھمن کو بلایا ،
برھمن وھیں مجلس میں آ گیا ۔

---

۱ ۔ سید رانا۔دلھن کے باپ ۔
۲ ۔ گاجن۔غازی سالار
۳ ۔ رداولی۔ضلع بارہ بنکی (اودھ) میں ہے ۔
۴ ۔ سالار غازی کی ساس ۔

اس نے پتری دیکھ کر حال بیان کرنا شروع کیا ۔
اس نے بتایا : ”گاجن پر چالیس ستارے اثر انداز ہیں“۔
سہیلیاں اور باندیاں خوشی کے گیت گاتی رہیں
جس سے مامول[1] کے دل کی مسرت اور بڑھ گئی ۔
ساری رات ہنسی خوشی کٹ گئی
اور صبح سب کو وداع کر دیا گیا ۔

پانچ پکھیرو آگے کو چلے ۔
وہ جب مامول کے گھر آئے ،
مامول اور اس کی بہنیں بہت خوش ہوئیں ۔
بیوی نے سب خویش و اقارب کو بلایا ۔
بیوی مامول مدت سے خواهشمند تھی ،
اس نے صحنک کی تیاری کی ،
سات سہاگنیں آئیں
اور انہوں نے بیوی کی صحنک بھرائی ۔
بیوی جی میں خوش ہوئیں ۔
انہوں نے دولھا کو پان کا بیڑا کھلایا ۔
بیوی اللہ رسولؐ کو خوش کرنے لگیں اور کہنے لگیں :
”الٰہی! تو نے ہم پر بہت کرم کیا ہے“۔
بیوی نے اللہ کی رین جگائی
اور بولیں : ”اے جیٹھے ، اے بڑے بھائی سن !
یہ طریقہ یوں ہی چلا آتا ہے“۔
بیوی نے ملا مخدوم کو کھانا کھلایا ،
ہرے ہرے بانس اوپر سے کٹوا دے ،
مامول نے شامیانے لگوائے ،
صندل کے کھمبے گڈوائے
اور ان میں ہیرے لعل جڑوائے ۔

---

۱ ۔ سالار غازی کی ساس کا نام ۔

بیوی نے جو سے کلس بھروائے ،
سرخ باناتیں لگوائیں ،
صندل کی چوکی بچھوائی
اور اس پر گاجن کو بٹھایا ۔
اس کے ھاتھوں میں کنگن بندھوائے
اور گیت گاتے ہوئے اس پر تیل چڑھایا ۔
ساتھ سکھیاں بہت خوبصورت تھیں
جن کے باعث تیل میں اور رنگ مچا ۔
مردنگ بجتے رہے ،
ساتھ سکھیاں بھی تال بجاتی رہیں ،
وہ واقعی بہت خوبصورت تھیں ۔

خوب بلند آواز سے گانے گائے گئے ،
میراسنیں آئیں اور انھوں نے ڈھولکیاں بجائیں ۔
بیوی نے خیرات لٹائی ؛
میراسنیں جہاں جہاں کھڑی تھیں وھیں ان کو روپے پہنچتے رہے ،
بیوی بیٹھی بیٹھی دان لٹاتی رہی ۔
بیوی ماموں نے ہر ایک کا خیال رکھا ، ہر ایک کو انعام و اکرام دیے ۔
وہ کہے جا رہی تھی : ''دولھا تم عرش سے آترے ہوئے معلوم ہوتے ہو''۔
سید رانا بھی بہت خوش تھے ،
انھوں نے آتش بازوں کو بلایا ،
ان کے ساتھ دام چکائے ،
پھر مہندی کا تھال بھروایا ،
وھاں سب سید جمع ہوئے ۔
سید رانا نے مہندی کا تھال سنوارا
اور ساھو سالار[1] کے گھر جانے کی تیاری کی ۔

---

۱ - غازی سالار کے والد ۔ مصنف

سید نے وسیع تیاریاں کیں
اور آرائش کا لاتعداد سامان جمع کیا ،
تختوں سے گلال باندھے
اور ہزاروں عجائب مہیا کیے ۔
تختوں کے ساتھ لاتعداد پھول ٹانکے ،
جو ایسے چمکتے تھے جیسے آسمان پر تارے ۔
کہیں کنول بنائے گئے ،
کہیں سرسوں کا نرالا پیڑ بنایا گیا ۔
میں ان پھولوں کی کیا تعریف کروں ؟
ان کا نظارہ عجیب تھا ۔
سب سے آگے سید کی سواری روانہ ہوئی ،
اس کے پیچھے باقی سب تھے ۔
اس طرح وہ بھڑائچ شہر میں جا پہنچے۔
سب لوگ انھیں دیکھنے کے لیے آئے ،
آتش بازی چھوٹی،
پھلجھڑیوں نے نظارے دکھائے ،
مہتا بیوی کی اور ھی بہار تھی ،
روشنی سے دور کے پہاڑ ایسے چمکنے لگے
جیسے آسمان میں ستارے چمکتے ھیں ۔
آتش بازی کے چکر گھومنے لگے ،
انار شور مچانے لگے ۔
''میں چنبیلی کی خوبصورتی کیسے بیان کروں ؟''
لاله ناتھ مل[1] کہے،
روشن فانوسوں کے اندر موم بتیاں جل رھی تھیں ،
جن سے فضا منور تھی ،
صبح سے دھوم مچی ہوئی تھی کہ سہدی
ماموں کے دوارے پہنچ گئے ۔
نوبتیں بجتی رھیں ، راگ رنگ ھوتا رھا ،
سارے کھلونے تقسیم ھو گئے ۔

---

۱ ۔ گیت لکھنے والا ۔

بی‌بی نے مہمانوں کی عزت افزائی کی ،
مہندی کا تھال آتارا ،
پھر سید کو کھانا کھلا دیا
اور مہمانوں کو وداع کیا ۔
دولھا کے ھاتھوں میں مہندی رچی ،
بی‌بی نے سب خویش و اقارب کو مدعو کیا ۔

میرے پیر کا بیاہ رچایا گیا ،
اس کے چہرے پر نور برس رھا تھا ۔
راجا سوھل نے ان گنت لٹیروں کے ساتھ
چڑھائی کر دی ،
اس کی فوج آن گنت تھی اور
سپاھی بد مست ۔
ان کی قسمت اچھی تھی ،
نتھو[1] اور نند لال، جو گایوں کے رکھوالے تھے، مارے گئے
اور راجا سوھل گائیں لے کر چل دیا ۔
جاسو[2] کھڑی ھو کر پکارنے لگی :
''میاں دولھا ! تلوار باندھو ،
ورنہ جاسو زھر کھا کے مر جائے گی''۔
بیاہ کی رات آ رھی تھی اور
ماسول کو گھر پر مبارک بادیں پیش کی جا رھی تھیں ۔
سوھل کو اس کی خبر مل چکی تھی ،
اس نے موقع سے فائدہ آٹھایا اور میاں کی گائیں چرا لیں ۔

اب قضا نے کیا کھیل کھیلا ،
راجا گائیں لے گیا ۔

---

۱ - ساھو سالار کے ملازم ۔
۲ - نندلال کی بیوی ۔ مصنف

نندا کھڑا پچھتاتا رہا
اور اپنے جی میں پیچ و تاب کھاتا رہا ۔
غصے کے باعث اس کے منہ سے بات نہیں نکلتی تھی :
''الٰہی ! تو نے یہ کیا کھیل کیا؟''
نندا نے گھمیر سے کہا :
''اے آھیر بھائی ! سنو ۔
اپنے دل سے فیصلہ کر لو ،
گاجن پیر کو یاد کرو
اور جا کر دلارے ھتھیار باندھ آؤ''۔
گوالوں کو خبر ھوئی
تو وہ سب ھتھیار بند ھو کر اکٹھے ھو گئے
اور انھوں نے سوھل کو راستے میں جا لیا ۔
''اب تم کدھر جاؤگے ؟'' وہ بولے
''تم نے بالا پیر سے دھوکا کیا ھے''۔
نندا نے غصے سے کہا :
''سوھل ! اب تم بھاگ کر کہاں جا سکتے ھو ؟
کیا تمھیں میرا خوف نہیں تھا ؟
تم نے کیوں اپنی اجل کو بلایا ھے ؟''
یہ کہ کر نندا نے اپنے ھتھیار اٹھائے ۔
سوھل نے کہا :
''اے نندا راؤ ! تم آگے کیوں نہیں آتے ؟
وھیں کھڑے کیوں دھمکیاں دیتے ھو؟
تم ھماری تیغ کا کیا مقابلہ کرو گے ؟
جاؤ ، گاجن دولھا کو بلا لاؤ''۔
اس وقت میدان میں گھوسی بھی تھے اور آھیر بھی ،
انھوں نے دل میں گاجن پیر کا تصور کیا
اور زبر دست تیر چلائے ۔
گوالوں نے وہ ظالم مار مچائی
کہ ان کے تیروں سے راجا کی بھیڑ تتر بتر ھو گئی ۔
راجا سوھل بے پیر تھا ،

اس نے سب اهیروں کو سرجو ندی کے کنارے قتل کر دیا
اور ندی کا پانی ان کے خون سے سرخ هو گیا ۔

راجا گائیں لیے جا رہا تھا ،
جاسو چھاچھ لینے گئی ؛
میدان کو دیکھتے هی اس کا دل بیٹھ گیا ،
اس سے بولا نہیں جاتا تھا ،
وہ اپنے جی هی جی میں غصے سے پیچ و تاب کھاتی هوئی
وهاں سے آلٹی پھر آئی ۔
غم و غصے کے باعث اس کی بری حالت تھی ۔
اس نے اپنا دوپٹا لہو میں ڈبویا
اور وہ لہو سارے بدن میں لگا لیا
اور اس حالت میں سیدھی دولھا کے پاس چلی گئی ۔
وهاں پہنچ کر جاسو نے اپنے سر کے بال نوچ ڈالے
اور پکار کر کہا : ''اے سید ! ھماری فریاد سنو ،
راجا ساری گائیں بھگا لے گیا ھے
اور ساتھ بھاری ظلم کر گیا ھے ؛
اس نے تمھارے سب گوالوں کو قتل کر دیا ھے''۔
میاں کے سینے کو تیل لگا ھوا تھا ،
وہ بیٹھا دوستوں کے ساتھ چوپڑ کھیل رہا تھا ،
اس کے پاس بڑے بڑے جانباز بیٹھے تھے ،
محمد غوری البیلے کی طرح کے ،
بابا برھنا وهاں چنور ھلا رہا تھا ۔
جاسو نے چیخ ماری ،
دولھا چوپڑ چھوڑ کر آٹھ کھڑا ھوا ۔
اس نے کلائی سے کنگن آتار کر ایک طرف رکھ دیے
اور اپنے ھاتھوں سے مہندی دھو ڈالی ۔

غازی میاں نے گھر سے تلوار لی ،
گاجن غصے سے پیچ و تاب کھا رہا تھا ،

وہ ماں کے پاس چل کر آیا :
''ماں ! تم اپنے غم کو دل میں چھپائے ہوئے ہو ،
مجھے بھی بتاؤ کہ لٹیروں نے کس پر حملہ کیا ہے؟''
ماں خاموش رہی ۔
غازی سالار بولے : ''اماں ! ہماری بات سنو ۔
راجا ہماری سب گائیں لے گیا ہے
اور ساتھ ہم پر بھاری ظلم کر گیا ہے ،
جاسو ہمیں ساری بات بتا گئی ہے''۔
ماں بولی : ''اے میرے عزیز از جان بیٹے !
تم نے دل میں یہ کیا ٹھانی ہے ؟
ابھی تو ہم نے تیرے بیاہ کی تیاری کی ہے ۔
پہلے میں تیرا بیاہ کر لوں ،
دلھن کو گھر لے آؤں ،
اپنے دل کی آرزو پوری کر لوں ۔
اب میرے دل میں یہی ایک خواھش باقی ہے
کہ دلھن کی نقاب کشائی کا وقت دیکھوں ۔
بیٹا ! آج کی رات بیاہ کی رات ہے ،
میں تیرا سہرا سن لوں ۔
بیٹا ! میں تجھ پر قربان !
میرا کہا مان لے''۔
گاجن نے جواب میں کہا :
''اماں ! میں ابھی جلدی سے واپس آ جاتا ہوں''۔
ماں کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے ،
اس کے ھاتھوں سے صبر کا دامن چھوٹ گیا ۔
وہ بولی ! ''اے بیٹا ! اے گاجن پیر !
میں تجھ پر قربان جاؤں ۔
تم نے کنگن توڑ ڈالا ،
مہندی دھو ڈالی ۔
بیٹا ! میں ڈولی کس سے لاؤں؟''
وہ بولا : ''تم خاطر جمع رکھو میری امی ،

میں جلدی سے واپس آ جاؤں گا ۔
مجھے اس وقت تک چین نہیں آ سکتا
جب تک میں اپنی گائیں واپس نہ لے آؤں ۔
اگر میں گائیں چھوڑ کر گھر میں بیٹھ رہوں
تو دنیا کو کیا منہ دکھاؤں ؟
کیا مجھے لوگ اچھا کہیں گے ؟
کیا آپ چاھتی ھیں کہ میں خاندان کی عزت کو بٹا لگاؤں ؟
پہلے میں سوھل راجا کا سر کاٹوں گا ،
پھر اپنا بیاہ رچاؤں گا ۔
میں واپس آتے ھی بیاہ کر لوں گا ،
ورنہ یہ سہرا میری قبر پر چڑھے گا ۔
مجھے اللہ کے واسطے اپنا دودھ بخش دیں ۔
سنو میری پیاری اماں !
وہ راجا سخت ظالم اور مغرور ہے ،
میں اس کا غرور توڑ دوں گا‘‘۔
ماں نے اس پر مہربانی کی ،
اسے اپنا دودھ بخش دیا
اور کہا : ’’جا بیٹا ، تجھے اللہ فتح دے گا‘‘۔
گاجن نے ماں سے دودھ بخشوایا ،
پھر نیلی گھوڑی منگوائی ،
اس پر زین کسوایا
اور دوھرا ترکش لگایا ۔
سید اس شان سے روانہ ھوا :
آگے آگے طبل بج رھا تھا
اور نقیب دوڑ رہے تھے؛
اس کے ستر ساتھی فوراً وھاں پہنچ گئے،
وہ جنگی لباس میں ملبوس تھے ،
انھوں نے ذرا بھی دیر نہ کی ،
سب سید جلدی سے جمع ھو گئے ۔
گاجن اللہ کے دل کا محبوب تھا ،

بھوانی دیوی نے اس کے لیے فوجیں جمع کیں ۔
یہ سن کر زمین کانپنے لگی ،
راجا باسک[1] نے زمین کو کانپتے ہوئے محسوس کیا
اور بولا : ''اے خدا ! میری لاج رکھنا !''
ستر دوست جمع ہوئے ،
محمد غوری ان کا علم بردار تھا ۔
گاجن دولھا نے للکارا ،
فوج فوراً وہاں پہنچ گئی ،
یہاں تک کہ ہاتھیوں کی چنگھاڑ سے میدان میں شور برپا ہو گیا ۔
میدان میں طبل بجنے لگے ،
اس کی آواز سن کر بڑے بڑے بہادر اپنی بہادی بھول گئے ۔
سید سالار نیلی گھوڑی پر سوار ،
ہاتھوں میں ہتھیار لیے
آگے بڑھتا چلا گیا
اور کہیں نہ رکا ،
یہاں تک کہ اس کے حملے کی خبر آسمان تک جا پہنچی ۔

دوسرا حصہ

فوجیں اس کے جلو میں روانہ تھیں ،
میاں کا تمام لشکر اُمنڈ آیا تھا ،
سب فوجیں میاں کے لشکر کے ساتھ تھیں ۔
''اے رب ہم پر کرم کرنا!'' سب بولے ۔
انھوں نے نیت خیر کی فاتحہ پڑھی
اور اپنے ہراول کو ناقابل تسخیر بنایا ؛
دین کی سب فوجیں چڑھ دوڑیں
اور انھوں نے راجا کو سرجو ندی پر جا لیا ۔

---

۱ ۔ وہ ناگ جو زمین کو اٹھائے ہوئے ہے ۔ مصنف

جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں
تو غازی سالار نے راجا سے کہا :
''اے دغا باز ! متلون مزاج ! میری بات سن ،
تو نے میرے رکھوالوں کو مار ڈالا اور میری گائیں چھین لیں ۔
اے کافر ، تو نے ہمارے ساتھ سخت دغا کیا ۔
میرے نوکر چھوڑ دے اور گائیں واپس کر دے
ورنہ میں تیرا سینہ توڑ دوں گا''۔
راجا سوھل نے یوں جواب دیا :
''اے ساھو کے لال دلارے ، اے ترک! سن ،
میں تیری گائیں واپس نہیں کروں گا ،
بلکہ میں تیری شاھانہ تلوار کے جوھر دیکھنا چاھتا ھوں''۔
غازی گاجن نے تلوار سونت لی
اور بہت سے سر تنوں سے جدا کر ڈالے :
اس کے ساتھی سید بھی بےجگری سے لڑے
اور انھوں نے بہت سے دشمنوں کے سینے چھید ڈالے ۔
وہ میدان جنگ میں اس طرح بےخوفی سے پھر رہے تھے
جیسے ھولی کے میلے پر رقص میں مصروف ھوں ۔
طبل بج رھا تھا ،
کافر مقابلہ کر رہے تھے ،
مگر جب سید ان کے سروں اور چہروں پر وار کرتے
تو ان کی لنڈ منڈ لاشیں خاک پر لوٹنے لگتیں ۔
وھاں لاشوں پر لاشیں پڑی تھیں ،
جنگجو سید بھیم کی طرح لڑ رہے تھے
اور دشمن کو کاری زخم لگا رہے تھے ،
یہاں تک کہ راجا سوھل نے ھمت ھار دی ؛
اسے ھر طرف اپنی رسوائی نظر آ رھی تھی ،
اس نے بھاگ جانے کی ٹھانی ۔
غازی سالار نے میدان جنگ میں اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ دیے ۔

ہر طرف خون ہی خون برس رہا تھا ،
گاجن دولھا نے للکارا
اور بہت سے کافروں کو قتل کر دیا ،
وہ سب کالی دیوی کی بھینٹ چڑھ گئے ۔
میدان جنگ میں طبل بج رہا تھا ۔
سنو ! سوھل بھاگ رہا تھا ،
رب نے یہ رچنا رچائی ،
سوھل کا کچھ بس نہ چل سکا
اور وہ میدان جنگ سے ناکام پلٹ گیا ۔
اللہ نے اپنا کرم کیا
اور میدان جنگ میں غازی سالار کی فتح کے جھنڈے گڑ گئے ۔

تیسرا حصہ

اچانک گاجن میاں نے میدان جنگ میں ایک فیصلہ کیا ؛
وہ اچک کر نیلی پر سوار ہوگیا ،
تلوار اس کے ہاتھ میں تھی ،
اس کے ساتھی سید ،
وہ مشہور غازی بھی
اس کے ساتھ ہی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے ۔
اتنے میں راجا کو نئی کمک پہنچ گئی ،
دونوں فوجوں کے بیچ میں مست مارو بجنے لگا ،
راجپوت اور غوری پھر لڑنے لگے
اور انھوں نے خون کے سرخ جوڑے پہن لیے ۔
راجا کہتا : ''شمبھو ! میری لاج رکھنا''۔
غازی کا ملازم خاص برھنا دوستوں کے درمیان آیا
اور اس نے میدان میں آتے ہی تہلکہ مچا دیا ۔
اس نے غصے سے اپنا سونٹا گھمایا اور نرمل[1] سے کہا :
''راجا ! کہاں بھاگے جا رہے ہو ؟ آگے آؤ''۔
اور وہ بہادر اور متوالے نرمل سے لڑنے لگا ۔

---

۱ ۔ راجا سوھل کا بھائی ۔

''دوستو ! گاجن کے نمک کی تم لاج رکھنا'' برھنا نے نعرہ لگایا -

وہ خوب لڑے اور کسی نے میدان جنگ سے منہ نہ موڑا ؛
آخر میاں نے اس مغرور نوجوان کا سر کاٹ ڈالا -
راجا کی فوجیں بھاگ گئیں اور فتح کے شادیانے بجنے لگے -
محمد غوری اس طرح لڑا کہ تلوار اس کے ہاتھ میں پیوست ہو گئی -

راجا کے سپاھی کانپ کانپ کر کالی کی دھائی دیتے تھے -
راجا کی فوجیں بھاگ گئیں اور راجا اکیلا وھاں گھر گیا ؛
راجا نے آواز دی ،
فوج دوبارہ جمع ہو گئی -
راجا بولا : ''اے ترک سپاھیو ! تم نے میرے بھائی کو مار دیا ھے ،
اب آگے آؤ''-
اتنی بات کہ کے راجا نے ھاتھی سجایا اور اس پر سوار ہو گیا -
راجا حکم دیتا ،
سپاھی توپیں داغتے -
توپیں گرجنے لگیں ،
بجلیاں تڑپنے لگیں -

راجا تیر مارتا اور تلوار چلاتا ہوا آگے بڑھتا گیا -
ساھو کے دلارے سالار نے خود کہا :
''اے سوھل ! میدان میں آ کر مقابلہ کرو ،
دیر کیوں کر رھے ہو -
آگے آؤ ، تاکہ میں دیکھوں
تم کیسے راجا ہو اور کیسی تمھاری تلوار ھے''-
راجا نے ھاتھی آگے بڑھایا اور بولا :
''سنو گاجن دولھا !
نیلی گھوڑی کے سوار ! سنبھلو ،
تم بھول میں ہو''-

راجا نے دگنی قوت سے
نیزہ مارا ، دگنی قوت سے
تا کہ سالار کا سینہ توڑ دے
مگر اس کا وار خالی گیا
اور وہ ھاتھ ملنے لگا ۔
راجا کا ھاتھی پلٹا اور اسے میدان جنگ سے نکال لے گیا
مگر گاجن پیر غصے میں آ چکا تھا ۔
اس نے نیلی کو ایڑ لگائی ،
نیلی اڑتی چلی گئی ، اس نے ذرا دیر نہ لگائی
اور بھاگتے ہوئے راجا کو راستے میں جا لیا ۔
سالار للکارا: ''بزدل سوہل ٹھہرو، کہاں بھاگے جا رہے ہو؟''
یہ کہ کر اس نے شمشیر کھینچ لی اور
راجا پر حملہ کر کے
اسے ایک ھی وار میں ختم کر دیا ۔

حکایت ٦

گورو گُگّا کی کہانی

جگادھری ضلع انبالا میں ہر سال تیوہار پر اسے بطور تمثیل پیش کیا جاتا ہے۔

اس نظم کی صنف متعین کرنا آسان نہیں۔ مقامی بولی میں اسے سوانگ یا تمثیل کہا جاتا ہے، اور اسے اسی صورت میں بطور تمثیل پیش بھی کیا جاتا ہے، مگر اس کے بعض حصے صیغۂ غائب میں ہیں اور بعض محض بیانیہ ہیں۔ دوسری طرف اس کے کردار بغیر تعارف کے بات شروع کر دیتے ہیں جیسے حقیقی ڈرامے میں ہوتا ہے؛ کھیل میں مختلف کردار مختلف اشخاص کو سونپے جاتے ہیں اور وہ بیانیہ اور وضاحتی حصوں کو اپنی تقریروں کے حصوں کی مانند پیش کرتے ہیں۔

گگا کی تمام کہانی پر تاریکی کے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں۔ آج کل اس کا شمار مسلمانوں کے مشہور پیروں میں ہوتا ہے اور تمام چھوٹی ذاتوں کے لوگ اس کے معتقد ہیں۔ اسے ظاہر پیر بھی کہا جاتا ہے مگر اس کے حالات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندو تھا اور اس نے ۱۰۰۰ء میں محمود غزنوی کے مقابلے میں چوہان راجپوتوں کی قیادت کی تھی، اس کا وطن بیکانیر تھا۔ یہ حکایت اس کا تعلق ان راجپوتوں سے قائم کرتی ہے جو مسلمانوں کے عہد سے پہلے غزنی پر حکمران تھے مگر ٹاڈ 'راجپوت گجنی' کو غزنی سے الگ کوئی شہر سمجھتا ہے۔ اس نظم میں کامروپ واقع آسام کے حکمران خاندان کی شہزادی سے گگا کی شادی کی جو کہانی

بیان کی گئی ہے ، وہ بہت عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے ۔
ٹاڈ ، میلکم اور ایلیٹ تینوں گگے کا ذکر کرتے ہیں ؛ ٹاڈ
کے ہاں اس کا ذکر تین بار آتا ہے اور ہر بار نئی کہانی
کے ساتھ ۔

سوانگ گُگّا راجپوت باگڑ[1] دیس کا

اے سارو ماتا[2] ! تو عظیم ہے ، تمام روئے زمین تیری نگاہ میں ہے ۔
مجھ پر اپنا کرم کیجو تا کہ مجھے شاعری کی سمجھ عطا ہو جائے ۔
میری ماتا ! مجھے شاعری کی سمجھ عطا ہو اور میں اپنی آرزو کے مطابق
بھر پاؤں ۔

تو عقل عطا کرنے والی ماتا ہے ، میں تیرے قدموں میں اپنا سر جھکاتا
ہوں ۔

مجھے عقل کی روشنی عطا ہو اور توفیق ہو کہ میں دن رات تیری
خدمت کروں ۔
میرے دل کو اپنا گھر بنا تا کہ میں گگے کا سانگ نظم کر سکوں ۔
اے عظیم ماتا !
تیری شان بڑھے !
باگڑ دیس حسین ہے ، جیور وہاں کے راجا کا نام ہے ۔
وہ شروع سے دھرم کا پابند ہے ، اسے پاپ سے کوئی کام نہیں ۔
اگرچہ اسے پاپ سے کوئی کام نہیں مگر وہ دن رات بے چین ہے ۔
اس کے دل کو سکون نہیں ، رات کو اسے نیند نہیں آتی ۔

راجا جیور

''اے میرے مالک ! میرا کوئی فرزند نہیں ، نہ مجھ سے کوئی تدبیر
بن آتی ہے ۔

---

۱ - باگڑ کو بالعموم بیکانیر کا حصہ سمجھا جاتا ہے لیکن دراصل چوہان
راجپوتوں کا یہ علاقہ موجودہ گجرات اور مالوے پر مشتمل تھا ۔
مصنف

۲ - سرسوتی—علم کی دیوی ۔

یہ قسمت کا لکھا ہے ، اسے اب کون مٹا سکتا ہے ۔
میرا کوئی بیٹا نہیں جو میرے بعد سلطنت سنبھال سکے ۔
میں دن رات اسی فکر میں غلطاں رھتا ھوں ۔ اے با اختیار مالک ! تو
نے مجھ سے کیا کر دیا ہے ؟
اے مالک ! تو نے میری کیا حالت کر دی ہے
کہ مجھے بھاری دکھ میں مبتلا کر دیا ہے ۔
قسمت کا لکھا ان مٹ ہے ، اس سے کوئی مفر نہیں''۔

رانی باچھل

''ھم کسے الزام دیں ؟ اپنی ھی قسمت بری ہے ۔
راؤ جی ! بیٹے کے بغیر بدن میں آگ سی لگی ھوئی ہے ۔
بدن میں آگ سی لگی ھوئی ہے ۔ ھماری یہ بات سنو !
میں کسے الزام دوں ، میں خود ھی قسمت کی ماری ھوں ۔
اے سچے مالک ! میں نے کبھی تیرے نام پر خیرات نہیں دی ، کبھی
تیرا نام نہیں لیا ۔
اسی طرح میں نے اپنی عمر گنوا دی ، کبھی دل میں تیری حمد کا گیت
نہ گایا ۔
پچھلے جنم میں گناہ کیے تھے ، اب انھیں کی سزا بھگت رھی ھوں ۔
تقدیر نے جو کچھ میرے متعلق لکھ دیا ،
میں نے وھی بھر پایا ''۔

راجا جیور

''اے رانی ! اس دنیا میں ھر کے بغیر کون زندہ رہ سکتا ہے ؟
یہاں عملوں کے بغیر کون کامیابی حاصل کر سکتا ہے ؟
کون کامیابی حاصل کر سکتا ہے یہاں عملوں کے بغیر ؟ ھماری قسمت
کا نوشتہ ھی برا ہے ۔
'بیٹے کے بغیر ھرگز نجات نہیں' سب کتابوں میں یہی لکھا ہے ۔
اس دنیا میں آ کر ھم نے اپنی زندگی ضائع کر دی ۔
یہ دنیا خواب کا فریب ہے ۔ انسان یہاں ھر وقت سوچتا اور پچھتاتا
رھتا ہے ۔
ایک آتا ہے ' ایک جاتا ہے ' جو عمل کرتا ہے ' پھل پاتا ہے ۔

میں بدقسمت ہوں ، میری تقدیر بری ہے ، یہی فکر مجھے کھائے
جا رہی ہے ''۔

رانی باچھل

''راجا جی ! میرے من کی بات سن لیجیے۔
میں بیٹے کے بغیر ایسے مضطرب رہتی ہوں جیسے چکوی چاند کے بغیر ۔
اے راؤ ! میں چکوی کی مانند دن رات بے کل رہتی ہوں ۔
''میرے صحن میں کوئی بچہ نہ کھیلا ، اس خیال سے میرا جی بھر
آتا ہے ۔
مالک ! تو نے میری قسمت میں کیا لکھ دیا ؟ میں سر جھکائے ہمیشہ
یہی سوچتی رہتی ہوں ۔
میں بدقسمت یوں ہی پڑی تڑپتی ہوں ، کچھ کہ نہیں سکتی ''۔

راجا جیور

''اے رانی ! میری بات سن لو ۔ کیوں دن رات سوچ میں پڑی ہو ۔
اپنے من کی چنتا دور کرو ، پرماتما بھلی کریں گے ۔
پرماتما بھلی کریں گے ، تم میری بات غور سے سنو ۔
جب قسمت کے دن پورے ہو جائیں گے ' وہ ہمیں خود بلا کے دیں گے ۔
اے رانی جی ! ایمان اور عمل بڑی چیز ہے ، انہیں کوئی مت
چھوڑے ۔
ان کی وجہ سے جنت اور نجات دونوں حاصل ہو جاتے ہیں ۔
اے رانی جی ! اگر اولاد قسمت میں ہوتی تو تمھارے بطن سے ہوتی ؛
پورے چاند کے وقت بارش کا قطرہ گرے بھی تو سیپ کے بغیر موتی
نہیں بن سکتا ''۔

پنڈت رگھو چار[1]

''اے راؤ ! فکر نہ کرو ، مالک بہتر کریں گے ۔
من کی چنتا دور کرو اور اپنا حوصلہ قائم رکھو ۔
اے راؤ ! حوصلہ قائم رکھو اور زیادہ فکر کو چھوڑ دو ؛
اس دنیا میں ' جو محض فریبی ہے ' مردوں اور عورتوں کے لیے بہت سے
مصائب ہیں ۔

---

۱ - راجا جیور کا خاندانی پروہت ۔

اے مہاراجا ! تمھارے ھاں تین بیٹے ھوں گے، ھاری بات کا اعتبار کرو؛
ان میں سے ایک لڑکا ایسا ھوگا جس کے سامنے سارے راجے اور رعیت سر
جھکائے گی ۔
اب غم کو دل سے دور کرو ، مالک نے تمھاری خواھش پوری کر دی ۔
اے راؤ ! میں نے تمھیں حقیقت بتا دی ھے ؛ میں سچ کہ رھا ھوں ، تم
میری بات پر یقین کرو''۔
ایک دن وھاں گرو گورکھ ناتھ پہنچ گئے۔
اور انھوں نے راجا کے باغ میں ڈیرا جا دیا ' انھیں پوری کرامات
حاصل ھیں ،
انھیں پوری کرامات حاصل ھیں ۔ گورو نے وھاں اپنا بستر لگا دیا ۔
راؤ کی مراد پوری ھو گئی ، آنکھ جھپکتے میں اس کی قسمت جاگ اٹھی۔
جو کچھ کرتا ھے وہ مالک خود کرتا ھے ، اسی کے ھاتھ میں
خیر و برکت ھے ۔
دنیا میں قسمت کے بغیر کچھ نہیں ملتا ، لیکن کیا ھوا عمل ضائع نہیں
جاتا ۔
باغ کا مالی دوڑ کے آیا ۔

مالی

''اے راؤ مہاراج ! سنو ، تمھاری قسمت چمک اٹھی ھے ،
آج ھارے باغ میں ایک سادھو مہاراج آ کے اترا ھے ۔
راؤ جی! ھاری بات مانو اور ھارے ھمراہ اس کے پاس چلو ۔
اس کا چہرہ چندے آفتاب اور چندے ماھتاب ھے ۔
اس کے درشن کرو ، تمھارے گناہ دھل جائیں گے اور تمھیں نجات حاصل
ھو جائے گی ''۔

راجا جیور

مجھے ھر دم سادھوؤں کے درشن کی خواھش رھتی ھے ، چلو میں تمھارے
ساتھ چلتا ھوں اور دیکھتا ھوں کہ وہ درویش کیسا ھے ؟
کیسا ھے وہ درویش پیارے؟ چلو ابھی چل کے اس کے درشن کریں ۔

مالی

راجا کی سواری رتھ ، گھوڑے اور پینس پالکی کے ساتھ سج کر
روانہ ھوئی ۔

راجا نے شال ، دوشالے اور موتیوں اور مونگوں کے بھرے ہوئے تھال همراہ لیے ۔

پہلے اس نے یہ چیزیں سادھو کے سامنے پیش کیں ، پھر ھاتھ جوڑ کر اسے پرنام کیا اور پیچھے ھٹ کر بیٹھ گیا ۔

راجا جیور

سادھو کے درشن پانا دولت پا لینا ھے ، میں دل لگا کر اس کی خدمت کروں گا ، میرے عمر بھر کے گناہ دھل جائیں گے اور بیڑا پار ھو جائے گا ''۔

رانی باچھل

اے باندی ! جلدی جاؤ، سب کام چھوڑ کے پہلے میرا یہ کام کرو ؛ دیکھو محل کے دربار میں‌یہ کیسا شور ھے ؟

اری باندی جھپٹ کے جاؤ اور خبر لاؤ کہ محل کے دربار میں یہ کیا شور ھے اور جلدی آ کر مجھے بتاؤ ۔

گھبراؤ نہیں، دربان سے جا کر معلوم کرلو ، یہ بات وھاں سے پوچھ آؤ اور آ کر مجھے خبر دو''۔

باندی یہ سنتے ھی چل دی، اس نے ذرا دیر نہ کی ۔

''یہ کیسا شور اور غل ھے ؟ یہاں کیوں اتنے لوگ جمع ھیں ؟''

''لوگ اس لیے جمع ھیں کہ ایک خوبصورت سواری کی تیاری ھو رھی ھے ۔

رتھ ھیں ، گھوڑے ھیں اور پینسیں اور پالکیاں ھیں جن پر بے انداز سونا چڑھا ھوا ھے''۔

باندی ھیرا دیئی

''راؤ کے گھر بیٹا تو پیدا نہیں ھوا مگر خوشی اتنی کی جا رھی ھے !

دربان ! مجھ سے جلدی تمام حقیقت بیان کرو کہ یہ کیا بات ھے؟''

سپاہی

”ھیرا دیئی باندی ! سنو، میں تمھیں ساری بات بتاتا ھوں :
شاھی باغ میں ایک سادھو اترا ھے جس کا جاہ و جلال سورج کی مانند ھے ،
اس کا جاہ و جلال سورج کی مانند ھے ، اس کا چہرہ ایسے ھے جیسے ھزاروں پھول کھل رھے ھوں ۔
خوبصورت موتیا ، رائی اور چنبیلی ، وہ سب کی بہار دکھا رھا ھے ۔
راجا اس کے درشن کو جاتا ھے ، اس لیے سواری سجی ھے ۔
ھیرا دیئی! میری بات سن لو، میں نے تمھیں ساری حقیقت بیان کر دی ھے“۔

باندی ھیرا دیئی

اے رانی! اس باغ میں ایک عظیم‌الشان انسان آ کے اترا ھے ،
لوگ اس کی تعریف میں اس طرح رطب اللسان ھیں ، گویا وہ جھیل مانسرور کا ھنس ھو ۔
جیسے باغ میں مانسرور کا ھنس آ اترا ھو ۔
میرا یہ مشورہ ھے کہ تم بھی ھاتھ باندھ کر اس کے درشن کو چلی جاؤ ۔
سب مرد اور عورتیں اس کے حسن و جمال کی تعریف کررھے ھیں ۔
کہتے ھیں ’راجا اندر کے اکھاڑے میں بھی کسی کو ایسا حسن نصیب نہیں‘۔
اے رانی جی ! سب مل کر اس کے درشن کرو ، ھماری یہ بات مان لو ،
میں مؤدبانہ عرض کرتی ھوں ، وھاں تیرے دل کی مراد پوری ھو جائے گی“۔

یہ سنتے ھی رانی نے سولا سنگار کیے ،
کڑے ، ھار ، جھومر اور باقی سب زیورات پہنے ،
سب زیورات پہن کر موتیوں کا تھال ھاتھ میں سجایا ۔

رانی کا حسن ایسے چمکنے لگا جیسے آسمان پر چاند چمکتا ہے۔
رانی اس شان سے روانہ ہوئی اور باغ میں پہنچ گئی
اور وہاں پہنچ کر اس نے اپنا سر گرو کے قدموں میں جھکا دیا۔

رانی باچھل

''اے گرو جی! تمہاری نظر کرم ہو تو میرے تن کو چین آئے۔

گورو گورکھ ناتھ

اے مائی! تو کون ہے اور یہاں کس کام کے لیے آئی ہے؟
تو کس شہر کی رہنے والی ہے اور تیرا نام کیا ہے؟
تیرا نام کیا ہے؟ اپنے منہ سے سچی بات بتا۔
اے مائی! سچی بات بتا، تو مجھے کسی اونچے گھرانے کی رانی نظر آتی ہے''۔

رانی باچھل

''میرے من کو کوئی خوشی حاصل نہیں''۔
رانی نے اتنا کہا اور اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔
''میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں گورو جی! میری بات سنو۔
میں اولاد کے بغیر دن رات بے چین ہوں،
دن رات بے کل ہوں، مجھے اپنے تن کی بھی کچھ سدھ نہیں۔
ہاتھ ملتی ہوں، سر پٹکتی ہوں، مگر میرا کچھ بس نہیں چلتا۔
مہاراج! میں بیٹے کے بغیر اندر ہی اندر سخت اداس رہتی ہوں
اور ایسے تڑپتی رہتی ہوں جیسے مچھلی پانی کے بغیر ریت پر تڑپتی ہے۔
گورو جی! میں سیہ کار ہوں، آپ مجھے پناہ دیں
اور مجھ گنہ‌گار کے چہرے کو آج چاند کی طرح روشن کر دیں۔

گورو گورکھ ناتھ

اس دنیا میں، جو محض دھوکا ہے، آٹھوں پہر دکھ ہی دکھ ہے۔

اے مائی ! مجھے اس جہان سے کچھ غرض نہیں ،
مجھے اس جہان سے کچھ غرض نہیں اے مائی ! میں نے صرف اس سے لو لگا رکھی ہے
جو نظر نہیں آتا مگر ہمیشہ قائم ہے ۔
وہی برہما ہے ، وہی بشن ہے اور وہی ہزاروں روپ دھارنے والا کیلاش ہے ۔
تو بھی اس کا نام لے مائی ! نجات پائے گی اور چوراسی جونوں کے چکر سے بچ جائے گی ۔
مائی ! اپنے محلوں میں واپس جا ، یہاں کیوں مغموم کھڑی ہے''۔

رانی باچھل

اے گورو گورکھ ناتھ جی ! تم بخشش کے دریا ہو ،
میں آپ کے چرنوں کی داسی ہوں ، میری مراد پوری کرو ۔
میری مراد پوری کرو ، میں آپ کے قدموں میں بیٹھ کر مالک سے لو لگاؤں گی ۔
منہ سے ایک لفظ کہ دو تاکہ مجھے بیٹے کی خیرات حاصل ہو جائے ۔
میں کھانا پہننا سب چھوڑ چکی ہوں اور دن رات بے چین رہتی ہوں ،
میں ایسے بےحال پھرتی ہوں جیسے سونڈ کے بغیر ہاتھی جنگل میں پھرتا ہے ،
میرا بدن ایسے کمزور ہوتا جاتا جیسے کوئی کھانے کے بغیر دبلا ہوتا جائے ۔
میں بد قسمت گنہ گار ہوں ، میں نے کوئی سکھ نہیں دیکھا''۔

رانی کاچھل

''اے باندی ! میں تم سے کہتی ہوں سب کام چھوڑ کر یہی کام کرو
کہ ابھی ہمارے ہمراہ باغ میں بہار دیکھنے چلو ۔

باغ میں بہار دیکھنے کے لیے چلو اے باندی ! میں تمھیں سمجھا رہی ہوں ۔
ایک تھال میں پان ، سپاری ، میوہ اور مصری لگا کے لے آؤ ؛
کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو ، میری بات غور سے سنو ۔
باغ میں سادھو اترا ہوا ہے ؛ آؤ وہاں جا کر اس کے درشن پائیں"۔

باندی

"میں تمھارے حکم کے مطابق ابھی سب کچھ تیار کیے دیتی ہوں ۔
میں اسی وقت تمھارا حکم بجا لاتی ہوں ، اسے ذرا نہیں ٹالوں گی ؛
میں اسے ذرا نہیں ٹالوں گی ، مگر اے رانی ! میری ایک عرض سن لو :
وہاں تمھاری بہن باچھل پہلے سے گورو کے درشن کے لیے جا چکی ہے ، اسے پہلے واپس آ لینے دو ۔
جب وہ محل میں واپس آ جائے گی میں اس کا سارا واقعہ تم سے بیان کر دوں گی ۔
اے رانی ! ذرا توقف کر ، حوصلہ رکھ ، یہی میری گزارش ہے"۔
یہ سن کر رانی ساری رات اسی سوچ میں بیٹھی رہی ۔

رانی کاچھل

اے باندی ! اٹھو جاگو ، اب صبح ہونے کو ہے ۔
صبح ہونے کو ہے پیاری ! اٹھو ہر کا نام جپو اور چین پاؤ ۔
خوبصورت کانچ کی یہ جھجری پانی سے بھری ، دھری ہے ۔
کیا سوچتی ہو ؟ اسے اٹھا لاؤ تاکہ میں جلدی سے غسل کرلوں"۔
پھر کھانے کا برتن ساتھ لے کر رانی اپنی ساری سہیلیوں کے ہمراہ گورو کے قدموں میں آ گری ۔

رانی کاچھل

"اے گورو ! تم مجسم کرم ہو ، تم بخشش کے سمندر ہو ،
تم ہمارا ایمان ہو کیوں کہ تم برھما کے عبادت گزار ہو ۔

اے گورو ! ہماری خواہش بھی پوری ہو جائے "۔

گورو گورکھ ناتھ

"اے مائی تو کون ہے ؟ اپنے منہ سے سچی بات بتا دے ۔
کس شہر سے آئی ہے اور کس شہر کو جا رہی ہے؟
منہ سے کہ تو سہی کس شہر کو جا رہی ہے ؛
تجھے کیا کام ہے ؟ جلدی سے بتا ۔ تو کس مقصد کے لیے یہاں
آئی ہے ؟
تو سنگدل ، سیہ کار عورت ہے ، تو مکر و فریب سے تمام دنیا
کو کھا چکی ہے ؟
یہاں سے ابھی چلی جا ، ورنہ بانس ماروں گا اور تو بن آئی مر
جائے گی "۔

رانی کاچھل

"میری امداد کرو گورو جی ! میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی
ہوں ۔
میری ناؤ سمندر میں پڑی ہے ، اسے پار اتار دو ۔
اسے پار اتار دو ، اپنی قوت اور مدد سے ۔
تم برھمچاری ہو، تم مکمل انسان ہو ، تم نے دنیا کی دولت حاصل
نہیں کی ۔
تمھاری شان بڑھے ، تمھارا نام روشن رہے ، دنیا میں تمھارے نام
کے نعرے لگیں !
مجھے ایک بیٹا مل جائے "۔

گورو گورکھ ناتھ

"مائی میری بات سن ، ہمت قائم رکھ ، حوصلہ نہ ہار ،
اس فکر کو دور کر اور ہر وقت رگھبیر کا نام لیتی رہ ۔
اے سادہ لوح ! گھبراتی کیوں ہے ؟ ہر وقت رگھبیر کا نام
لیتی رہ ۔
سادھوؤں اور سنتوں کی خدمت کرنا ، تجھے اپنے من کی مراد
حاصل ہو جائے گی ۔

یہ دنیا عمل کا سمندر ہے، تو کیوں ناحق پچھتاتی ہو ؟
میری بات مان لے اور اسی وقت اپنے محل کو واپس چلی جا ''۔

آدھی رات کے وقت جب سب لوگ آرام کر رہے تھے ،
رانی باچھل گورو گرر کھ ناتھ کی ملاقات کا شوق لیے محل سے
روانہ ہوئی ۔
جب رانی گورو گورکھ ناتھ کی ملاقات کا شوق لیے باغ میں آئی
تو اس نے پہلے ھاتھ جوڑ کر گورو کو سلام کیا اور پھر اس کے
قدموں میں اپنا سر جھکا دیا ۔

رانی باچھل

''بیٹے کے بغیر میں تڑپتی پھرتی ہوں ، مجھے اپنے تن من کا کچھ
ہوش نہیں ۔
اے ناتھ ! میرے من کی خواھش پوری کرو ، میں اسی خاطر
چل کے آئی ہوں''۔

گورو گورکھ ناتھ

''جس کا دل حسد سے بھرا ھو وہ اس کی آنکھوں کو بھی اندھا
کر دیتا ھے ۔
اس میں نیکی اور بدی کا امتیاز باقی نہیں رھتا، نہ وہ کسی سے پیار
کر سکتا ھے ،
وہ کسی سے پیار نہیں کر سکتا ، میں سچی بات کہتا ہوں ۔
یہ دنیا فساد کا گھر ھے ، تو کیوں اس کے لیے دیوانی ھو رھی
ھے ۔
قادر نے جو کچھ تقدیر میں لکھ دیا ، اعمال پر وھی مہر
لگ گئی ۔
تو گھر جا کر محلوں میں بیٹھ اور ھر سے اپنا دھیان لگا ''۔

رانی باچھل

''اے گورو گورکھ ناتھ ! میں ھاتھ باندھ کر عرض کرتی ہوں ؛

میں کئی روز سے خدمت میں حاضر ہورہی ہوں ، اب میری لاج
تمہارے ہاتھ میں ہے ۔
اے گورو ! میری لاج تمہارے ہاتھ میں ہے، میں تم ہی سے گزارش
کرتی ہوں ۔
جس پر تمہاری نظر کرم ہو جائے ، اس کا بیڑا آنکھ جھپکنے میں
پار ہو سکتا ہے ۔
اس گھر کی خوش قسمتی کا کیا کہنا جہاں تم تشریف لے آئے ۔
ایسے گھرانے کا نام دنیا سے کبھی نہیں مٹ سکتا ۔ خوش قسمت
ہے وہ ماں جس نے تم کو جنم دیا "۔
ناتھ نے اپنی جھولی سے دو پھول نکالے اور رانی کو دے دیے۔

گورو گورکھ ناتھ

"جا مائی ! تجھے یہ پھول دے دیے ہیں ، تیرے ہاں دو لعل
جیسے بیٹے پیدا ہوں گے ۔
دو لعل پیدا ہوں گے ، اب جا ، دیر نہ کر ۔
میں جانتا ہوں تو نے بہت دنوں میری ان تھک خدمت کی ہے ۔
اب تو یہاں کبھی نہ آنا ، میری اس بات پر عمل کرنا ۔
میں کس کس کو بیٹا دوں ، بہت سے لوگ اسی کے خواست گار
ہیں "۔
گورو نے دودھ کا گڑوا بھر کر اپنے ہاتھ میں لیا ۔

رانی باچھل

"اے گورو گورکھ ناتھ ! ہم پر ہمیشہ اپنی نظر کرم رکھنا ۔

گیت

"اے میرے گورو ! مجھ پر مہربانی کرو ،
میں تمہارے قدموں کی باندی ہوں "۔
یہ کہ کر رانی رو پڑی ،
اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔
"بیٹے کے بغیر میں ذلیل عورت ہوں ،
میرے لیے رات کاٹنا ایسے ہی مشکل ہے جیسے چکوی کے لیے ؛
یہی میری حالت ہے ۔

اے گورو ! میں تمھاری باندی ہوں ،
میری خواہش پوری کرو
اور میرے دل سے سب دکھوں کو دور کر دو "۔

گورو گورکھ ناتھ

"اے لونڈی کی بیٹی ! اگر تو جان کی سلامتی چاھتی ہے تو فوراً
یہاں سے بھاگ جا ۔
عورت پر ھاتھ اٹھانا منع ہے ، یہ دھرم کی اھانت ہے ،
یہ دھرم کی اھانت ہے ۔ تو یہاں سے فوراً چلی جا ، مجھے اپنی
صورت نہ دکھا ۔
ابھی کل تجھے دو پھول دیے ھیں مگر تجھے ذرا شرم نہیں آئی
اور تو آج پھر یہاں آ گئی ہے ۔
سچ ہے، انسان کو اس دنیا میں اکیلے ھی رھنا چاھیے، اسے چاھیے
کہ وہ کسی پر بھروسا نہ کرے ؛
اس کلجگ کا یہی رنگ ہے ، یہاں کہیں دھرم نظر نہیں آتا "۔

رانی باچھل

"اے گورو گورکھ ناتھ ! میں جھوٹ نہیں کہتی ،
کوئی مکارہ تمھیں دھوکا دے گئی ہے ۔
وہ کوئی مکار عورت تھی ، جس سے تمھاری عقل ھار کھا گئی ۔
کیوں بھولے مہاراج ! ھماری قسمت کیوں الٹ گئی ؟
تمھارا کچھ قصور نہیں ، میں خود ھی بدقسمت ہوں ۔
جو حالت رات کو چکوی کی ھوتی ہے وھی میرا حال ہے ،
یا جیسے گہنوں کے بغیر بیوہ کا حال ھوتا ہے ،
یا جیسے پانی کے بغیر مچھلی ھو ، یہی میرے جی کا حال ہے ۔

گورو گورکھ ناتھ

"اے رانی ! مت رو تو ، کیوں سوچ میں پڑی ہے ۔
جا تیرے بطن سے گگا راج کمار پیدا ھوگا ،

گگا راج کمار ، جو دلیر ، حسین اور کرامت والا ہے ؛
اس کے پیدا ہوتے ہی تیری قسمت جاگ اٹھے گی اور رعیت
خوش حال ہو جائے گی ،
شہر میں گھر گھر سے مبارک باد کی آوازیں بلند ہوں گی اور سب
عورتیں خوشی کے گیت گائیں گی ۔
جو عورت ہمیں دھوکا دے گئی ہے ، وہ گنہگار ، مکارہ
اپنے بیٹوں کو جنم دیتے ہی مر جائے گی اور اسے سخت غم دیکھنا
پڑے گا ۔ اس کے لڑکوں کی عمر صرف بارہ برس ہوگی ، ہماری
یہ بات یاد رکھنا ''۔

رانی باچھل

' آج مجھے یہ نعمت حاصل ہوئی کہ میرا دل مسرور ہے ،
''آج میرے تمام جنموں کے دکھوں کے پھندے کٹ گئے ہیں ۔

گیت

''اے گورو ! تمھاری مہربانی ہوئی ،
جنم کے سارے دکھ کٹ گئے
اور ہمارا نصیبہ جاگ اٹھا ،
ورنہ میں بدنصیب ماری ماری پھرتی تھی ۔
تم نے ہماری لاج رکھ لی ۔
اے گورو ! میں تمھاری باندی ہوں ،
تم نے مجھے مصیبت میں سکھ دیا ہے ؛
اب میرا دنیا میں جینا بامراد ہوا ''۔

سابر دیئی[۱]

''اے باچھل ! تو نے اس دنیا میں اپنی عزت گنوا دی ہے ،
تو نے جوگی کو باغ میں رکھا اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس
کے پاس دوڑتی رہی ۔
تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کے پاس دوڑتی رہی ، تجھے ذرہ بھر
شرم نہ آئی ؛

---

۱ ۔ راجا جیور کی بہن ۔ مصنف

رشتہ دار ہر وقت طعنہ دیتے ہیں اور دنیا ہم پر ہنستی ہے ۔
جب سے تو بیاہی آئی ہے ، ہمارے خاندان کی ناک کٹ گئی ہے ؛
گھر گھر میں یہی چرچا ہے اور بڑے چھوٹے سب ہنس رہے ہیں ۔
اس جینے سے تو مر جانا بہتر ہے، اب تو کس منہ سے چلتی پھرتی ہے ؟
اے گنہگار! تو نے یہ کیا ظلم کیا ، تجھے ذرا بھر شرم نہ آئی؟''

رانی باچھل

''میں پاپ پن کچھ نہیں جانتی ، میں صرف اتنا کہتی ہوں :
انسان کیوں منہ سے بری بات کہے ؟ اس سے کچھ ہاتھ نہیں آتا ۔
اس سے کچھ ہاتھ نہیں آتا ، انسان کیوں منہ سے بری بات کہے؟
مجھے کیوں یوں ہی بدنام کرتی ہو ؟ بیٹی ! تم خود سیانی ہو ۔
بغیر دیکھے اور بغیر سنے یوں ہی کیوں ایک بات بنا لی ؟
یہ بات اچھی طرح یاد رکھ لو : تم جہنم میں جاؤ گی ؛
جو اپنا ایمان چھوڑ دیتا ہے اس کی عاقبت خراب ہو جاتی ہے ۔
میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ جو عورت خاوند کا کہا نہ مانے ، اس کی عفت قائم نہیں رہتی ''۔

سابر دیئی

''جو کچھ تو نے کیا ایسے کوئی نہیں کرتا ،
تو نے باگڑ دیس کے چوہانوں کی سب عزت خاک میں ملا دی ۔
اے عورت ! تو نے سب عزت خاک میں ملا دی ،
میں کاچھل سے ساری بات سن آئی ہوں ۔
جیور بھیا کو آتے ہی سب کچھ بتا دوں گی اور تجھے محل سے نکلوا دوں گی ؛
تیرا محل میں کوئی کام نہیں ، جدھر تیرا جی چاہے چلی جا ۔
تو دنیا کو کیا منہ دکھلائے گی ، بس زہر کھا کر مر جا ''۔

رانی باچھل

''جو کچھ تمہیں کرنا ہے کر لو ، ذرا دیر نہ لگاؤ ۔
جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے اسے کوئی مٹا نہیں سکتا ،

کوئی اسے مٹا نہیں سکتا ، تم جو چاہو کرو ؛
تمھیں تین طلاق اگر تم مجھے محل سے نہ نکلواؤ ۔
اگر تم نے پھر ایسی بری بات منہ سے نکالی
تو میں کٹاری سے اپنا خاتمہ کر لوں گی اور ابھی جان دے دوں گی ۔
میں اک پل بھی زندہ نہ رہوں گی ، فوراً اپنا خاتمہ کر لوں گی
اور پھر خدا کے حضور تمھاری دامن‌گیر ہوں گی ‘‘۔

سابر دیئی

’’اے میرے بھائی جیور ! میں تم سے ایک بات کہتی ہوں ۔
آج باگڑ دیس کے چوھانوں کی عزت خاک میں مل گئی ہے ،
ایک دشمن نے ہماری عزت خاک میں ملا دی ہے ، میں تمھیں سمجھا رہی ہوں ۔
باچھل نے ایسا ظلم کیا ہے جس کی دنیا میں آج تک مثال نہیں ملتی ؛
اس نے باغ میں ایک جوگی کو رکھا اور راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کے لیے کھانا لے کر جاتی رہی ۔
آدھی رات گزر چکی تھی جب وہ محل میں واپس آئی ۔
اس نے بڑا بھاری ظلم کیا ہے ،
ہماری سب عزت خاک میں ملا دی ہے ،
اسے محل سے نکال دو ، یا اسے جان سے مار دو ‘‘۔

راجا جیور

تیری بات سنتے ہی مجھ پر غصہ چھا گیا ہے ،
اب میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا ، اسے جان سے مار دوں گا ،
میں اسے جان سے مار دوں گا یا ابھی محل سے نکلوا دوں گا ۔
اس کو جان سے مار دوں یا اس کی کھال ادھیڑ دوں ؟ مجھ پر غصہ چھایا ہوا ہے ۔
میں اسے پاک‌باز سمجھتا تھا مگر وہ اپنے گناہ چھپائے ہوئے تھی ؛
عورت ذات کم عقل ہوتی ہے ، کبھی اپنے منہ سے ان کی تعریف نہیں کرنی چاہیے ،

انہیں ہمیشہ بدی کا گھر سمجھنا چاہیے، ورنہ آخر میں جگ ہنسائی
ہوتی ہے ۔
معلوم ہوتا ہے میرا اس کا سنجوگ اتنا ہی لکھا تھا ؛ چنانچہ اب
تقدیر نے یہ صورت حال پیدا کر دی ہے''۔

سابر دیئی

''اے بھائی ! افسوس نہ کرو ، بلکہ اس کا کوئی علاج سوچو ؛
یا تو اسے باپ کے گھر بجھوا دو یا جان سے مار دو ،
یا اسے جان سے مار دو ، میں تمھیں سمجھائے دیتی ہوں ۔
یہ کوئی راز کی بات نہیں رہی ، محل میں جا کر خود دریافت
کر لو ۔
دیکھو، رانی فوراً اس سے انکار کرے گی اور سو سو قسمیں کھائے گی
مگر اس کا اعتبار نہ کرنا ؛ وہ تمھیں زہر کھلا کر مار دے گی ۔
سوچ بچار نہ کرو میرے بھائی ! پچھتانے سے کیا حاصل ؟
اس دنیا میں ہم پر ناقابل برداشت واقعہ گزر گیا ہے''۔

راجا جیور

''اس کے ساتھ ہمارا اتنا ہی سنجوگ تھا ، اب تقدیر نے جدائی کا
فیصلہ کر ڈالا ۔ جلدی سے میرا خنجر کھونٹی سے آتار لا ،
لا ، میرا خنجر لا''۔

راجا جیور (خنجر سے)

''پیارے ! تو کبھی ہمارے کام نہیں آیا ۔
بھائی ! آج مجھ پر ایک بھاری مصیبت آ پڑی ہے ، اسی خاطر میں
تجھے لایا ہوں''۔
یہ الفاظ کہتے ہوئے راؤ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے ۔
(خنجر میان سے نہیں نکلتا ، گورکھ ناتھ کی کرامت دیکھو !)

رانی باچھل

''مہاراج ! مجھے آپ کسی خطا و تقصیر کے بغیر کیوں مارتے ہیں؟
مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا ہے، یا میں نے آپ کا کون سا کام بگاڑا ہے؟
کیا آپ کا کچھ کام بگڑا ہے ؟ پتی جی ! ہماری عرض سنیے ۔

آپ کیوں یہ ظلم کر رہے ہیں ؟ آپ کی آنکھوں سے آنسو کیوں
جاری ہیں ؟
یہ خنجر کیوں ہاتھ میں تھام رکھا ہے ؟ چہرے پر سرخی کیوں
چھا رہی ہے ؟
مجھے سچ بتا دیجیے ، میں رام کی دھائی دیتی ہوں''۔

راجا جیور

''اے رانی ! جو کچھ تو نے کیا ہے ایسے کوئی نہیں کرتا ۔
تو نے مجھے اپنا بازو پکڑایا اور پھر ناؤ کو عین منجدھار میں
ڈبو دیا ۔
تو نے ناؤ کو عین منجدھار میں ڈبو دیا ، تو کم ذات ہرجائی
ہے ۔
جب سے تو نے جوگی سے تعلقات بڑھائے ہیں ، ہماری جگ ہنسائی
ہو رہی ہے ۔
یہ تقدیر کی بات ہے ، وہ جیسے چاہتی ہے حالات کو موڑ دیتی ہے۔
اے گنہ‌گار بد قسمت ! تجھے ذرا سوچ نہ آئی؟''

رانی باچھل

''اے تقدیر ! تو نے مجھے کس مصیبت میں ڈال دیا ، اب آ کر
میری مدد کر ۔
مجھے کیوں ایسی مصیبت میں ڈالا جو میرے لیے ناقابل
برداشت ہے ،
جو مصیبت میرے لیے ناقابل برداشت ہے ۔ اے تقدیر ! تو نے
میری یہ کیا گت بنا دی ؛
آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہ کر زمین پر گر رہے ہیں''۔
(محل میں آہ و بکا کا کیسا شور اٹھا، جب رانی کے منہ سے چیخ نکلی)۔

رانی باچھل

''مجھ سے یہ جدائی برداشت نہ ہو سکے گی ، میرے لیے خنجر
کھا کر مر جانا آسان ہے''۔
(رانی محل سے باہر نکل آئی اور فوراً رتھ میں سوار ہو گئی)

رانی باچھل

''قسمت کا لکھا دیکھو ، ہماری یہ حالت ہوئی ۔
اے پربھو ! میری فریاد سنو ، اب لاج تمھارے ہاتھ ہے ؛
میں بن بلائے ان کے پاس جا رہی ہوں ، میرے ماں باپ کیا کہیں گے ؟
میرے ماں باپ کیا کہیں گے ؟ ''اب تو کس لیے یہاں آئی ہے؟'
اس نے گڑھ گجنی کا راستہ اختیار کیا اور طویل سفر پر روانہ ہو گئی ۔
اسی سوچ بچار میں وقت جلدی سے گزر گیا اور سستانے کی گھڑی آ گئی ۔

رانی باچھل

''یہاں چار گھڑی آرام کرو ، پانی پیو اور نہاؤ ۔
یہ بہت سخت مصیبت ہے جو مجھے پیش آ گئی ہے ۔
مجھے کیا معلوم تنہا یوں ہو جائے گا ، ورنہ میں وہیں جان دے دیتی''۔

گاڑی بان

''سورج سر پر آ گیا ہے ، آپ چار گھڑی آرام کر لیں ؛
میں اتنے میں ان بیلوں کو پانی پلا لیتا ہوں ،
یہیں پانی پلا لیتا ہوں''۔
وہ بیل لے کر فوراً تالاب پر آیا
اور انھیں پانی پلانے لگا ۔ وہاں ایک ناگ نے انھیں کاٹ کھایا ۔
تالاب پر انھیں ناگ نے کاٹا ، بیل گر پڑے اور ان کی جان نکل گئی ۔
گاڑی بان نے چیخ ماری اور زمین پر سر پٹکنے لگا ۔

گاڑی بان

''اے باچھل ! سنیے ، مجھے بد قسمتی نے آ گھیرا ہے ۔
آپ تو اپنے بد اعمال کی سزا بھگت رہی ہیں مگر میں نے کیا گناہ کیا تھا ؟''

رانی باچھل

''اے تقدیر ! ھمیں اس جنگل میں لا کر تو نے ھم سے کیا
سلوک کیا ؟

ھمارے بیل مر گئے ، انھیں ناگ نے کاٹ کھایا ،
انھیں ناگ نے کاٹ کھایا ، تو نے کیوں ھمیں سخت مصیبت میں
ڈال دیا ؟

اب زندگی کی کوئی آمید باقی نہیں ، اب ھماری جان نکلنے کو ھے ،
اس جنگل بیابان میں ھمارا کوئی ساتھی نہیں ۔
میں افسوس سے ھاتھ ملتی ھوں ، سر پٹکتی ھوں ، اب وہ گھڑی
میرے ھاتھ نہیں آتی''۔

اسی طرح آہ و زاری کرتے کرتے وہ بے ھوش ھو گئی ۔
اس وقت گگے نے پیٹ کے اندر سے ماں کو دلاسا دیا ،
گگے نے ماں کو دلاسا دیا ۔

گگا

''اے میری ماتا ! فکر نہ کرو ؛
گاڑی کے نیچے ایک نیم کا پودا ھے ، اس کی ایک ڈالی توڑ لو
اور اس پر گورکھ کا نام لو ، وہ ابھی تمھاری مدد کو یہاں پہنچ
جائے گا ۔

آخر زھر کیا چیز ھے ؟ اس کا اثر فوراً زائل ھو جائے گا ، ذرا
دیر نہیں لگے گی ۔

گورو گورکھ ناتھ کے نام پر ایک ٹکا رکھ دو ، تمھاری خواھش
پوری ھو جائے گی ۔

اے ماتا ! اتنا سا کام کرو ، ھماری یہ بات مان لو''۔

رانی باچھل

میں نے یہ خواب دیکھا ھے ، کیا کہوں ؟ کچھ کہا نہیں جاتا ۔
اس نے گاڑی کے نیچے نیم کا پودا بتا دیا ھے ۔
مجھے نیم کا پودا بتا دیا ھے ، میں نے ایسا خواب دیکھا ھے ۔
ایک نہایت خوبصورت سا بچہ میرے پاس آیا تھا ،
اس نے میرا ھاتھ پکڑا اور میری گود میں بیٹھ گیا اور منہ سے یہ
کہا :

'گورو گورکھ ناتھ کا نام لے ، اس کی طرف دھیان لگا ، تیری
مشکل دور ہو جائے گی'۔

(رانی باچھل گورو گورکھ ناتھ سے مخاطب ہوتی ہے)

''اے گورو گورکھ ناتھ جی ! میری مدد کو پہنچو''۔
اس نے نیم کی ڈالی لی اور گورو کے نام کا ٹکا رکھ دیا ،
گورو کے نام کا ٹکا رکھ دیا اور گورکھ ناتھ کا تصور کیا ۔
اس نے آٹھ قسم کے ناگوں کے منتر پڑھنے کے بعد جب جوگی کا
بھجن گایا تو اسی وقت بیلوں کا زہر اتر گیا اور وہ سر
ہلانے لگے ۔
بیل فوراً کھڑے ہو گئے ، گگے نے اپنی کرامت دکھا دی ۔

رانی باچھل

''گورو گورکھ ناتھ کی مہربانی سے ہمارا کام سنور گیا ہے ۔
اے گورو ! تم سب دنیا کے پالنے والے ہو ، تم بڑے غریب نواز
ہو ۔
ناتھ جی ! تم بڑے غریب نواز ہو ، میں پہلے تمھیں راضی
کروں گی ۔
اب میں تمھیں اچھی طرح سمجھ گئی ہوں ، ہمیشہ تمھاری طرف
متوجہ رہوں گی ؛
تم ہی نے مجھ پر مہربانی کی ہے ، اب میں باپ کے گھر
جا سکوں گی ۔
مجھ بد نصیب کو گھر سے نکال دیا گیا ہے ، اب میں کبھی واپس
نہیں آؤں گی''۔
رانی گورکھ کا دھیان کر کے وہاں سے روانہؐ ہوئی ،
آخر منزل بہ منزل چلتے ہوئے گڑھ گجنی کا مقام آ گیا ،
گڑھ گجنی کا مقام آ گیا اور رانی محل میں پہنچ گئی ،
اپنی ماتا سے گلے ملی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی ۔
الفاظ اس کے منہ سے نہیں نکلتے تھے : 'کیا کہوں ، کہنے کی
بات نہیں'۔

رانی باچھل

''ماتا ! تم نے مجھے پیدا ہوتے ہی کیوں نہ مار دیا ؟'' آخر
وہ بولی ۔

رانی باچھل کی ماتا

''اے بیٹی ! کیوں روتی ہو ، تم نے اپنا دل کیوں اداس کیا
ہے ؟
تمھیں کس بات کا دکھ ہے ؟ مجھے بتاؤ ۔
بیٹی ! مجھے بتاؤ تمھارے دل میں کاہے کا غم ہے ؟
کیا تمھارے خاوند ، نند یا بہن نے تمھارے منہ پر طعنے دیے
ہیں ؟
جب سے میں پیدا ہوئی ہوں میں نے کبھی اتنا دکھ نہیں پایا ۔
اے بیٹی ! اب مجھے بتا دو کہ تم کس باعث یہاں آ گئی ہو؟''

رانی باچھل

''اے ماتا ! میری بات سن لو ، میں تم سے کھول کر بیان
کرتی ہوں ۔
وہاں ایک جوگی آ کے اترا تھا جس کی میں نے دل لگا کر خدمت
کی ،
میں نے دل لگا کر اس کی خدمت کی اور اس کے قدموں میں اپنا
سر جھکا دیا ۔
مگر میری نند نے اس کے متعلق راجا سے یوں میری چغلی کھائی :
'اس نے جوگی رکھا ہوا ہے ، اسے تحفے تحائف دیتی ہے اور سارا
مال لٹا رہی ہے ؛
اسے یا تو جان سے مار دو اور یا محل سے نکال دو'۔
میں سخت فکر مند رہتی ہوں، مجھے اب جینے کی کوئی امید نہیں ۔
نہ میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے، اگرچہ بارھواں مہینا جا رہا ہے ۔
بارھواں مہینا جا رہا ہے ماتا ! ہماری کیا بری حالت ہوئی !
جب سے یہ بچہ میرے پیٹ میں آیا ہے ، میں مصائب میں مبتلا
ہوں ۔
' راجا نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے ، وہ مجھ سے بد ظن ہو گیا ہے ؛
میں ایسی جنم کی بد قسمت ، گنہ گار ، بدکردار ہوں''۔

گگا

(ماں کے پیٹ میں سے بات کرتا ہے ۔)

''ہماری ماتا کو دن رات یہی فکر کھائے جاتی ہے ۔
اے گورو گورکھ ناتھ ! اس کا دکھ دور کر دو ،
اے گورو گورکھ ناتھ ! جلدی اس کی مدد کو پہنچو ۔
میری ماتا نے اپنے من میں بہت دکھ پایا ہے ۔
اگر میں نے یہاں جنم لیا تو مجھے دنیا سخت طعنے دے گی ۔
میرے باپ کو سمجھا دیجیے کہ وہ میری ماں کو یہاں سے اپنے
ہاں لے جائے ۔
میری عرض سن لیجیے ، میں آپ کے قدموں سے دھیان لگائے
بیٹھا ہوں ۔ اے گورو گورکھ ناتھ ! میں نے بہت دکھ پایا ہے''۔

راجا جیور[۱]

''میں تکیہ لگائے ، چین سے پڑا سو رہا تھا
کہ اچانک مجھے تن کی ہوش نہ رہی اور میں زمین پر جا گرا ،
میں زمین پر جا پڑا ، میرے ہوش جاتے رہے ۔
اگرچہ میں ہوش میں نہ تھا مگر بے کل تھا اور منہ سے بات نہیں
نکلتی تھی ۔ اس وقت میں نے ایک آواز سنی ۔
کوئی مجھ سے کہ رہا تھا : 'اے بے عقل راجا ! سن ، تیری
سمجھ کیوں جاتی رہی ؟
اگر تو رانی کو نہیں لائے گا تو تجھے دن رات مار پڑے گی''۔

وزیر نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا :

وزیر

''راؤ مہاراج سنیے !
ابھی رانی کو لے آئیے ،آپ کے سب کام درست ہو جائیں گے ۔
آپ کے سب کام درست ہو جائیں گے ، راؤ جی ! ہماری بات
مان لیجیے ۔

---

۱ ۔ اپنے محل میں وزیر سے بات کرتا ہے ۔ مصنف

اور اگر آپ رانی کو نہیں لائیں گے تو آپ کو اپنی جان سے ہاتھ
دھونے پڑیں گے ،
کیوں کہ ہر چوہان آپ کا دشمن ہو جائے گا ، اس لیے جلدی
سے رانی کو لانے کی تیاری کیجیے
اور رتھ ، ہاتھی ، پینس ، پالکی جو بھی سواری ملے ، لے جائیے"۔
یہ سن کر راؤ نے اپنے دل سے یوں فصیلہ کیا ۔

راجا جیور

"آپ گنپت[1] کو راضی کر لیں ، میں کوئی نیک گھڑی دیکھ کر
سفر کی تیاری کرتا ہوں ۔
میں پہلے سرسوتی کا نام لیتا ہوں اور پھر گنپت کی طرف متوجہ
ہوتا ہوں ۔
'اے دلوں کی خواہشات پوری کرنے والے مہربان ہنومان[2] !
اے مہربان ہنومان ! ہماری لاج رکھنا ، یہ آپ ہی کی لاج ہے!"

اس نے قلعہ گجنی کا راستہ لیا اور کئی منزلیں طے کرنے کے بعد
اپنی خوب صورت سجی ہوئی سواری پر وہاں کے باغ میں پہنچ
گیا ۔ راجا کو یہ خبر ملی تو وہ بہت خوش ہوا ۔
اس نے اپنے وزیر کو ہمراہ لیا اور راجا جیور کے استقبال کے لیے
باہر نکل آیا
اور ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا ۔ اس وقت وہ اپنے
دل میں بہت شاد تھا ،
وہ اپنے دل میں بہت شاد تھا ۔

راجا چندر بھان

"ہماری خوش قسمتی کا کیا کہنا !
راجا جی ! ہم پر آپ نے بہت نوازش کی ، ہمیں آپ کے نیاز
حاصل ہوئے ۔
آپ کا ملک تو خوش حال ہے ؟ آپ کے گھر والے تو بخریت ہیں ؟

---

۱ - سفر کا دیوتا جس کا سر ہاتھی کا دکھایا جاتا ہے ۔ مصنف
۲ - بندر دیوتا ۔ مصنف

میں کئی دنوں سے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے متعلق سوچ
رہا تھا ؛
بارے ہماری خواہش پوری ہوئی اور آپ نے غریب خانے پر قدم
رنجا فرمایا ۔
میں ہاتھ جوڑ کر آپ کے پاؤں چھوتا ہوں ، میں آپ کا خادم
ہوں''۔

راجا جیور

''اے راؤ مہاراج ! اب مجھے رخصت دیجیے ۔
ہر نے آپ کی برکت سے ہمارے سب کام پورے کر دیے ہیں ۔
اے راؤ ! آپ کی خاطر ہمارے کام پورے ہو گئے ہیں ، میری
ایک درخواست قبول کیجیے ۔
مجھے یہاں آئے بہت دن ہو گئے ہیں ، اب آپ ہمیں جلدی روانہ
کرنے کی تیاری کریں ۔
میری اب خواہش واپس جانے کی ہے ، مجھے اپنے ملک کی سخت
فکر ہے ۔
ہر طرف دشمن ہیں ، مجھے ہر دم اپنی رعیت کا خیال رہتا ہے ۔
میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں، اب مجھے اپنی زبان سے رخصت
کی اجازت دیجیے ۔
اےراؤ! اب محل سے باہر آئیے اور ہمارا الوداعی سلام قبول کیجیے''۔
جب راجا وہاں سے روانہ ہوا ، وہ اپنے دل میں بہت خوش
تھا ؛
اس کی دائیں جانب تیتر بول رہا تھا اور بائیں جانب ناگ تھا ۔

پنڈت رگھو چار

''بائیں جانب ناگ ہے ، راؤ ! میں سمجھتا ہوں یہ اچھا شگون
ہے ۔
تمہارا بیٹا کرامت والا ہوگا ، تمہاری قسمت بہت اچھی ہے ۔
میں نے خوب سوچ کر جوتش سے نتیجہ اخذ کیا ہے ۔
مہاراج ! تم اس کے پیدا ہوتے ہی ساری دنیا کو اس کے سامنے
جھکتے دیکھو گے ۔

بھادوں کے مہینے میں جنم اشٹمی کے موقع پر اس کی پیدائش
ہوگی ۔
اسے پھولوں کے پنکھے پیش کیے جائیں گے اور اس کے آنے کی
خوشی میں نیلے پھریرے آڑائے جائیں گے''۔

راؤ نے آدھی رات کو جنم لیا ،
محلوں میں خوشی کے نعرے لگنے لگے ، پریوں نے گیت گائے ،
راؤ کا نوبت خانہ نوبتیں بجانے لگا ، مبارک باد کے لیے آنے والوں
کا تانتا بندھ گیا ،
گھر گھر خوشی منائی گئی ؛ کوئی کہتا ''بد قسمتوں کا ساتھی
آ گیا ہے''۔
لوگوں کی خوشی سے راجا خوش ہوا ،
اس نے بہت خیرات کی ۔
لوگوں نے دعائیں دیں :
''باگڑ دیس خوش حال رہے!
اور یہاں کا ہر شخص سکھی ہو!''

راجا جیور

''اے وزیر ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں ، اس پر اچھی طرح
سے غور کرو ۔
سلطنت کنور کے حوالے کر دو ، ہماری بات مان لو ۔
ہماری بات مان لو اور ابھی پنڈت کو بلا دو ۔
جب پنڈت مبارک وقت تلاش کر لے ، ہمیں اطلاع دو ۔
مجھے رات دن فکر رہتی ہے ؛ تم میرے اس حکم پر عمل کرو ۔
کل محل میں جشن کا انتظام کرو ، صبح باجے بجانے شروع کرا
دو''۔

پنڈت رگھو چار

''میں آپ کا حکم بجا لاتے ہوئے ابھی جاتا ہوں ۔
راجا کا حکم میرے سر آنکھوں پر ، میں اسے کیسے ٹال سکتا
ہوں ؟

میں اسے کیسے ٹال سکتا ہوں ؟ میں آپ کا حکم بجا لاتا ہوں ،
کتاب اپنے ھاتھ میں لے کر ، میں ابھی آپ کے همراہ چلتا
ہوں''۔

برھمن

''راؤ نے آج مجھے کس کام کے لیے بلایا ہے ؟
مجھے بتا دو ، نہیں بتاتے ؟ کیوں راز رکھتے ہو؟''
وہ دونوں راجا کے دربار میں پہنچ گئے ۔
''مہاراج ! اپنے شیریں کلام سے نوازیے
اور زبان سے اپنے مدعا کا اظہار کیجیے''۔

راجا جیور

''پنڈت جی ! میں آپ کے قدم چھوتا ہوں ۔
آپ اچھی طرح غور کر کے ایسا وقت معلوم کریں جو راج تلک
کے لیے موزوں ہو ۔
راج تلک کے لیے موزوں وقت دریافت کیجیے ، یہ ہماری خواہش
ہے ۔
آپ گگے کو راج سونپنے کے لیے اس کے ماتھے پر تلک لگائیں ،
سب مرد عورتیں اس بات سے خوش ہیں ۔
یہ دنیا آنی جانی ہے، اس کی چمک دمک مصنوعی ہے ،
رشی ، منی ، سادھو ، سنت یہی کہتے آئے ہیں ۔
ماتا پتا ، بہن بھائی کوئی اپنا نہیں ،
سب اپنی اپنی غرض کے پجاری ہیں ، یہ زندگی بے معنی ہے''۔

پنڈت رگھو چار

آپ نے خوب بات کہی ، میں نے بھی اس پر غور کر لیا ہے ۔
آج کا دن نہایت مبارک ہے ، آپ آج ہی لڑکے کو حکومت سونپ
دیں ۔
راؤ ! آپ آج ہی لڑکے کو حکومت سونپ دیں ، میری سمجھ
میں یہی بات آئی ہے ۔
آج حکومت لیتے ہی یہ آٹھوں قسم کی ذہانت پا لے گا ۔

راؤ! اس کا عہد بہت مبارک ہوگا ، خیرات کے طور پر کچھ
عطا کیجیے ۔
سوچیے نہیں ، رگھوناتھ بہتر ہی کریں گے"۔

رانی باچھل

"اے راجا! میری بات سن لو ، میں تمہاری خاطر کہتی ہوں ۔
جس دن پنڈت کہ گیا تھا ؛ اسے اب دو مہینے گزر چکے ہیں ،
دو ماہ گزر چکے ہیں راؤ ! ہماری عرض سنو ۔
جس بات کا تم نے ارادہ کیا تھا ، اب تم اسے بھول چکے ہو ؛
میں زور دے کر کہتی ہوں ، میری عرض سن لو ۔
گگے کو گدی پر بٹھلا دو ، اب اس میں ذرا دیر نہ کرو"۔

راجا جیور

"گنپت دیوتا کو راضی کر کے میں امرأ کو بلا لیتا ہوں ۔
اے دیوتا ! میں آپ سے ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں : میری
مدد کو پہنچیے ،
میری مدد کو پہنچیے ، میں نے برھمن کے قدموں میں سرجھکایا
ہے ۔ اے برھمن! نیک ساعت اور مبارک گھڑی معلوم کرو ، میں
نے تم سے کہ دیا ہے ۔
اے گرو ! اب دیر نہ کرو ، میں نے تمہارے قدموں میں سر
جھکا دیا ہے ،
میں ہاتھ جوڑ کر تمہارے سامنے کھڑا ہوں اور بار بار عرض
کر رہا ہوں"۔
صبح ہوئی ، گگا جاگا تو اس نے یوں خیال کیا ۔

گگا

میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ کہیں شکار کو چلیں ؛
کہیں شکار کو چلیں ، آج دل کی یہی خواہش ہے ،
گھوڑے پر سوار ہو کر اس جنگل میں جاؤں ۔
ہم راجپوت سپاہی ہیں ، ہم گھومنے کے بغیر نہیں رہ سکتے ؛
یہاں سورج کی تپش تیز ہے ، جس سے میرا بدن جھلس گیا ہے ۔

یہ کہ کر راجا گھوڑے پر سوار ہوا اور فوراً ایک کنویں پر پہنچ گیا ۔

گگا

"اے دادی! مجھے پانی پلا دے ، پیاس کے مارے مجھ سے بولا نہیں جاتا ،
مجھے پانی پلا دے ،
میں تجھ سے کہتا ہوں ۔
میری حالت غیر ہو رہی ہے ،
منہ سے بولا نہیں جاتا"۔

برھمنی

"اے میرے بیٹے گگے ! میں تجھے بات سمجھاتی ہوں ۔
میرا برتن مٹی کا ھے ، میں تجھے کیسے پانی پلا دوں ؟
اے بیٹا ! میں تجھے کیسے پانی پلا دوں؟ میری بات غور سے سن ۔
مٹی کے گھڑے پر ایک چھینٹ بھی پڑ جائے تو وہ کام کا نہیں رھتا"۔

اتنا کہ کر اس عورت نے چلنے کی تیاری کی
اور اپنے دونوں گھڑے سر پر آٹھالیے اور گگا دل میں پریشان ھوا ۔
یہ بات سن کر اس نے گورکھ کا خیال کیا
اور کندھے سے کمان آتار کر ھاتھ میں لے لی ۔
کمان ھاتھ میں لیتے ھی اس کا دل غصے سے بھر گیا ۔
اس نے کھینچ کر غلیل ماری اور دونوں گھڑے پھوڑ دیے ۔
عورت کے سب کپڑے بھیگ گئے اور اس کا دل غم سے بھر گیا
اور جتنے لوگ وھاں کنویں پر کھڑے تھے ، سب بھاری سوچ میں پڑ گئے ۔

برھمنی

"جیسے تو نے کیا ھے ، ایسے کوئی نہیں کرتا ۔
خدا کرے نہ تجھے کھانے کی مہلت ملے نہ پہننے کی"۔
برھمنی رو رو کر یوں کہنے لگی ۔

گیت

میں منہ سے یہی بات کہتی ہوں :
دنیا میں تیرا شباب نہ رہے !
تیرے ہاں اولاد نہ ہو !
اور ہو ، تو کبھی پھولے نہ پھلے !
تو ہمیشہ دولت سے محروم رہے !
تو نے میرے جسم کا کیا حال کر دیا ہے ۔
تو نے میرے دونوں گھڑے پھوڑ دیے
اور مجھے لوگوں کے سامنے شرمسار کر دیا "۔

رانی باچھل

"میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں ، اے ماتا ! تو مغموم نہ ہو ۔
اگر تیرے سوتی کپڑے بھیگ گئے ہیں تو میں ان کی جگہ ریشمی لباس پیش کر دیتی ہوں ،
مجھ سے ریشم کا لباس لے جا ۔ تیرے گھڑے ٹوٹ گئے ہیں ؟
وہ گھڑے مٹی کے تھے ، تو مجھ سے تانبے کے گھڑے لے لے ۔
تو نے بڑے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں اور تیرا بدن ذرا نہیں لرزا ۔
یہ نادان لڑکا ہے ، لڑکوں کو اپنی حرکات پر ضبط نہیں ہوتا ،
نہ انہیں کچھ سمجھ ہوتی ہے ؛ جو ان کے جی میں آ جائے کر گزرتے ہیں ۔

رانا سانجا[1]

اے پروہت ! سنو ، میری یہ خواہش ہے :

---

۱ - پھر منظر بدلتا ہے ۔ رانا سانجا ، کامروپ واقع آسام کا راجا اور گگا کی بیوی چھریال ، سریال یا سَریال کا باپ تھا ۔ ممکن ہے سریال سارا دیا دیوی سے بگڑا ہوا ہو ۔ گوہاٹی (آسام) کے نزدیک واقع ایک مندر میں ابھی تک سارا دیا دیوی کی پوجا کی جاتی ہے ۔ مصنف

جاؤ اور کہیں کنورانی چنریال کے لیے رشتہ تلاش کرو ،
اس کے لیے رشتہ تلاش کرو اور کہیں کوئی خوبصورت کنور
دیکھو ۔
جلدی سے جاؤ ، دیر نہ کرو ، ہمارا حکم مانو ۔
باگڑ دیس کا ایک راجا سنا ہے ، جس کا نام جیور ہے ، وہاں چلے
جاؤ ، کوئی معزز خاندان ہو ، کوئی شریف گھرانا ہو ،
آگے لڑکی کی قسمت ، اس میں کسی کا زور نہیں چلتا ۔
تم جلدی جاؤ ، دیر نہ کرو ، نہ زیادہ سوچ بچار کرو"۔

پنڈت گنہان

"مہاراج ! آپ نے خوب بات کہی ہے ، کام پورا ہو گیا ہے ۔
میں گنپت دیو کو خوش کر کے اپنا کام سنوار لوں گا ،
میں کام سنوار لوں گا ، آج میں نے گنپت دیو کو منا لیا ہے"۔

پنڈت گنہان (راستے میں)

"مشرق ، مغرب ، شمال ، جنوب — میں چاروں طرف پھرا ہوں ،
مجھے چھ مہینے پھرتے ہو گئے ہیں مگر میں اپنا مقصد حاصل
نہیں کر سکا ۔
اے سریال ! تو بھی میرے ساتھ دکھ اٹھا رہی ہے ،
شاید وہ کوئی نحس گھڑی تھی جب میں گھر سے روانہ ہوا"۔
دل میں اس قسم کی باتیں سوچتا ہوا وہ جیور کے گھر پہنچ گیا ۔

راجا جیور

اے پنڈت گنہان ! میں تمھارے قدم چھوتا ہوں ۔
کس دیس سے تمھارا آنا ہوا ؟ کون سا شہر تمھارا وطن ہے ؟
کون سا شہر تمھارا وطن ہے ؟ منہ سے میٹھی بات کہو ۔
اے دانش مند پنڈت ! میرا محل حاضر ہے ، یہاں قیام کرو ۔

"اے پنڈت ! تم کیوں دن رات سوچ میں ڈوبے رہتے ہو ؟
تمھیں کھانا پینا بھی اچھا نہیں لگتا ۔
جو کچھ تمھارے دل میں ہے وہ خود ہی اپنی زبان سے
کہ دو"۔

پنڈت گنہان

میرا وطن دھوپ نگر یہاں سے سات سمندر پار ہے ،
راجا سانجا اس کا نام ہے ، جس کا میں خادم ہوں ۔
اے راؤ! میں چاروں سمت پھر آیا ہوں ۔
یہ قسمت کی بات ہے کہ میں آج اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہوں ،
میں اس کام کے لیے آیا ہوں کہ گگے کی سگائی کروں ،
میری دلی خواہش یہ ہے کہ کنور کے ماتھے پر تلک لگاؤں''۔
محل میں یہ بات پھیل گئی ، سب کے دل مسرور ہوئے ،
راجا نے اپنے سب بھائی بندوں کوجو شہر میں موجود تھے، جلدی سے بلا لیا اور اور ان سے یوں کہا :

راجا جیور

اے بھائیو !میری عزت تمھارے ھاتھ میں ہے ؛
جو کچھ بات تمھاری سمجھ میں آتی ہے ، مجھے کیوں نہیں بتاتے ۔
میں دولت کی اس دیوی کو جو میرے گھر آ چکی ہے ، ہرگز واپس نہیں کروں گا ،
بلکہ اسے اپنی جان سے عزیز رکھوں گا ۔

پنڈت گنہان

''اے راجا! سن لو، اب جب کہ سب کام پورے ہوگئے ہیں ،
ہمیں جانے کی اجازت دو ۔ اے آقا ! تم خوش رہو !
اے آقا تم خوش رہو اور تمھاری حکومت قائم رہے !
یہ ہماری دعا ہے ، خدا کرے ہماری بات پوری ہو !
ہیرے ، موتی ، لعل ، جواہر تم پر سدا نچھاور رہیں !
میں سگائی کر کے روانہ ہوتا ہوں ، میری دل کی فکر دور ہو گئی ہے ۔

رانی پاچھل[1]

اے تقدیر ! تو نے کیا کر دیا ؟ ہمارے سر پر یہ کیسی مصیبت

---

۱ ۔ منظر اچانک بدلتا ہے ۔ راجا جیور کی موت واقع ہو چکی ہے ۔
مصنف

ڈال دی ؟
پیا سرگ کو سدھار گئے اور دل کی خوشیاں دل ھی میں مدفون
ھو گئیں ۔
اے پیا جی ! تم سرگ سدھار گئے ، ھاری کیسی بری حالت ھوئی ؛
کوئی ھارا ھاتھ تھامنے والا نہیں ، ھمیں کیوں ایسی سخت مصیبت
میں ڈال دیا گیا ؟
اے پربھو جی ! ھمیں سکھ میں دکھ دے دیا ، برے حالات میں
کوئی ساتھی نہیں ھوتا ،
جان بھی نہیں نکلتی ؛ دن رات تڑپتی رھتی ھوں ۔
اعضا بے ڈھنگ ھو گئے ھیں، تم ھمیں چھوڑ کے کہاں چلے گئے ؟
ایک بار منہ سے بول کر ھمیں بتلا دو"۔

راجا سانجا[1]

میں گہری فکر میں پڑ گیا ھوں ، میرے سارے بدن میں آگ سی
لگ رھی ھے ۔
اے میری بیٹی سریال ! تیرا نصیبہ سو گیا ھے ۔
اے بیٹی ! جب سے تو پیدا ھوئی ھے اس دن سے تو بد قسمت ھے۔
جس گھر میں تیری سگائی کی وھاں سے بھی راحت رخصت ھو گئی،
تو جنم کی ھیٹی ھے ، اپنے ساتھ برا نصیبہ لائی ھے ۔
میرے دل کی خواھشات دل ھی میں رہ گئیں ، ان کی تکمیل نہیں
ھو سکی ۔
میرے من میں یہ چاؤ تھا کہ میں اسے (گگے کو) تیرا رشتہ
دوں
لیکن سارا معاملہ تقدیر کے ھاتھ میں ھے ، اپنی خواھش کے مطابق
کام کہاں سر انجام پاتے ھیں"۔
(اس نے اس مفہوم کی چٹھی لکھی کہ وہ ناتا توڑنا چاھتا ھے ۔)

راجا سانجا کی چٹھی

"ھم ناتا نہیں کرتے ، جو کچھ ھو چکا ھے آپ اسے سنجوگ کا
نام نہ دیں ۔

---

۱ ۔ اپنے ملک میں ، راجا جیور کی موت کی خبر سن کر ۔ مصنف

راؤ جی ! اسے سنجوگ کا نام نہ دیں ، ہماری بات سنیں ؛
ہم اپنی لڑکی سے آپ کا بیاہ نہیں کریں گے ، اب ہمارا آخری سلام
قبول کیجیے''۔
راؤ نے اس مضمون کی چٹھی لکھی اور اس میں ساری بات کہ دی؛
رانی نے یہ بات سنی تو اس کے منہ سے چیخ نکلی ۔

رانی باچھل

''اے مالک ! تو نے مجھے کس مصیبت میں ڈال دیا، ابھی تو میں
راجا کی موت کا سوگ منا رہی تھی ۔
مجھے کیا معلوم تھا کہ ہماری ایسی جگ ہنسائی ہوگی !''

گگا

''اے ماتا! کیوں روتی ہو؟ تم نے کیوں اپنی حالت غیر کرلی ہے؟
تم منہ سے کیوں نہیں بولتیں ؟ تم نے اپنے سر کے بال کیوں نوچ
لیے ہیں ؟
اے ماتا ! تم نے اپنے سر کے بال کیوں نوچ لیے اور کیوں اپنے
دل کو رونے میں لگا رکھا ہے ؟
اے ماتا ! کیا تمھیں پچھلی باتیں یاد آ رہی ہیں ؟
اے ماتا ! تمھیں گورو کی دھائی ، مجھے صحیح بات بتلا دو !
کیا کسی نے اپنی زبان سے تمھیں کوئی سخت بات کہ دی ہے ؟

رانی باچھل

''اے بیٹا ! سنو ، میں تمھیں اپنے دل کی بات بتاتی ہوں ۔
جو سگائی ہو چکی تھی وہ ختم کر دی گئی ہے ، مجھے دن رات
یہی فکر کھائے جا رہی ہے ۔
اے کنور ! میں دن رات یہی سوچتی ہوں کہ میری قسمت کیسی
کھوٹی ہے ؛
ایک طرف تمھارے پتا سرگ کو سدھار چکے ہیں اور دوسری
طرف یہ سگائی ختم ہو گئی ہے ۔
معلوم ہوتا ہے کسی دشمن نے وہاں جا کر ہمارے خلاف
غلط سلط باتیں کی ہیں ،
اب یہاں رہنے کا کوئی مزہ نہیں''۔

ماتا کی یہ بات سنتے ھی اس پر غصہ چھا گیا ،
اس نے جنگل بیابان میں جا کر ایک بین بنائی ،
راؤ نے بین بنائی اور اس سے گورکھ ناتھ کو منانے لگا ؛
اس نے ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر بھیرویں راگ گانا
شروع کر دیا ۔
اس نے اپنی بین میں چھ راگ اور چھتیس راگنیاں گائیں ؛
اس نے اس خوبصورتی سے بانسری بجائی کہ جنگل کے درندے اور
پرندے سب مدھوش ھو گئے
مگر جب باسک ناگ نے یہ آواز سنی تو وہ بہت ناخوش ھوا ۔

باسک ناگ[1]

”دنیا میں ایسا کون بہادر ہے جو سوتے ناگ جگاتا ھے ؟
یہ کون دلیر پیدا ھوا ھے جو یہاں آ کر بین بجاتا ھے
اور اس نے اس فانی دنیا کے سب ناگوں کو جگا دیا ھے ،
اس نے سب ناگوں کو جگا دیا ھے ، یہ کون ھے ؟ جلدی سے خبر
لاؤ ۔ یہ کون ھے اور اس نے کیوں بین بجائی ھے ؟ اس سے سب
حال پوچھ کے آؤ ۔
اس کے منہ سے سن کر آؤ کہ اس پر کیا بپتا پڑی ھے ۔
جاؤ ، اس کا پورا حال معلوم کر کے آؤ ، ذرا دیر نہ لگاؤ“۔

تاتیگ ناگ[2]

”اے بھائی ! تو کون ھے ؟ اپنے منہ سے سچی بات بتا دے ۔
تیرا شہر کون سا ھے ؟ تیری ذات کیا ھے ؟
تیری ذات کیا ھے ؟ ھمیں سچی بات بتلا دے ۔
تو نے اس جنگل بیابان کے اندر کیوں بین بجائی ھے ؟
مجھے راجا باسک نے تیری طرف بھیجا ھے ؛
اگر تو میری بات کا جواب نہ دے گا تو میں تجھے اپنی پھنکار سے
جلا کر بھسم کر دوں گا “۔

---

۱ ۔ باسک ناگ — ناگوں کا راجا ۔ مصنف
۲ ۔ تاتیگ ناگ — باسک ناگ کا پروھت ۔ مصنف

گگا

''میں راجا امر کا پوتا ہوں اور 'گرد ڈریڑا' میرا گاؤں ہے ؛
راجا جیور میرے پتا تھے ، گگا میرا نام ہے۔
گگا میرا نام ، گورو گورکھ ناتھ نے میرا یہی نام رکھا ہے۔
میری سگائی ہو چکی تھی مگر اسے اب ختم کر دیا گیا ہے ، میں
اس لیے چل کر آیا ہوں ۔
میرے سسرال کہیں سات سمندر پار ہیں ، میرے سسر کا نام
راجا سانجا ہے ؛
میں اس لیے یہاں چل کے آیا ہوں کہ اس کے متعلق اپنی شکایت
سناؤں''۔

باسک ناگ

''اے تاتیگ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں ، اسے غور سے سنو۔
گگا تمھیں جو حکم دیتا ہے ، اسے ابھی جا کر بجا لاؤ ،
ابھی اسے بجا لاؤ ، اس میں ایک لمحے کی دیر نہ کرو ۔
پیارے ! یہ گورکھ کا چیلا ہے ، اس کا حکم بجا لاؤ ۔
بھائی ! تمھیں اس کا حکم مانے بغیر یہاں سے نہیں جانا ، کیوں
سوچ میں پڑ گئے ہو ؟
ابھی جلدی سے جا کر ساری بات کی خبر لو اورپھر واپس ہمارے
پاس پہنچو ''۔

تاتیگ ناگ

''آپ نے جو کچھ فرمایا ہے میں نے اسے خوب غور سے سن لیا ہے،
میں آپ کا حکم لفظ بہ لفظ بجا لاؤں گا ؛
جو کچھ آپ نے فرمایا ہے میں وہی کروں گا ۔
مہاراج ! میں جنگل میں جہاں کہیں ہوں ، میری حفاظت
کیجیے گا ''۔
اتنا کہ کر وہ گگے کے پاس آ گیا ،
اسے ہاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور اس کے قدموں میں اپنا سر جھکا
دیا ۔

تاتیگ ناگ

" جو کچھ آپ کا حکم ہو فرما دیجیے ، میں آپ کے پاس آ گیا
ہوں ؛
مجھے باسک ناگ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے ، میں آپ کے
متعلق کچھ سنے بغیر یہاں پہنچ گیا ہوں"۔

گگا

"اے بھائی ! میری بات سنو ، میرا یہ کام ہے :
سات سمندر پار ایک راج دھانی ہے ، دھوپ نگر اس کا نام ہے ،
دھوپ نگر اس کا نام ہے ، وہاں کے راؤ کی راج دلاری سریال ہے۔
راؤ اس کی سگائی میرے ساتھ کر کے اب مکر گیا ہے ، وہ میری
منگیتر ہے ۔
بس میرا اتنا سا کام ہے ، میں نے تمھیں ساری بات بتا دی ہے ۔
کارو ملک ہے ، کام‌چھایا ان کی دیوی ہے اور وہ لوگ غضب کے
عالم ہیں"۔

تاتیگ ناگ

"شہر دھوپ نگر کا نام
میرے روئیں روئیں میں ایسے بس گیا ہے جیسے بدن میں جان ،
جیسے بدن میں جان- میں ابھی دھوپ نگر کو جاتا ہوں ،
ایک پہر کا راستہ ہے ، میں اس سے ذرا نہیں گھبراتا ۔
میں اپنی کایا پلٹ لوں گا اور برھمن کا روپ دھار لوں گا
اور اس طرح میں محل کے اندر جا کر سریال کو دیکھ لوں گا"۔

گگا

"تم جو چاہو کرو ، تمھیں اختیار حاصل ہے ،
ہماری لاج رکھ لو اور سریال کو ہم سے بیاہ دو ،
سریال سے ہم کو بیاہ دو ، ہمیں راحت حاصل ہو جائے ،
ورنہ جب سے یہ سگائی ہوئی ہے ہمارے رشتہ دار ہمیں طعنے دے
رہے ہیں ،
لوگ منہ سے ایسی ایسی سخت باتیں کہتے ہیں ؛

رانی باچھل راتوں کو اٹھ اٹھ کر روتی ہیں ، ان سے یہ دکھ
سہا نہیں جاتا ''۔

اس کے منہ سے یہ باتیں سنیں تو ناگ کی آنکھوں میں آنسو
بھر آئے ۔

تاتیگ ناگ

''اے گورو گورکھ ناتھ جی ! آ کر ہمت بندھائیے ،
آ کر ہمت بندھائیے، آنکھوں سے آنسو جاری ہیں ،
اس مصیبت میں آ کر ہماری خبر لیجیے''۔

تمام ملکوں کو راستے میں چھوڑتا ہوا وہ رانا سانجا کے شہر میں
پہنچ گیا ۔

پہلے چاروں طرف پھرا ، پھر باغ کے اندر اپنا بستر لگا دیا ؛
راج کماری سریال کو سات سہیلیوں کے ہمراہ باغ میں آتے
دیکھا تو زمین پر لیٹ گیا ،
زمین پر لیٹ گیا اور بوڑھے برہمن کا روپ دھار لیا ، ہاتھ میں
لٹھیا ، کاندھے پر دھوتی اور دیکھنے میں نحیف و نزار ۔

تاتیگ ناگ

دان دیجیے ، بہت ثواب ہوگا ، میں بوڑھا برہمن ہوں ۔
میری یہ دعا ہے کہ تمھارے باپ کے گھر میں نیکی پھیلے''۔

سریال راج کماری

''یہ برہمن کیا مانگتا ہے ؟ اس کی حالت کیوں اتنی
خراب ہے ؟

اے سہیلیو ! اس سے پوچھو : یہ کیوں ہمارے پیچھے پڑا ہے ؟
یہ کیوں ہمارے پیچھے پڑا ہے ؟ اے باندی! اس سے جا کر
پوچھ''۔

یہ کہتے ہوئے اس نے اسے اپنی نو ماشے کی میلی انگشتری
نکال کر دینی چاہی ۔

سریال راج کماری

''اے بوڑھے! اسے لے لے، یہ تجھے دی''۔

تاتیگ ناگ

''میں میلا دان نہیں لوں گا ، یہ بے اثر ہو جائے گا ''۔

سریال جھولا جھولنے اور راگ گانے لگی ،
تاتیگ دل میں بہت خوش ہوا کیوں کہ اب اس کے لیے
موقع تھا ،
اب اس کے لیےموقع تھا ، اس لیے اس نے فوراً اپنی کایا پلٹ لی ،
وہ اڑ کر ڈالی پر جا بیٹھا اور اس نے ناگ کا روپ دھار لیا
اور پھر آہستہ آہستہ درخت سے نیچے اترنے لگا ،
دل میں اس کو دھوکا دینے کی تدبیر سوچتا ہوا ۔
سریال کی اس پر نظر پڑی تو وہ ڈر کے مارے بے ہوش ہو کر
نیچے گر پڑی ۔

تاتیگ ناگ

''اے مالک ! تو نے یہ آج ہمارے ساتھ کیا کیا ؟
میں مات کھا گیا ، میرا داؤ خالی گیا ''۔
وہ ہاتھ مل مل کر رونے لگا ۔

تاتیگ ناگ

''یہ موقع ہاتھ سے گیا ، اب یہ دوبارہ ہاتھ نہیں آ سکتا ۔
اب میں آج اور کیا تدبیر کروں ؟ مجھے کچھ نہیں سوجھتا ۔
میں آج اپنی من مانی تدبیر عمل میں لانا چاہتا تھا ؛
اگر آج میرا داؤ چل جاتا تو سب تکلیف دور ہو جاتی''۔

راج کماری سریال

ایک جھیل پر میری سب سہیلیاں نہانے لگیں ،
میں مرنے کے قریب تھی مگر بچ گئی ، میں نے اپنی جان اور
جسم بچا لیے ، اے سکھی! میں نے جان اور جسم بچا لیے۔ میں
اب منہ سے کیا کہوں ؟
مجھے اس کی صورت دیکھ کر خوف محسوس ہوا ، مجھے وہ موت
کا نشان نظر آیا ۔

میرے کھلونوں میں ناگ دان[1] موجود تھی مگر اسے ـ ان اپنے
ساتھ کوئی نہیں لایا ''۔

یہ کہ کر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ رونے لگی ۔
پھر سریال نے جلدی ھی کپڑے آتار دیے
اور اپنی پیاری سہیلیوں کے ساتھ نہانے لگی ۔
اس وقت تاتیگ ناگ نے گورو گورکھ ناتھ کو راضی کر لیا
اور ذرا دیر نہ لگائی ، فوراً ناگ کا روپ دھار لیا
اور پانی کے اندر اس طرح آگے بڑھنے لگا کہ کوئی اسے دیکھ
نہ سکا ۔

تاتیگ ناگ

میں سریال کو ڈھونڈھتا پھرتا ھوں ، جس کام کے لیے یہاں آیا
تھا ''۔

جب وھاں اسے موقع ملا ، اس نے سریال کو انگوٹھے پر ایسا کاٹا
کہ اس کے جسم کو سخت درد اور اسے بہت تکلیف
ھوئی ۔
سریال کو کاٹنے کے بعد اس نے اپنا پھن دکھلایا ۔

سریال راج کماری

مجھے اس ناگ نے کاٹ کھایا ھے ، میرے سارے جسم میں زھر
پھیل گیا ھے ۔
اس ناگ نے مجھے کاٹا ھے
اور میرے جسم میں اپنا زھر پھیلا دیا ھے ؛
اب جان بچتی نظر نہیں آتی ،
موت نے آ دبایا ھے''۔

وہ بے کل ھو کر چلانے لگی اور پھر زمین پر گر گئی ۔
راجا کو یہ خبر پہنچی کہ سریال کو سانپ نے کاٹ کھایا ھے
اور اس کے جسم میں زھر پھیل گیا ھے ،
زھر اس کے جسم میں پھیل گیا ھے ،

---

۱ ۔ ایک لکڑی ، جس کی نسبت مشہور ھے کہ وہ ناگ کا زھر دور کر
دیتی ھے ۔ مصنف

سہیلی

''ابھی آپ کی راج کماری سریال کو سانپ نے کاٹ کھایا ہے ،
وہ سانس بھی نہیں لیتی ، ایسی بے ہوش پڑی ہے ۔
راؤ جی! اس کے بچنے کی اب کوئی آمید نہیں ، میں آپ سے کہہ دیتی ہوں''۔

راجا سانجا

اے بیٹی ! اگر تجھے اب مرنا تھا تو پیدا ہوتے ہی مر گئی ہوتی،
اب تو مجھے دکھ دے کر جا رہی ہے! کارساز نے یہ کیا کیا ؟
کار ساز نے یہ کیا کر دیا ہے؟ مجھے اس سے بھاری دکھ ہوا ہے ۔
اے میری جان سے پیاری بیٹی ! ایک بار منہ سے بول''۔
محل میں اندھیرا چھا گیا ، عورتیں اور مرد سبھی رونے لگے،
سب بے تاب ہو کر ''ہائے ہائے'' کرنے لگے،
تو نے ہمارا کہا نہ مانا ، باغ میں چلی گئی ،
وہ بدقسمت گھڑی تھی ، سانپ نے تجھے کاٹ کھایا ''۔

تاتیگ ناگ[۱]

''میں تم سے یہ پوچھتا ہوں ، مجھے اپنے منہ سے بتاؤ ؛
نہ تم چوڑیاں پہنے ہو نہ کڑے ، نہ تمھاری ناک میں نتھ ہے ۔
کیوں تمھاری ناک میں نتھ نہیں ؟ اور تمھارا چلنا بھی غم زدوں کا سا ہے ۔
تم منہ سے بین نہیں کرتی حالانکہ تمھاری آنکھوں سے آنسو چھلکے پڑتے ہیں ۔
تم ایسے گھر گھر پھر رہی ہو جیسے کوئی پاپن پھرتی ہے ''۔
یہ سنتے ہی اس پنہاری کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے،
یہاں تک کہ اس کے سارے کپڑے بھیگ گئے ۔

پنہاری

اے دادا ! سن لیجیے ، یہ ایسی بات ہے جو منہ سے کہی نہیں جا سکتی !

---

۱ - برہمن کے روپ میں پنہاری سے ۔ مصنف

راؤ کی بیٹی سریال کو سانپ نے کاٹ کھایا ہے ،
اس کو سانپ نے کاٹ کھایا ہے ، اس لیے سارا شہر ماتم کدہ بنا ہوا ہے -
کئی ملکوں سے علاج کرنے والے آئے ہیں مگر کسی کو کامیابی نہیں ہوئی -
اس کی منگنی ' گرد ڈریڑا' میں ہوئی تھی مگر اب وہ ختم ہو چکی تھی -
وہ تالاب پر نہانے کے لیے گئی تھی ، وہاں اس کی قسمت پھوٹ گئی -

تاتیگ ناگ

'' اے پنہاری! راجا کو جا کر کہہ دو :
ایک وید آیا ہے ، وہ اسے بلا لے''-

پنہاری

''راؤ جی! اسے بلا لیجیے ، میں آپ سے کہتی ہوں -
وہ اپنے منہ سے کہتا ہے ، میں لڑکی کو ہوش میں لے آؤں گا -
میرے سامنے زہر کیا چیز ہے ، میں فوراً اس کا اثر نابود کر دوں گا ،
میرے پاس ایسا علم ہے جس کی مدد سے میں گئے ہوئے سانس واپس لا سکتا ہوں ''-
یہ بات سن کر راؤ کے جسم میں جان آ گئی -

رانا سانجا

اسے ابھی جلدی سے لاؤ ، وہ پنڈت خوبیوں کا مالک معلوم ہوتا ہے -

گیت

''ابھی جلدی سے لے آؤ ،
ایک لمحے کی بھی دیر نہ کرو -
چلو پنڈت مہاراج !
اب لاج آپ کے ہاتھ میں ہے -
اے گورو ! آپ کے درشن کرنے سے ہی
میری مصیبت کٹ گئی ہے ''-

(جب اس نے راج کماری کے چہرے سے اوڑھنی ہٹائی ،
اس کے دل میں کس قدر دکھ تھا ـ)

تاتیگ ناگ

''اے گورو گورکھ ناتھ ! میری مدد کیجو ؛
ابھی اسے اٹھا کر بٹھا دو ، میری لاج تمھارے ہاتھ ہے ،
لاج تمھارے ہاتھ ہے''۔
اس نے نیم کی ایک ڈالی منگائی
مگر پہلے اس نے راجا سے تحریری وعدہ لے لیا کہ وہ سگائی کے
مطابق گگا سے اس کا بیاہ کر دے گا۔
وہ منتر پڑھ پڑھ کر جھاڑنے لگا ؛ کچھ دیر کے بعد سریال کے
ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی ـ
پھر اس نے اس کا انگوٹھا منہ میں لے کر سارا زہر چوس لیا ـ

راجا سانجا

''میں ہاتھ جوڑ کر آپ کو سلام کہتا ہوں اور آپ کے قدموں
میں اپنا سر جھکاتا ہوں ـ
آپ نے سریال راج کماری کی جان بچا لی ہے ،
جان بچا لی ہے ، میں نے اپنے دل کی بات کہ دی ـ
میں سات روز تک شادی کی تاریخ مقرر کرتا ہوں ، میرے ہاں
دولت کی کوئی کمی نہیں ـ
آپ اس تاریخ شادی کے لیے بے کھٹکے چلے آئیے ـ میری من کی
بات سمجھ لی ؟
میری خواہش پوری ہو گئی ہے ، اب آپ ایک پل کی بھی دیر
نہ کیجیے''۔
جب اس نے بیاہ کی چٹھی لے لی تو اس کے سب کام پورے
ہو گئے ؛
اس نے وہاں سے چلنے کی تیاری کی اور اپنے گورو کی طرف دھیان
کیا ـ

تاتیگ ناگ

''میں نے اپنے گورو کی طرف دھیان کیا اور چلا ، اب میں پھر
آؤں گا ـ

میری سب فکر دور ہوئی ، دل نے تمنا کا پھل پا لیا ۔
یہ بیاہ کی چٹھی اپنے پاس ہے ، گھبرانے کی کیا بات ہے ؟''
(بیاہ میں صرف سات روز رہ گئے ہیں ، گگے نے دل میں خوف محسوس کیا) ۔

گگا

''اے گورو گورکھ ناتھ جی ! ابھی آ کر میری خبر لیجیے ؛
میں مشکل میں پھنس گیا ہوں ، اب لاج آپ کے ہاتھ ہے''۔

گیت

''اے گورو ! ہماری لاج رکھیے ۔
اب میں بیاہ کی تیاری کرتا ہوں ،
میں سخت فکر میں مبتلا ہوں ،
مجھے سخت مشکل میں ڈال دیا گیا ہے ،
میری کشتی پار کیجے ۔
آپ ہی عزت کے محافظ ہیں ،
آپ ہی نے اپنے سب ارادت مندوں کو کامیاب کیا ہے
اب میری بار کیوں مختلف طریقہ اختیار کیا گیا ہے ؟''

گورو گورکھ ناتھ

''تم کیوں سوچ میں پڑے ہو ؟ اپنی ہمت قائم رکھو ،
جلدی سے اُٹھ کر غسل کرو اور سرخ پگڑی باندھو ،
سرخ پگڑی باندھو ، نادان ! تم کیوں متفکر ہو؟''
گگے کو اپنے ساتھ لے کے وہ ایک پل میں وہاں پہنچ گئے ،
دھوپ نگر کے قریب پہنچ کر انھوں نے اپنے خیمے لگا دیے ۔
ہیم ناتھ اور کھیم ناتھ ــــ یہ میرے گورو بھائی ہیں ۔
وہاں پہنچ کر وہ شہر کے چاروں طرف پھیل گئے اور اک شور مچ گیا ۔
رتھ ، ہاتھی اور بھینسیں اس تعداد میں تھیں کہ ان کی گنتی ناممکن تھی ؛
ایسی برات دیکھ کر سب کے ہوش گم ہو گئے ۔

راجا سانجا[1]

''یہ کیا نئی مصیبت آئی !
میں نہیں جانتا تھا کہ ایسا ہوگا ، میری قسمت کھوٹی نکلی ۔
میں ہاتھ جوڑ کر تم سے عرض کرتا ہوں ؛ تم میرے سر کے
تاج ہو ۔
میں نے تمھیں بیٹی دی ہے ، اب میری عزت رکھو ،
میری عزت رکھو ، آج میں تمھارا دامن تھامے ہوں ؛
چاہو مجھے رکھو ، چاہے مارو ۔ آج میرا انجام تمھارے ہاتھ
ہے ۔
یہ جتنے جتی ستی سنت ہیں ، میں اک بار ان سب کا درشن
کروں گا ۔
میں غریب تمھاری پناہ میں آیا ہوں ، مجھ سے بات کرو''۔
تب راجا نے جلدی سے اپنے سب ہاتھیوں کو سجا لیا
اور ایک تھال ہیروں ، موتیوں اور لعلوں سے بھر لیا ؛
تھال کو بھر کر اپنے ہاتھ میں لیا
اور گورو گورکھ ناتھ کے سامنے سر جھکا کر تھال ان کی خدمت
میں پیش کر دیا ۔
راجا نے پہلے برات کا شاہانہ استقبال کیا، پھر اچھے کھانوں سے ان
کی خوب تواضع کی ؛
اس کے بعد پنڈت نے پھیروں[2] کے لیےموزوں وقت کا انتخاب کیا ۔

پنڈت گنہان

''اے راجا ! ہماری بات سنو اور اسے مانو ۔
اب وہ مبارک ساعت قریب آ گئی ہے ، صرف ایک رات باقی ہے ؛
اب صرف ایک رات باقی ہے ، میں نے لگن لگا کر دیکھ لیا ہے''۔
تب پنڈت نے تخت بچھا کر گورو گورکھ ناتھ کو بلایا
اور گنیش کی پوجا کر کے پھیرے دلا دیے ۔

---

۱ ۔ راجا برات کی تعداد دیکھ کر خائف ہوا ۔ مصنف
۲ ۔ ہندوؤں میں شادی کی رسم ۔ مترجم

سکھیوں نے خوشی کے گیت گائے اور سب رسمیں پوری طرح ادا
کیں ؛
کوئی گورے رنگ کی تھی اور کوئی نازک اور خوب صورت ،
ان کی آنکھیں مد بھری تھیں ،
سب کا دل خوشی سے بھرپور تھا ، آج سریال کا بیاہ رچا تھا -
شادی کے بعد سریال وداع ہو کر اپنے گھر کو روانہ ہوئی اور
سب نے اسے بہت بہت پیار کیا -

رانی

''اے میری لاڈلی سریال ! میرے گلے میں اپنی بانہیں ڈال دے -
میرے گلے میں اپنی بانہیں ڈال دے ، آج تو ہم سے جدا ہو رہی
ہے -
اے میری جان سے پیاری بیٹی ! تیری محبت ہم کو بہت جلد
چھوڑ گئی -
ہمیں بھاری دکھ ہوا اور محل ہماری نظروں میں اندھیر ہو گیا ،
اب مجھے ایک لمحے کی زندگی گوارا نہیں ، میں کٹاری سے اپنا
خاتمہ کر لوں گی''۔

سریال راج کماری

''اے ماتا ! مجھ دکھی کی بات سنو -
میرے ماں باپ مجھ سے جدا ہو رہے ہیں ، میں تمہارے بغیر کیسے
زندہ رہوں گی ،
میرے ماں باپ مجھ سے جدا ہو رہے ہیں ، آج میری یہ حالت
ہو رہی ہے -
اے ماتا ! میں جان دے دوں گی مگر تم سے جدا نہیں رہ
سکوں گی''۔
(اتنی بات کہ کر اس نے اپنی ماں کے گلے میں بانہیں ڈال
دیں) -
''جب سے ہوش سنبھالا ہے، میں کبھی تم سے ایک پل کے لیے بھی
جدا نہیں ہوئی''۔

سریال راج کماری

''میری همجولی سہیلیاں کہاں گئیں ؟ جو مجھے جان سے پیاری تھیں''۔

اسے اپنے تن من کا کچھ ہوش نہ رہا اور وہ روتے روتے بے ہوش ہو گی -

گورو گورکھ ناتھ

''یہاں جتنے راجے مہاراجے ہیں ، میں ان سب کو الوداع کہتا ہوں ؛

میری دعا ہے کہ تم دودھوں نہاؤ ، پوتوں پھلو اور تمہارے ملک میں خوشیاں ہوں !

راؤ جی ! تمہارے ملک میں خوشی ہو ! یہی ہماری دعا ہے''۔

گورو نے ھاتھ جوڑ کر پرنام کیا اور جلدی سے اپنی سواری تیاری کی ،

پھر وہ ' گرد ڈریڑے' پہنچ گئے اور انہیں دیکھ کر وھاں سب عورتیں مرد خوش ہوئے ۔

گورو گورکھ ناتھ

''اے باچھل ! ہم تمہاری بہو سریال بیاہ لائے ہیں ؛

اب تم اپنے محلوں میں خوش رھو ، تمہارے سب تفکرات دور ہوئے''۔

یہ کہ کر ناتھ جی وھاں سے چل دیے -

گـگا[۱]

اے ماتا ! میں تمہارے سامنے ھاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں ،

مجھے دن رات اپنے سوتیلے جڑواں بھائیوں کو ملنے کی فکر رھتی ہے ۔

اے ماتا ! مجھے دن رات یہی فکر رھتی ہے ، یہی میرے من کی خواھش ہے ؛

آخر وہ میری خالہ کے بیٹے اور میرا اپنا خون ہیں ،

ان پیاروں کو ملے بغیر مجھے کچھ چین نہیں ۔

---

۱ - منظر بدلتا ہے - مصنف

''جب سے میں پیدا ہوا ہوں ، میں نے انھیں ایک دن کے لیے بھی
فراموش نہیں کیا''۔

اس نے انھیں گود میں بٹھا لیا اور خوب پیار کیا[1] ۔

گگا

''تمھیں دیکھے بغیر مجھے چین نہیں ، میں تمھارے سامنے کہتا
ہوں''۔

سرجن

''اے بھائی ! تمھارے بغیر ہمارے دل کو بھی ذرا چین نہیں ،
تمھیں دیکھے بغیر ہم کیسے زندہ رہ سکتے ہیں ، نہ ہمارے منہ
سے بات نکلتی ہے ،
نہ ہمارے منہ سے بات نکلتی ہے ۔ ہم ایسے ہیں جیسے خاوند کے
بغیر عورت ،
جیسے چاند کے بغیر رات سونی ہو جاتی ہے ، تمھارے بغیر یہی
ہماری حالت ہے ۔
چراغ کے بغیر مندر سونا پڑا ہے ، کون ہماری رکھوالی کرے ؟
اے بھائی ! ہمیں بھی کچھ[2] دے دو ، جو کچھ تمھارا جی چاہتا
ہے''۔

گگا

''اے بھائی ! تو نے ایسی نامعقول بات کیوں کہی ؟
کوئی کیوں کڑوی بات کہے ، اس سے کچھ ہاتھ نہیں آتا ،
اس سے کچھ ہاتھ نہیں آتا ۔ اے بھائی ! تجھے کس نے بہکا دیا ہے ؟
میں نے تجھے لاکھ بار سمجھایا ہے مگر تیری سمجھ میں کچھ
نہیں آیا ۔
اے مورکھ ، نادان ! دیکھ تو نے کیا بات کہ دی ہے !
مجھے بہت دنوں سے یہی فکر ہے کہ تو اپنے من کو سمجھانے کی
کوشش نہیں کرتا''۔

---

۱ ۔ گگا اپنے سوتیلے بھائیوں کو اپنے محل میں لے آیا ۔ مترجم
۲ ۔ آبائی جائداد کا حصہ ۔ مصنف

سرجن

''تم مجھے آدھی جائداد دو دے ، اس میں کچھ زیادتی کی بات
نہیں ؛
تم اپنے دل میں بات کو سمجھنے کی کوشش کرو ، تلخ بات کیوں
کہتے ہو ۔
اے بھائی! تم تلخ باتیں کہتے ہو ، تمھارے دل میں کیا چھپا ہے؟
ہم آدھی جائداد ضرور بٹوائیں گے ، یہ ہمارا حق ہے ۔
جا کر اپنی ماں باچھل سے پوچھ لو ، کیا وہ کم عقل ہے ؟
تم نے اپنے من میں یہ ٹھانی ہے کہ ان کو جائداد سے جواب
مل جائے ؛
اگر تم منہ سے بری بات نکالو گے تو تمھاری ساری سلطنت چھن
جائے گی ،
جو مقصد تم نے دل میں چھپا رکھا ہے ، وہ اس طرح حاصل
نہیں ہوگا ''۔

گگا

''اے ماتا ! میرے دل کی بات سن لیجیے ۔
سرجن نے مجھے ایک بری بات کہی ہے ،
بری بات کہی ہے ۔ اے ماتا ! میں آپ کے پاس آ کر شکایت
کرتا ہوں ؛
اس نے ایسی سخت باتیں کہی ہیں جنھیں سن کر آنکھیں سرخ
ہو جائیں ۔
وہ کہتا ہے : ''اگر تم اپنا بھلا چاہتے ہو تو نصف حصہ ہمیں دے
دو ۔
اے ماتا! آپ اس پر غور کر لیں، میں نے آپ کو بات پہنچا دی ہے؛
انھیں بلا کر سمجھائیے کہ بھائیوں کو ایک دوسرے سے جدا
نہیں ہونا چاہیے ؛
اگر وہ آپ کی بات مان لیں تو پھر کچھ فکر نہ کرنا''۔

رانی باچھل

اے میرے بیٹے سرجن ! تم کیوں دل‌گیر ہو ؟

بیٹا! اپنی همت قائم رکھو اور ملک میں راج کرو ،
اپنی همت قائم رکھو بیٹا ! میری جان تم پر نثار ۔
اپنی ماتا کی بات مان لو اور زیادہ سوچ بچار نہ کرو ؛
یہ جہان جھوٹا ہے ، یہ جہان سب دھوکا فریب ہے ،
یہ جہان جھوٹا ہے اور جھوٹ هی کی یہاں فرماں روائی ہے ۔
خاوند ، بیٹا اور بیوی سب جھوٹے رشتے ھیں ، جھوٹ نے یہاں
سب کا ایمان ڈبو دیا ہے ؛
اس پرفریب دنیا کے اندر آ کر انسان کا دل بھی فریب کا شکار
ہو گیا ہے''۔

سرجن

''اے ماتا ! تو نے کیسی دانش‌مندانہ بات کہی ہے ؛
اگر تو ایسی دھرماتما ہے تو همیں هارا حصہ کیوں نہیں دلاتی ؟
اگر تو ایسی هی دھرماتما ہے تو صرف همیں هی کیوں یہ نصیحت
سناتی ہے ؟
اب یہ معاملہ تیرے هاتھ میں ہے ، جو چاہے کر لے ،
همیں تو بار بار کہتی ہے ، گگے کو کیوں نہیں سمجھاتی ؟
تو کیوں بد نامی مول لیتی ہے؟ میں یہ سوچ کر اور پچھتاتا ہوں''۔
وہ دل میں محبت پیار لیے هاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کھڑا
ہو گیا ۔

سرجن

''اے بھائی ! آؤ آج هم دونوں شکار کھیلنے کے لیے چلیں ،
هم آج شکار کھیلنے کے لیے چلیں ، میرا یہ جی چاهتا ہے ۔
بھائی ! هم راجپوت سپاهی ھیں اور یہی هارا کام ہے''۔
اس نے باتوں کا ایسا جال بچھایا کہ گگا فوراً اس میں پھنس گیا ۔
وہ فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے اور انھوں نے ذرا دیر نہ کی
اور ایک ایسے جنگل بیابان میں پہنچ گئے جہاں کچھ نظر نہ
آتا تھا ؛
تقدیر ان کے سر پر منڈلا رهی تھی اور وہ تینوں وهاں سودائیوں
کی طرح پھر رہے تھے ۔

گگا

''اے میرے بھائی سرجن ! میری بہت بری حالت ہے ،
مجھے سخت پیاس لگ رہی ہے ، میری حالت غیر ہے ، کون مدد
کو پہنچے ؟
کون مدد کو پہنچے ؟ آج ہماری یہ بری حالت کیوں ہے ؟
نہ جانوں اب اس جنگل میں ہماری جان جاتی ہے یا ہم سلامت
رہتے ہیں ؟
تقدیر ہمیں یہاں گھیر لائی ہے اور میری عقل کچھ کام نہیں
کرتی ۔
اے گورو گورکھ ناتھ جی ! کون ایسے حالات کی توقع رکھتا
تھا ؟

ارجن

''اے بھائی ! میری بات سنو ، گھبراتے کیوں ہو ؟
تمھیں کس بات نے فکر مند کیا ہے ؟ مجھے سچ سچ بتاؤ ،
مجھے سچ سچ بتاؤ ، تم آج کیوں فکر مند ہو ؟''
اس طرح ارجن نے اسے فوراً باتوں میں لگا لیا
اور سرجن نے میان سے تلوار نکال کر راؤ پر پہلا وار کیا
مگر معاملہ تقدیر کے ہاتھ میں تھا، راؤ نے فوراً اپنا بچاؤ کر لیا ۔
پھر اس نے دوسرا وار کیا مگر پھر بھی نتیجہ کچھ نہ نکلا ۔

سرجن اور ارجن

ہم تمھیں قتل کیے بغیر نہ چھوڑیں گے، یا اپنی جان دے دیں گے''۔

گگا

''اے گورو گورکھ ناتھ ! کیا آپ مجھے بھول گئے ؟
کیا آپ میری مشکل کے وقت سو گئے ہیں یا کہیں مجلس میں
مصروف ہیں ؟
کس مجلس میں مصروف ہیں ؟ آ کر میری خبر لیجیے ۔
اے گورو ! جب میری جان جاتی رہی ، پھر آپ آئے تو کیا
حاصل ؟''

(بھائیوں سے)

''اب میری وار کرنے کی باری ہے ، میں للکار کر کہتا ہوں''۔
یہ کہ کر اس نے میان سے تلوار نکال لی اور جھٹ سے ارجن پر
وار کیا ،
پھر جلدی سے دوبارہ وار کیا اور سرجن کا سر تن سے جدا
کر دیا ۔
دونوں سر آتار لیے ، انھیں اپنے آگے زین پر رکھا اور گھر کی
طرف روانہ ہو گیا ۔

گگا

''اے میری ماں ! ان کو جلدی سے پہچان لو ، دیر نہ کرو ؛
میں ہاتھ جوڑ کر تمھارے سامنے کھڑا ہوں ، میرا الوداعی سلام
قبول کرو ''۔
وہ دیکھ کر رو پڑی ، اس نے انھیں پہچان لیا ۔
وہ یوں گھبرا کر زمین پر گر پڑی ، گویا اس کے تن میں جان
نہ تھی ،
گویا اس کے تن میں جان نہ تھی ۔

رانی باچھل

''اے بیٹا ! تو نے یہ کیا ظلم کیا ہے ؟
اے ظالم ، پاپی ! تیرے ہاتھ اپنے بھائیوں پر کیسے آٹھے ؟
تو نے وہ ظلم کیا ہے کہ میری آنکھیں اس کی تاب نہیں
لا سکتیں !
اب نہ مجھے اپنی صورت دکھانا اور نہ کبھی میری صورت
دیکھنا''۔

گگا

''اے ماتا ! میں تمھیں سچی بات بتاتا ہوں ، اسے دل سے ماننا ،
جو بات منہ سے نکل جاتی ہے اور بدل نہیں سکتی ۔ ہم سب
گورو کی دعا کے زیر اثر ہیں ،
ہم گورو کی دعا کے زیر اثر ہیں ماتا ! تم نے منہ سے کیا بات
کہ دی ؟

ہم راجپوت سپاہی ہیں اور یہی ہمارا ایمان ہے ۔
بھگوان گواہ ہے اب میں کبھی تمھارا درشن نہیں کروں گا ؛
اگر میں ماتا پتا کی حکم عدولی کروں تو بھگوان کرے میں سات
جنم دوزخ میں رہوں ۔

اے دھرتی ماتا ! میں ہاتھ جوڑ کر تجھ سے عرض کرتا ہوں :
مجھے اپنے اندر سما لے ، ورنہ میں ابھی جان دے دوں گا ،
ورنہ میں ابھی جان دے دوں گا ، اب دنیا میں میرا کوئی نہیں
رہا ۔
میں نے تیری پناہ لی ہے ، کیوں کہ تقدیر نے مجھے بے بس کر دیا
ہے ؛ اس میں مطلق دیر نہ کر، مجھے آج ہی اپنے اندر سما لے۔
میں نے پکا عہد کر لیا ہے کہ اب کبھی اپنی ماں کو منہ نہیں
دکھاؤں گا ۔
یا تو مجھے بد دعا دے ، جہاں تو بھیجے گی میں چلا جاؤں گا ۔
میں تیرے پاؤں چھو کر عرض کرتا ہوں کہ مجھے صحیح راستہ
بتا دے"۔

دھرتی ماتا

"اے بیٹا ! میں تم سے کہتی ہوں، تم کیوں نادان ہو گئے ہو ؟
مسلمان زمین کے اندر دفن ہوتے ہیں ، ہندو مرگھٹ میں جلائے
جاتے ہیں ۔
ہندو مرگھٹ کو جاتے ہیں بیٹا ! میں نے تمھیں بتلا دیا ہے ۔
تم حاجی رتن[1] کے پاس چلے جاؤ اور کلمہ پڑھوا لو ۔
جب تم اتنا کام کر لو گے ، پھر میں تمھیں اپنے اندر سما لوں گی ،
ورنہ راجا سانجا کی بیٹی سریال مجھے بد دعا دے گی"۔

گگا

"اے دھرتی ماتا !
میری ماں نے مجھے ایسی سخت بات کہی ہے

---

۱ ۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا نام ہوگا، جو بارھویں تیرھویں
صدی عیسوی میں یہاں تھے ۔ مصنف

جو میں تجھے بتا نہیں سکتا۔
اے دھرتی ماتا ! سن ، مجھے کیوں بار بار بھٹکاتی ہے ؟
اس نے مجھے کہا ہے 'تجھ پر گورو گورکھ ناتھ کی پھٹکار پڑے
اگر تو یہاں واپس آئے'۔
جیسے میں اپنے دونوں بیٹوں کے لیے تڑپوں گی ، اسی طرح تو
دکھ پائے گا ؛
میری ماں نے مجھے بد دعا دی ہے، اب اسے کون دور کرے ؟''

دھرتی ماتا

''اے بیٹا ! میں نے تمھیں علاج بتا دیا ہے ،
اسی وقت فوراً حسن عقیدت سے اجمیر روانہ ہو جاؤ -
بیٹا ! اسی وقت حسن عقیدت سے چلے جاؤ ، دیر نہ لگاؤ ؛
خواجہ خضر عزت کا پورا ہے ، اس کے پاس جاؤ ،
اسے منہ سے کچھ نہ کہنا ، وہ سارا حال جان لے گا ،
تمھاری خواہش پوری ہو جائے گی ، تم وہاں جا کر کلمہ
پڑھ آؤ ''۔

گگا

''اے ماتا ! تیری سچی بات میرے دل میں گھر کر گئی ہے ،
یہ بات مجھے دل سے پسند آگئی ہے، اب میں فوراً وہاں پہنچوں گا -
یہ بات مجھے پسند آگئی ہے ، اب میں فوراً چلنے کی تیاری کرتا
ہوں
اور اجمیر پہنچتا ہوں ؛ خدا کرے میری خواہش پوری
ہو جائے !''
جب اس نے رتن حاجی اور خواجہ خضر کو سامنے دیکھا
تو انھیں ہاتھ جوڑ کر سلام کیا اور کہا :

گگا

''ہماری بات سنیے ،
مجھے بہت دن سے آپ کی ملاقات کا انتظار تھا ،
مجھے کلمہ پڑھا دیجیے کیوں کہ میری ماں نے مجھے طعنہ دیا ہے''۔

رتن حاجی

''اے بھائی ! تو کون ہے ؟ تیرے دل میں یہ گھبراہٹ کیسی ہے ؟
تیرا نام کیا ہے ؟ مجھے سارا حال بتا دے''۔

گیت

ہمیں بتلا دے بھائی !
تو نے کیوں اتنی دیر لگائی ؟
کیا ذات ، کیا نام ہے تیرا ؟
تجھ کو کیسا وہم نے گھیرا ؟
پڑھنے کو کلمہ ہے آیا ،
ذات اپنی ، نہ نام بتایا ؟''

گگا

''میں گورو گورکھ ناتھ کا چیلا ہوں ، باگڑ میرا دیس ہے ،
گگا میرا نام ہے ، سارا جہان مجھے جانتا ہے ،
سارا جہان مجھے جانتا ہے ۔ میرے دو سوتیلے بھائی تھے ،
انھوں نے مجھ سے بھاری فریب کیا ، وہ مجھے جنگل میں لے گئے
پہلے انھوں نے مجھے مارنے کی کوشش کی ، پھر میں نے انھیں مار ڈالا ۔
جب میں نے ان دونوں کے سر اپنی ماتا کو لا کے دکھلائے
تو ماتا نے انھیں دیکھتے ہی مجھے سخت بات کہ دی :
'اگر تو مجھے اپنی صورت دکھائے تو تیرا ٹھکانا جہنم ہو' ''۔

رتن حاجی

''تمھارے حالات سن کر میرا دل بھر آیا ہے ۔
اے بیٹے ! یہیں بیٹھ جاؤ ، میں تمھیں کلمہ پڑھائے دیتا ہوں ،
میں تمھیں کلمہ پڑھائے دیتا ہوں ''۔ (پھر اس نے اس کے کانوں میں اذان کہی)
''تو ہندو ہے یا شیخ مسلمان ، میں تمھیں کلمہ پڑھا دیتا ہوں ''۔
اس نے اسے کلمہ پڑھا دیا اور کہا :

''اے بیٹا ! گردڈریڑے چلے جاؤ ، اب دھرتی ماتا تمھیں سنبھال
لے گی ؛
ہم پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں، تمھاری قسمت میں یہی لکھا تھا''۔

گگا

''اذان سنی ، کلمہ پڑھا اور تمھارے پاس آ گیا ۔
اے دھرتی ماتا ! اب میرے دل کی خواهش پوری کر دو ،
اب میرے دل کی خواهش پوری کر دو ، میں نے بہت دکھ
اٹھایا ہے ۔
جو یہاں سے اپنا ایمان سلامت لے جاتے ھیں وہ دوبارہ اس دنیا
میں نہیں آتے ؛
دیکھ لو ، هری چند[۱] نے دنیا کی خاطر اپنا ایمان ضائع نہیں
کیا تھا ''۔
اتنا کہ کر وہ فوراً زمین میں سما گیا ۔

اے سارو ماتا ! میں اپنا سر جھکا کر گنپت کا دھیان کرتا ھوں ،
میں نے تمثیل ختم کر دی ، اب میری نجات ھو جائے ۔
اے ماتا ! میری نجات ھو جائے ، میں نے اپنی آرزو کے مطابق
بھر پایا ہے ۔
جب سے میں تمھاری حفاظت میں آیا ھوں ، تم نے مجھے کئی بھولے
ھوئے شعر یاد دلا دیے ھیں ؛
سات دیپ اور نو کھنڈ کے اندر بھی میں تمھاری حقیقت نہیں
پا سکا ۔
اے ماتا ! یہ بنسی لال کی عرض ہے ، جس نے گگے کی تمثیل
تیار کی ہے ۔
اے ماتا ! میری مدد کرو
اور میرے اس گیت کو مقبول کر دو ۔
جو تمھارا دھیان رکھتے ھیں
انھیں ایسے گانا نصیب ھو ۔
اے عظیم ماتا ! مجھے عقل کی روشنی عطا کیجو !

---

۱ - مشہور راجا هریش چندر ۔ مصنف

حکایت ۷

عیسیٰ بنیے کا گیت

جیسا کہ اسے ریاست پٹیالا میں گایا جاتا ہے ۔

یہ عجیب و غریب مختصر گیت سیدھی سادی گھریلو زبان میں سخی سرور کے مقبرے ، واقع نگاھا ضلع ڈیرہ غازی خاں ، کی تعمیر کے واقعات پر روشنی ڈالتا ہے ۔ مشہور ہے کہ یہ مقبرہ دلی یا آگرے کے ایک دولت مند تاجر، عیسیٰ بنیے نے اورنگ زیب کے عہد میں ۱٦٧٥ء میں تعمیر کرایا تھا :

عیسیٰ بنیے نے جہاز میں اپنا تجارتی سامان لدوایا
اور جوتشی سے دریافت کیا :
''ہمارا جہاز کیسے بخیریت منزل مقصود پر پہنچ سکتا ہے ؟''
جوتشی نے جواب دیا :
''سوا لاکھ روپے کی منت مانو
تب یہ جہاز منزل پر پہنچے گا ''۔
وہ ہیرے ، موتی اور لعل فروخت کرتا تھا
اور اس نے ایک لاکھ سے کئی لاکھ نفع پیدا کیا
مگر واپس گھر پہنچ کر عیسیٰ بنیا بھول گیا
اور اس نے سوا لاکھ کی وہ منت بھلا دی ۔
کچھ دنوں بعد عیسیٰ نے پھر سفر کی تیاری کی ،
اس نے موتی اور لعل خریدے ،
اونٹوں پر اپنا سامان لادا اور روانہ ہوا ۔

شاہ کوٹ[1] کے قریب پہنچ کر اس نے قیام کیا ،
وہاں اس کے ایک اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی
اور عیسیٰ اپنی قسمت کا رونا رونے لگا ۔
اس کے باقی ساتھی اپنے اپنے گھروں کو چل دیے
اور عیسیٰ بنیا وہاں بیٹھا روتا رہا ۔
اچانک وہاں سید احمد[2] آ کھڑے ہوئے ،
انہوں نے پوچھا ''بھائی ! تم کیوں روتے ہو ؟''
عیسیٰ نے کہا ''میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں ،
کیا آپ میری کچھ مدد نہیں کر سکتے ؟
مجھے سخت مشکل پیش آ گئی ہے ؛
بھائی ! میرے سب ساتھی مجھے چھوڑ گئے ہیں ؛
بھائی ! وہ مجھے تنہا چھوڑ گئے ہیں ''۔
سید نے کہا ''بھائی ! یاد کرو ، کبھی کوئی نذر تو نہیں مانی تھی ؟''
عیسیٰ نے کہا ''بھائی ! میں نے تو کوئی نذر نہیں مانی تھی ،
کم از کم مجھے تو کوئی ایسی بات یاد نہیں ''۔
سرور نے کہا ''تم نے سوا لاکھ روپے کی ہماری نذر مانی تھی ،
جسے تم نے پورا نہیں کیا ''۔
عیسیٰ نے اسی وقت نذر پوری کر دی ،
سرور کے نام کا سوا لاکھ روپیہ الگ تھیلی میں ڈال دیا
اور سرور کے مزار کی طرف جانے والے قافلے کے ساتھ روانہ ہو گیا ۔
وہ سرور کی حفاظت میں چلنے لگا ۔
نگاہا پہنچ کر عیسیٰ سواری سے اتر پڑا
اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا :
''میں گدھوں پر سے روپوں کے تھیلے اتار دوں گا
اور سرور کی نذر پوری کروں گا ''۔

---

۱ ۔ ملتان کے قریب ، جہاں سخی سرور کے والد سید زین العابدین پہلے پہل قیام فرما ہوئے تھے ۔ مصنف

۲ ۔ سخی سرور کا اصلی نام ۔ مصنف

ان روپوں سے عیسیٰ بنیے نے سخی سرور کا مقبرہ تعمیر کرایا ؛
اس نے تین قسم کے آدمی بلائے :
ایک کوڑھی ، ایک اندھا
اور ایک مخنث[1]
اور انہیں وہاں اس مقبرے پر چھوڑ دیا ۔
اندھا بولا : ''مجھے تو سخی سرور پر کوئی اعتقاد نہیں ''۔
اسی وقت سخی سرور آیا
اور اس نے اندھے کا تذبذب دور کر دیا :
''چل بھائی چشمے پر''۔
اندھے نے چشمے کے پانی سے غسل کیا ؛
جوں ہی اندھے نے اس پانی سے منہ دھویا ،
اس کی بینائی عود کر آئی ۔
اسے دیکھ کر کوڑھی بولا :
''میرے دل میں بھی شک پیدا ہو گیا ہے''۔
سرور نے اس سے کہا
''چل بھائی! چشمے پر''۔
اسے سرور نے چشمے پر نہلایا
اور اس کا جسم صحیح سلامت کر دیا ۔
یہ دیکھ کر مخنث بولا
''میرے دل میں بھی شک پیدا ہو گیا ہے ''۔
سرور نے کہا : ''بھائی ! چشمے پر چل ''۔
اس نے مخنث کو چشمے پر نہلایا ،
اس کا جسم بھی سرور نے اللہ سے صحیح سلامت کرا دیا ۔
پھر عیسیٰ وہاں سے گھر کو روانہ ہوا
اور گھر پہنچ کر سرور کو بھول گیا ؛
عیسیٰ بنیے نے کہا ''میں سرور کو نہیں جانتا ''۔

---

۱ - کہتے ہیں کہ یہ تینوں سخی سرور کے سب سے پہلے مرید تھے اور اس نے ان کے نام کلنگ ، کاھن اور شیخ رکھے تھے۔ اور سخی سرور کے مقبرے کے موجودہ مجاور انہی کی اولاد ہیں ۔

اس نے سب چراغ توڑ دیے ؛
'' سرور یوں ہی تیل ضائع کرتا ہے''۔
عیسیٰ کا دل پھر تذبذب کا شکار ہو گیا ،
اسی وقت عیسیٰ کا جسم پھٹ گیا ؛
وہ پھر 'سنگ[1]' کے پاس آیا ؛
وہاں بکرے ذبح ہو رہے تھے اور روٹیاں پک رہی تھیں ۔
عیسیٰ بنیے نے بد دیانتی کی ،
اس کی عورت نے اس سے کہا :
''تو اپنی نیت صاف اور دل پاک رکھ
اور پھر سرور کو یاد کر ۔
تو اپنے دل کو سمجھا
اور 'سنگوں' کے سامنے لیٹ جا ،
پھر 'سنگوں' سے کہ :
'بھائیو ! میری فریاد سنو ۔
میرا جسم پھٹ گیا ہے ،
سرور میری مدد کو نہیں پہنچتے' ''۔
عورت نے پھر اس سے کہا :
''سنگوں کے پاس جا ،
سنگ فریاد کریں گے
تو اللہ پاک تجھ پر اپنا کرم کرے گا ''۔
عیسیٰ کا بدن صحیح سلامت ہو گیا ،
عیسی بنیے نے چراغ بتی سجائی
اور خوب چراغ روشن کیے ،
پھر وہ ہمیشہ اپنے دل میں سرور کا خیال رکھتا ۔
میں نے عیسیٰ کا گیت کہ سنایا ہے ۔

---

۱ - سخی سرور کے دربار کی طرف جانے والا قافلہ ۔ مترجم

حکایت ۸

عیسیٰ بیوپاری کا گیت

جیسا کہ اسے ضلع جالندھر میں گایا جاتا ہے ۔

اس گیت میں بھی وھی کہانی ذرا مختلف انداز سے بیان کی گئی ہے
مگر زبان اسی طرح سیدھی سادی اور گھریلو ہے ۔

عیسیٰ آگرے کا بیوپاری تھا ،
وہ دریا پار جا اترا ،
اس نے ھیرے ، موتی اور لعل خریدے
اور ان پر بہت دام خرچ کیے ۔
کشتی پار اتارنے کے لیے
وہ ملاحوں کے پاس پہنچ گیا
اور ان سے کہنے لگا :
"میں تمھارا حق پورا پورا ادا کرتا ھوں ،
تم میری کشتی پار اتار دو
اور اپنی مزدوری کی ایک ایک دمڑی گن کر لے لو"۔
ملاح نے جو اسی دریا کے کنارے رھتا تھا ، عیسیٰ سے کیا کہا :
"اے عیسیٰ ! تو ھمیں کیا دے سکتا ہے ،
ھمیں خدا تیرے ذریعے سے دے گا "۔
ملاحوں نے اپنا حق گن کر لے لیا
اور کشتی دریا میں ڈال دی ۔
دریا کی لہروں میں
کشتی ڈانوا ڈول ہونے لگی
اور پانی کے رخ بہنے لگی ۔

عیسیٰ پیروں کو یاد کرنے لگا :
"کوئی ایسا پیر پہنچ جائے
جو میری کشتی پار لگا دے"۔
جب اس کے لعل ، جواھر اور پنے ڈوبنے لگے
تو اسے بائی[1] کا گھر یاد آیا :
"کوئی ایسا پیر پہنچ جائے
جو میری کشتی پار لگا دے"۔
کشتی نیچے ھی نیچے دھنسنے لگی
اور عیسیٰ سلطان سخی سرور کو یاد کرنے لگا ۔
"کوئی ایسا پیر پہنچ جائے
جو میری کشتی کو پار لگا دے "۔
اس نے پانسا پھینکا
مگر وہ اس کی دائیں طرف گرا ۔
خواجہ خضر کو معلوم بھی نہ ھوا
اور اس کی کشتی پار اتر گئی ؛
ھیرے ، موتی اور لعل آتار کر
عیسیٰ بہت خوش حال ھوا ،
وہ پیر کو دعائیں دیتا
جس نے اسے خیریت سے پار اتار دیا تھا ۔
عیسیٰ دریا پار کر کے
پہاڑوں میں اقامت گزیں ھوا ۔
اس نے اونٹوں کو چراگاہ میں چھوڑ دیا
اور ان کے ساتھ چرواہے مقرر کر دیے ۔
عیسیٰ نے وھاں قیام کیا
جہاں بائی پیر[2] دفن ہے ۔
کھانا کھانے کا وقت ھوا
تو عیسیٰ نے دو دیگیں چڑھا دیں ؛

---

۱ ۔ سخی سرور کی زوجہ ۔ مرتب
۲ ۔ نگاھا ۔ مرتب

کھانا فوراً تیار ہو گیا
جسے سوداگروں نے چینی کے برتنوں میں ڈال لیا ۔
کھانا کھا کر انھوں نے خدا کا شکر ادا کیا
اور ان کے بدن آسودہ ہوئے ۔
عیسیٰ نے اور بھی دیگیں چڑھا رکھی تھیں
مگر ان کا ماجرا اور تھا ؛
ان کے نیچے آگ نہیں جلتی تھی ،
عیسیٰ بہت فکر مند ہوا ۔
اس نے دیگ کو ایک بار اور صاف کر کے پھر آگ پر رکھا ،
سرور نے خود اس کی مدد کی ،
آگ جلنے لگی اور عیسیٰ خوش ہو گیا
اور دیگ کے نیچے اور ایندھن ڈالنے لگا
مگر جوں جوں آگ تیز جلے
سالن ٹھنڈا ہوتا جائے ۔
عیسیٰ کو غصہ آیا
اور اس نے دیگ الٹ دی ؛
دیگ کے اندر جو پانی تھا وہ لہو ہو کے بہنے لگا ،
اور چاول کیڑے بن گئے ۔
عیسیٰ اپنے دل میں سوچنے لگا
''اے رب ! تو نے اپنی قدرت سے یہ کیا کر دیا ۔
جس حال میں تو رکھے میں اسی طرح رہوں گا ،
تجھے کوئی سمجھ نہیں سکتا ''۔
صبح ہوئی تو اس نے اپنے اونٹوں پر سامان لادا
مگر بڑے اونٹ کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی ۔
عیسیٰ مصیبت میں پھنس گیا ؛
اس کے ساتھی اپنا سامان لاد کر گھروں کو روانہ ہو گئے
اور عیسیٰ اپنے اونٹ کے پاس اکیلا رہ گیا ۔
وہ اپنے ساتھیوں کو الوداع کہنے لگا
اور ان سے گلے مل مل کر رخصت ہونے لگا :
''میرے بھائیوں کو یہ پیغام پہنچا دینا :

''اگر خیریت رہی تو گھر پہنچ جاؤں گا ،
وہ میرے متعلق مطلق فکرمند نہ ہوں''۔
اس نے بھائیوں کو یہ پیغام بھیج دیا ،
اس کے ساتھیوں نے یہ اخلاق دکھلایا
کہ اسے وہیں چھوڑ کر خود وہاں سے چل دیے۔
بائی سرور سے کہنے لگی :
''عیسیٰ کا گناہ بخش دو''۔
عیسیٰ نے نگاہ آٹھائی
تو اسے دور سے ایک خدا دوست مغل آتا دکھائی دیا ۔
اس مغل نے پانچوں ہتھیار سجا رکھے تھے
اور وہ اپنے خاکی اونٹ کو نچاتا آتا تھا ؛
پیر عیسیٰ کی مدد کو پہنچا :
''تو اس غیر ملک میں
بھائیوں کے بغیر ، اکیلا
کیوں آیا تھا ؟'' سوار نے اس سے پوچھا ۔
عیسیٰ نے اسے ساری بات کہہ سنائی ۔
''بھائی مجھے یہاں اکیلا چھوڑ گئے ہیں ،
بھائیوں سے یہی کچھ ہو سکا ہے''۔
لانجا[1] پھر خود ہی طبیب بنا
اور اس نے اونٹ کو تندرست کر دیا ،
پھر اس نے اپنی کمان کے ایک سرے سے
لعلوں اور موتیوں کا خریطہ آٹھا کر اونٹ کی پیٹھ پر رکھ دیا ۔
عیسیٰ نے پیر کو پہچان لیا
اور اس سے اس کا نام دریافت کیا ۔
''میرا نام سرور سلطان ہے ،
میرا والد دانشمند زین العابدین تھا ،
ڈھوڈا خاں ، سید رانا اور میں ،

---

۱ - لانجا - لانج کا رہنے والا ، لانج نگاھا کا دوسرا نام ہے ، اس لیے لانجا بمعنی سخی سرور - مرتب

هم تینوں عائشہ[1] کے بیٹے ھیں"۔
سخی سرور نے پہلے اونٹ کو چلنے کے قابل کیا ،
پھر عیسیٰ کو الوداع کہا
اور اسے پہاڑوں میں سے نکال کر
آگرے کے راستے پر ڈال دیا ۔
لوگ عیسیٰ کے گرد جمع ھو گئے
اور اس سے پوچھنے لگے
"اے عیسیٰ ! همیں سچ سچ بتانا ،
تمھارے ساتھی کہاں ھیں ؟"
عیسیٰ نے تمام واقعہ بیان کیا
"وہ مجھے وھیں اکیلا چھوڑ آئے تھے ،
ان سے یہی کچھ ھو سکا تھا"۔
ایک لاکھ سے اس نے تین لاکھ نفع کمایا
اور اپنا سارا قرضہ بے باق کر دیا ۔
عیسیٰ پھر نگاھا کی طرف روانہ ھوا
اور ایک کوڑھی کو بھی ساتھ لیتا گیا ؛
اسے وھاں چشمے پر نہلایا ،
اسی وقت اس کا بدن صحیح سلامت ھو گیا ۔
عیسیٰ پھر نگاھا پہنچا ،
اس نے ملتان سے معمار بلائے ،
معماروں نے عمارت کا نقشہ تیار کیا ،
پھر اس کی بنیادیں رکھ دیں ؛
جنوب کی جانب دروازہ رکھا ،
اس طرح پیر کا وہ روضہ تعمیر ھوا
جہاں نور امڈا پڑتا ھے ۔

---

۱ ۔ عائشہ سرور کی والدہ تھیں ، ڈھوڈا اس کا بھائی تھا اور سید رانا عام طور سے اس کا بیٹا سمجھا جاتا ھے ۔ ان کے مزار نگاھا کے قریب ھیں ۔ مرتب

''اے پیر ! اپنے اس خادم کا یہ کارنامہ مقبول بنانا
جس نے تیرا یہ روضہ تعمیر کیا ہے''۔
میرا یہ گیت سن کر ہر مرید اپنا سر جھکاتا ہے اور کہتا ہے :
''اے سلطان سخی سرور ! تیرا حکم بڑھے !''
اصل نیک نامی تو سعدی شاعر نے حاصل کی ہے
جس نے اپنی خدمت کا پھل پا لیا ۔
اب یہ جھوٹ کا زمانہ ہے
مگر اس کلجگ میں بھی ،
سخی سرور نے بر ملا کرامت دکھلا دی ۔

حکایت ۹

راج کماری ادھیک انوپ دیئی

جسے جالندھر کے ایک گویے سے سن کر قلم بند کیا گیا۔

یہ حکایت پنجاب کی سیتھین یا غیر آرین حکایات کے اس مجموعے سے تعلق رکھتی ہے جو راجا رسالو کے گرد گھومتی ہیں۔ اس میں راجا سرکپ (یا سرکٹ) کی بیٹی رانی ادھیک انوپ دیئی کی شادی کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ راجا سرکپ کو ہم پہلی حکایت میں راجا رسالو کے ساتھ چوپڑ کھیلتے دیکھ چکے ہیں؛ اس کھیل میں راجا رسالو نے اپنے سر کی بازی لگا دی تھی۔ وہاں اس راجا کا مقام غالباً کوٹ بتھور نزد اٹک تھا مگر یہاں اسے قنوج کا راجا بتایا گیا ہے۔ راجا سرکپ کی شخصیت کے متعلق مزید تحقیقات ضروری ہے کیوں کہ اٹک اور قنوج ایک دوسرے سے بہت فاصلے پر ہیں۔ بعض حکایات اس کا تعلق ضلع انبالا میں جمنا کے کنارے سے ظاہر کرتی ہیں۔ ایک حکایت کے مطابق میرٹھ کے قریب واقع سردھانا (جو مشہور بیگم سمرو کی جاگیر تھا) اسی راجا کا آباد کردہ ہے؛ اس سے اٹک اور قنوج کا فاصلہ پاٹنے میں کچھ مدد مل جاتی ہے۔ موجودہ حکایت یہ ظاہر کرتی ہے کہ راجا رسالو جو سیتھین تھا، اس کی شادی قنوج کے آریا راجا کے خاندان میں ہوئی۔

مقامی لوگ اس نظم کو راجا رسالو کے متعلق ایک طویل نظم کا دسواں حصہ بتاتے ہیں مگر مجھے آج تک کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو پورے دسوں حصے جاننے کا مدعی ہو۔

هاں بعض ایسے اشخاص ملے ہیں جنہیں زیادہ سے زیادہ پانچ
حصے از بر تھے -

راجا سرکپ کی بیٹی رانی ادھیک انوپ دیئی کا محل[1]

اس کی ماں[2] ہاتھ جوڑ کر کہتی ہے : ''اے پورن ! میری بات
سنو ،
مجھے ایسی دعا دو کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہو''۔
پورن ماتا سے کہتا ہے : ''اے ماں ! میری بات سنو ،
تمہارے بطن سے رسالو پیدا ہوگا جسے لوگ چھیلا کہیں گے -
وہ تین سو ساٹھ رانیوں سے تعلق پیدا کرے گا مگر کسی کے پاس
نہیں رہے گا''۔
یہ سن کر اس کی ماں خوش ہو گئی اور اپنا محل سجانے لگی -
رسالو پیدا ہوا اور گھر گھر خوشی منائی گئی ؛
ایک ماہ ، دو ماہ ، یہاں تک کہ اس نے چھٹے ماہ میں پاؤں
رکھا ،
پھر وہ دس ماہ کا ہوا - خدا کرے محل آباد رہیں !
جب وہ چار برس کا ہوا تو راجا نے مہتا[3] کو بلا لیا ؛
اب راج کمار اور مہتا دونوں رنگ محل میں کھیلتے پھرتے -

یہ[4] سن کر مہتا نے کہا : ''راجا ! میری بات سنو ،
ایسی بات کرو جس سے تمہاری شادی ہو جائے''۔
راجا نے مہتا سے کہا : ''مہتا ! میری بات سنو ،
میں نے رات رنگ محل میں سوتے ہوئے ایک خواب دیکھا ہے ،
اس خواب کے متعلق کیا بیان کروں :
شہر قنوج کی ایک رانی تھی ، ادھیک انوپ دیئی اس کا نام تھا ،
وہ ہنستی تو شاخ پھولوں سے بھر جاتی ،

---

۱ - محل - یعنی حالات پر مشتمل طویل نظم - مترجم
۲ - لوناں -
۳ - مہتا چوپڑا - جس کا ذکر پہلی حکایت میں آ چکا ہے - مرتب
۴ - معلوم ہوتا ہے یہاں گویا کچھ بھول گیا ہے - مرتب

روتی ، تو موتیوں سے تھال بھر جاتا ۔
اگر تم مجھے اس رانی سے ملا دو
تو یہ تمہارا بہت بڑا احسان ہوگا ''۔
یہ سن کر مہتا نے کہا : ''اے راجا ! میری بات سنو ،
اپنے طوطے کو بلا لو ، وہ تمہیں سب کچھ بتا دے گا''۔
راجا نے طوطے سے کہا : ''میری بات سن !
میں تجھے کوزہ مصری کھلاؤں گا اور ٹھنڈا پانی پلاؤں گا ،
تو مجھے ادھیک انوپ رانی کی خبر لا دے ؛
تو ھی یہ کام کر سکتا ھے کیوں کہ تو راؤ طوطا ھے''۔
یہ سن کر طوطا کہتا ھے : ''اے راجا میری بات سنو ؛
میرے پاؤں میں سونے کی جھانجیں اور گلے میں ھیرے کا ھار ڈال دو ،
پروں پر سونا لگوا دو اور سر پر لعل رکھ دو ،
پھر میں اگر ادھیک انوپ کی خبر نہ لاؤں تو میں طوطا نہیں''۔
اس کی بات سن کر راجا نے کہا : ''اے شان دار طوطے ! سن ؛
اگر دولت کی خاطر کوئی تجھے جان سے مار دے تو تیری لاکھوں کی جان جائے ''۔
''راجا دولت کا پرستار بن گیا ھے ، اسے عشق کی کچھ خبر نہیں ؛
اگر تم رانی کو دیکھنا چاھتے ھو تو مجھے زیورات بنوا دو''۔
طوطے نے اپنا مطالبہ دھرایا ۔
''میں تجھے سونے کا پنجرا بنوا دیتا ھوں''۔ راجا نے اس سے وعدہ کیا ۔
راجا اور طوطا دونوں چل پڑے اور چلتے چلتے ایک جنگل میں پہنچ گئے ؛
دن سے رات ھو گئی اور وہ سوچنے لگے ، کہیں رات گزارنے کا بندوبست کرنا چاھیے ۔
طوطے نے کہا : ''اے راجا ! تم واپس چلے جاؤ ، میں تمہیں رانی کی خبر لا دیتا ھوں''۔
طوطے نے اسے سلام کہا اور راجا گھر کو روانہ ھو گیا ۔
طوطا وھاں سے اڑا اور شہر قنوج جا پہنچا ؛

وهاں پہنچ کر اس نے رانی کے باغ میں ڈیرا ڈالا۔
طوطے نے بولی بولی اور سب طوطوں کو جمع کر لیا
اور انھیں کہنے لگا : ''اس باغ سے خوب میوہ کھاؤ ،
پکا پکا میوہ کہا لو اور کچا نیچے گرا دو''۔
مالی نے باغ کی یہ حالت دیکھی تو رونے لگا ،
طوطوں کو آڑاتا مگر طوطے وہاں سے نہ ہلتے۔
مالی روتا ہوا رانی کے پاس آیا :
''اے رانی ! آپ کے باغ میں کئی لاکھ طوطے آ گئے ہیں ،
انھوں نے سارا پکا ہوا میوہ کھا لیا ہے اور کچا میوہ ضائع کر دیا ہے''۔
یہ سن کر رانی گھبرائی اور اس نے چڑی ماروں کو کہلا بھیجا :
''ان طوطوں کو پکڑ کر ہمارے پاس لاؤ''۔
چڑی مار حکم سنتے ہی رانی کے پاس پہنچ گئے ،
رانی نے حکم دیا : ''باغ میں اپنے جال لے کے پہنچ جاؤ ،
سب طوطوں کو مار دو اور ہمارے پاس لے آؤ''۔
یہ دیکھ کر ساون[1] نے کہا ''اے طوطو ! میری بات سنو ؛
اب تم یہاں سے آڑ جاؤ ، اب یہاں تمھارا کوئی کام نہیں''۔
سارے طوطے وہاں سے آڑ گئے اور وہ اکیلا وہاں رہ گیا ،
جال کو دیکھ کر وہ ایک سوراخ میں چھپ گیا۔
چڑی مار نے واپس آ کر رانی سے کہا :
''طوطے تو سارے آڑ گئے ہیں ، میرے ہاتھ کوئی نہیں آیا''۔
رانی نے یہ سن کر کہا : ''مالی ! میری بات سن ،
اتنی تعداد میں طوطے تھے وہ کہاں چلے گئے ؟''
مالی نے کہا : ''رانی ! میرے ساتھ باغ میں چلیے اور خود دیکھ لیجیے''۔
رانی محل سے چلی اور نو لکھے باغ میں پہنچ گئی۔
سارا باغ دیکھا مگر وہاں ایک بھی طوطا نہ پایا۔

---

۱ - راجا رسالو کے طوطے کا نام - مرتب

رانی مالی سے ناراض ہوئی : ''تو نے کیوں ہم سے جھوٹ بولا تھا ؟''

مالی بولا : ''رانی ! طوطے تو آج اسی باغ کے اندر یہاں موجود تھے''۔

رانی نے کہا : ''اگر طوطے تھے تو وہ کہاں گئے ؟ مجھے طوطے دکھا ورنہ میں تجھے پھانسی پر لٹکا دوں گی''۔

یہ سن کر طوطا بولا : ''رانی ! اس مالی سے کیا کہتی ہو ، میری بات سنو ، میں تمھیں سب کچھ بتاتا ہوں''۔

رانی نے اپنی باندی هردیئی سے کہا : ''اس طوطے کو مار کر ہمارے پاس لا''۔

باندی دوڑ کر طوطے کے پاس پہنچی
تو طوطا فوراً وهاں سے اُڑ گیا ؛
لونڈیاں باندیاں بہت دوڑیں مگر طوطا ان کے هاتھ نہ آیا ۔

آخر رانی تھک کر وهیں باغ میں اپنے پلنگ پر سو گئی ۔
طوطا سوچنے لگا : ''اب میں کیا تدبیر کروں ؟
کیا اس رانی کے بدن میں اپنی چونچ لگا دوں ؟''
طوطا یہ سوچتا ہوا اُڑ کر رانی کے پاس آ گیا
اور اس نے رانی کے منہ پر زور سے چونچ ماری ۔
رانی فوراً جاگ اُٹھی اور اس نے طوطے کو دبوچ لیا ۔

رانی کے چہرے پر سرخی دیکھ کر باندی نے اس سے کہا :
''رانی ! آپ طوطے کو کیا دیکھتی هیں ، آپ کے اپنے منہ کا برا حال هے''۔

رانی بولی : ''تو میرے چہرے کو کیا کہتی هے ، میں نے طوطا پکڑ لیا هے ؛
میں نے اسے پکڑا تھا مگر افسوس وہ میرے هاتھ میں مر گیا هے''۔

باندی کہنے لگی : ''رانی میری بات سنیے !
طوطے کو ایک طرف رکھ دیجیے اور پہلے اپنے چہرے کی خبر لیجیے''۔
یہ سن کر رانی نے طوطے کو پلنگ پر رکھ دیا

اور اپنے چہرے سے خود ھی لہو پونچھنے لگی ۔
رانی گہری سوچ میں پڑ گئی اور طوطا اداس ھو گیا ؛
طوطا فوراً آڑا اور قلعے کے اوپر جا بیٹھا ۔
رانی نے دل میں سوچا : ''یہ طوطا نہیں کوئی اور چیز ھے''۔
پھر اسے کہا : ''میں تجھے اپنی چھاتی پر بٹھاؤں گی اور جو تو
مانگے گا وھی تجھے کھلاؤں گی ، تو میرے پاس آ جا''۔
یہ سن کر طوطا بولا : ''رانی ! میری بات سنو ؛
تمھاری نیت بری ھے ، میں کبھی تمھارے پاس نہیں آؤں گا ۔
اے رانی ! میں جس راجا کا طوطا ھوں اس جیسا کوئی اور
نہیں ؛
جیسی باتیں تم کرتی ھو ، میں ایسی کئی باتیں سن چکا ھوں''۔
یہ سن کر رانی نے یوں کہا ''اے طوطے ! میری بات سن ،
اس راجا کو ھم سے ملا دے ، اسے ھمارے پاس لے آ''۔
طوطے نے جواب دیا ''رانی ! میں اسے اس طرح نہیں لا سکتا ،
تم مجھے اپنے ھاتھ سے اس کے نام چٹھی لکھ دو''۔
رانی نے اسے چٹھی لکھ دی اور کہا ''اے طوطے سن !
اب یہاں سے جاتے ھی راجا کو جلدی سے بھیج دینا ''۔
طوطا بولا ''رانی میری بات سنو !
یہ چٹھی میرے گلے میں ڈال دو ، میں اسے راجا کے پاس لے جاتا
ھوں''۔
طوطا وہ چٹھی لے کر راجا کے پاس پہنچ گیا ،
راجا نے اسے دیکھا تو کہا : ''طوطے میری بات سن !
کیا تو شادی کا پیغام لایا ھے ؟ دکھا تو سہی ،
میں تیرے پاس شادی کا پیغام دیکھنا چاھتا ھوں''۔
راجا نے چٹھی پڑھی تو طنزاً مسکرایا :
''آٹھویں دن تک پہنچ جاؤ تو شادی کے پھیرے ھو جائیں گے ،
نویں دن آؤ تو کوئی امید نہ رکھنا ''۔
راجا اپنے آپ سے کہنے لگا :
''وہ جگہ یہاں سے چودہ سو کوس کے فاصلے پر سات سمندر
پار ھے ،

کوئی ساتھ جانے والا بھی نہیں ، اب کیا تدبیر کروں ؟''
طوطے نے یہ سن کر کہا : ''راجا میری عرض سنو :
تمہارے پاس بہت سے گھوڑے ھاتھی موجود ھیں''۔
راجا نے جواب دیا ''اے طوطے میری بات سن !
میرے ھاتھ پر بیٹھ جا اور میرے ساتھ چل
اور وھاں ھاتھیوں اور اونٹوں کے پاس پہنچ کر ان سے دو دو
باتیں کریں''۔
راجا کو دیکھ کر اونٹ ھنس پڑے اور راجا سے سوال و جواب
کرنے لگے :
''اے راجا کیسے آنا ھوا ؟ ھماری عرض سنیے،
جو کچھ آپ فرما دیں گے ھم اسی کے مطابق عمل کریں گے اور
آپ کے ساتھ چل پڑیں گے''۔
راجا نے کہا : ''رانی ادھیک انوپ سے شادی کرا دو ،
ساڑھے چودہ سو کوس کا فاصلہ ھے اور آٹھ دن کی میعاد ھے''۔
یہ سن کر اونٹ بولے ''اے راجا ! ھماری بات سنیے،
ھم اس رانی کے پاس نہیں پہنچ سکتے''۔
یہ سن کر راجا نے کہا ''اے اونٹو ! سنو ،
تم نے مجھے عین وقت پر دغا دیا ، اب کون میرا ساتھی ھوگا ؟
اے طوطے ! تو نے یہ کیا کیا ؟ خود بخود شادی کی تاریخ مقرر
کر لی ۔
اب ھم کیا کریں ، کوئی ھمارے ساتھ نہیں چلتا ۔
اگر یہ رانی ، جو چاند اور چاندنی کی طرح ھے ، مجھے نہ ملی سکی
تو میں ھیرے کی کنی کھا کر مر جاؤں گا ، اس کے بغیر میرا
جینا محال ھے ۔
اے اونٹو ! تم نے یہ کیا کیا ؟ ھمیں کورا جواب دیا ۔
اے طوطے ! تو اڑ جا ، ھمارے ساتھ نہ چل''۔
راجا نے کٹار نکالی اور طوطے کی موجودگی میں اپنی زندگی ختم
کرنے کا ارادہ کیا اور طوطے سے کہا :
''مجھے رانی سے ملا دے ورنہ ابھی تیرے سامنے جان دیتا ھوں''۔
طوطے نے یہ سن کر کہا ''راجا میری بات سنو !

تم اپنے باد رفتار اونٹ کو تو نکال چکے ہو ،
اگر اب رانی کو دیکھنے کا شوق ہے تو اپنے اسی اونٹ کے پاس چلو ،
ھاتھ جوڑ کر اس کی منت سماجت کرو اور اسے منا لو ؛
اسے کہو مشکل آ پڑی ہے ، تیرے پاس آیا ہوں ، اب میرا کام درست کر دے
اور مجھے رانی ادھیک انوپ سے ملا دے ،
رانی ادھیک انوپ سے میری شادی کرا دے''۔

یہ سن کر اونٹ بولا : ''اے راجا میری بات سنو ،
میں تمھارا اونٹ تھا ، تم نے مجھے چھوڑ دیا اور اپنے دیس سے نکال دیا ۔
اب تم مجھ سے مذاق کرتے ہو ، خود ھی سوچ لو ۔
میں تمھاری شادی نہیں کرا سکتا ، تم اپنے گھر جا کر آرام کرو''۔
یہ سن کر راجا بلند آواز سے رونے لگا اور کہنے لگا :
''مجھے رانی سے ملا دے ورنہ میں ابھی تیرے سامنے کٹار سے اپنی جان دیتا ہوں''۔
اونٹ بولا : ''راجا ! میری بات سنو !
آٹھ دن تو بہت ھیں ، میں آخری دن یہاں سے روانہ ہوں گا ''۔
راجا بولا : ''اے اونٹ! کیا تو ہم سب سے مذاق کرتا ہے ؟ چل مجھے رانی کے پاس لے چل''۔
اونٹ بولا '' اچھا راجا کپڑے پہن لو اور جلدی سے مجھ پر سوار ہو جاؤ ''۔
راجا نے جلدی سے نہا دھو کر اپنا لباس تبدیل کیا، ھتھیار سجائے ،
طوطے کر پنجرے میں بٹھایا اور اونٹ کے پاس آ گیا ۔
شہر کے سارے لوگ وھاں جمع ہو گئے ،
راجا سوار ہوا اور لوگ اس کا مذاق آڑانے لگے ،
''راجا اس اونٹ کے لیے پاگل ہو گیا ہے''۔
راجا طوطے کر ساتھ لے کر سیالکوٹ سے روانہ ہوا
اور وھاں سے چل کر سیدھا شہر قنوج پہنچ گیا ،

باغ میں ڈیرا ڈالا اور لطف اٹھانے لگا ۔
''اے طوطے ! اب رانی سے ملا دے'' اس نے کہا ۔
طوطا آڑا اور رانی کے پاس پہنچ گیا ،
''اے رانی ! تم کیا کر رہی ہو ؟ میری عرض سنو ۔
راجا تمھای امید لگائے باغ میں بیٹھا ہے ،
اسے دیکھ لو ، وہ بہت جوان ہے ،
اس سے جو بات کرنی ہو وہاں باغ میں جا کر کر لو''۔
رانی نے جواب دیا ''طوطے ! میری بات سن !
آج اس راجا کو ہمارے پاس بھیج دے''۔
یہ سن کر طوطا نولکھے باغ پہنچا
اور راجا سے کہنے لگا : ''اے راجا ! تم اس رانی کے پاس چلو''۔
راجا نے کہا : ''طوطے میری بات سن ! تو میرے همراہ چل ،
میں اکیلا اس سے بات نہیں کر سکوں گا ''۔
راجا اور طوطا چل پڑے اور رانی کے محل کی ڈیوڑھی پر آ گئے ،
وہاں ایک باندی نے ان سے بات چیت شروع کی ۔
باندی نے کہا : ''راجا ! میری بات سنو ،
کون سی چیز گڑ سے زیادہ میٹھی ہے اور کون سی خوشبو پھول کے بغیر ہے
اور خیر مقدم کے بغیر بیٹھنا کیسے چل جانا ہے ؟ مجھے ان تینوں باتوں کا جواب دو ''۔
یہ سن کر راجا نے کہا ''اے طوطے ! میری بات سن ،
باندی نے دوہرا کہا ہے ، اس کا جواب دے''۔
طوطے نے سن کر کہا ''باندی ! میری بات سن ،
گڑ سے زیادہ میٹھی چیز تیری بات ہے ، پھول کے بغیر خوشبو نیکی کی ہے
اور اگر دشمن سے کام ہو تو وہاں جانا پڑتا ہے ، خواہ وہ اچھی طرح سے پیش آئے یا نہ آئے ''۔
یہ جواب سن کر باندی نے رانی سے کہا ''رانی ! میری بات سنیے ،
یہ طوطا نہیں کوئی آور چیز ہے ، اس نے دوہرے کی وضاحت کر دی ہے ۔

اس راجا سے اس کا مطلب پوچھ لیجیے اور اسے اپنے من کی بات
بتا دیجیے''۔
رانی نے جواب دیا : ''اچھا اسے میرے پاس لے آؤ
تاکہ میں خود اس سے باتیں کر لوں اور اسے اپنے دل کی بات
بتا سکوں ۔
وہ میری باتوں کا جواب دے دے گا ، میں خود ھی اس سے شادی
کر لوں گی''۔
یہ سن کر راجا رانی کے پاس آیا ،
اس کی صورت دیکھی تو بے تاب ھو گیا ۔
''یہ رانی نہیں کوئی پری ھے ، اس کا حسن بے مثال ھے'' اس نے
دل میں کہا ۔
پھر رانی سے مخاطب ھوا : ''اے رانی ! یہ تمھاری چٹھی ھے ، اب
اس کے مطابق مجھ سے شادی کر لو''۔
رانی نے جواب دیا ''راجا ! میری بات سنو ،
میرا دوھرا بتا دو اور آج ھی مجھ سے شادی کر لو''۔
راجا نے کہا ''رانی دوھرا کہو
اور اپنے من کی بات پوری کر لو''
رانی دوھرا کہنے لگی ''اے ھوشیار ، دانش مند ! سنو ،
آنکھوں میں کانٹا پیدا ھو گیا ھے ، سوئی نے پانی کو چھید
دیا ھے ،
محبت کا دیوتا اور دیوی ناچ رھے ھیں اور عقل انھیں پکڑنے میں
کوشاں ھے''۔
یہ سن کر طوطے نے جواب دیا ''رانی ! میری بات سنو ،
ایسا دوھرا کیا کہے ؟ ایسے تین سو ساٹھ دوھرے میرے پروں
کے ساتھ لگ رھے ھیں''۔
رانی نے طوطے سے کہا : ''اے طوطے ! میری بات سن ،
یہ دوھرا بتلا دے اور آج ھی شادی لے لے''۔
یہ سن کر طوطے نے کہا ''رانی ! میری بات سنو ۔
جنگل بیابان میں ایک سر پڑا ھے ،
اس سر کے اندر چڑیا نے دو بچے دیے ھیں ،

فجر کا وقت تھا ، سوئی نے پانی کو چھید دیا ،
محبت کا دیوتا اور دیوی ناچ رہے تھے اور عقل نے انھیں
پکڑ لیا "۔
یہ سن کر رانی نے کہا : "نائی کو بلا لو"
اور خاندانی پروهت بھی وهاں پہنچ گیا
اور محل میں رانی کی شادی کے پھیرے ہونے لگے ۔
رانی کے ماں باپ نے کہا : "بیٹی ! ھماری بات سنو ،
ھمارے محلوں میں چھیلا راجا آ گیا ہے ،
اس کے ساتھ پھیرے نہ لو"۔
یہ سن کر بیٹی نے جواب دیا : "پتا جی ! میری بات سنیے ،
جو بات قسمت میں لکھی تھی وہ پوری ہو گئی ہے"۔
یہ سن کر راجا رانی نے کہا : "بیٹی ھماری بات سنو ،
اس راجا سے شادی کے پھیرے لے لو "۔
راجا رانی خوش ہو گئے اور ان کے خوش ہونے سے سارا خاندان
خوش ہو گیا ۔
راجا رانی دونوں نے اپنی بیٹی کو الگ محل دے دیا ۔
رانی نے طوطے کا پنجرا اپنے محل میں رکھوا لیا
اور اس سے ھنسی خوشی وقت گزارنے لگی ۔
"اے طوطے ! مجھے اپنے گورو کا نام بتلا دے ،
تیرا راجا کس کا بالکا ہے اور اس کا کیا نام ہے ؟"

"میں[1] گورو گورکھ کا بالکا ہوں اور رسالو میرا نام ہے"۔
رانی طوطے کے ساتھ ھنس کھیل رہی تھی ،
طوطے نے کہا : "رانی ! میری بات سنو ،
ھمارا راجا کہتا ہے 'محل میں چلو' "۔
یہ سن کر رانی محل میں آ گئی ۔
راجا نے اس سے کہا : "اے رانی ! ھماری بات سنو ،
ھمارے پاس بہت مال خزانہ ہے اور ھماری سلطنت بھی بہت وسیع
ہے ۔

---

۱ ۔ معلوم ہوتا ہے یہاں گویا کچھ بھول گیا ہے ۔ مرتب

میں سیالکوٹ کا بادشاہ ہوں ، راجا رسالو میرا نام ہے ،
تم ہمارے ساتھ ہمارے محل میں چلو ،
میرے ماں باپ تمہاری راہ دیکھ رہے ہوں گے''۔
یہ سن کر رانی نے کہا! ''راجا ! میری بات سنو،
جلدی سے ڈولی تیار کراؤ ، میں تمہارے ساتھ چلوں گی''۔
یہ سن کر راجا نے کہا ''کہارو ! میری بات سنو ،
جلدی سے رانی کے پاس ڈولی لاؤ''۔
رانی ڈولی میں بیٹھ گئی اور کہار چل پڑے
اور منزل بہ منزل چلتے ہوئے سیالکوٹ پہنچ گئے ۔
راجا رانی یوں کہنے لگے : ''کہارو ! ہماری بات سنو ،
اس شہر کے پاس ذرا ڈولی رکھ دو''۔
راجا شہر میں داخل ہوا ، سب لوگ اسے دیکھنے آئے ۔
اس کے ماتا پتا کہنے لگے : ''راجا رسالو! ہمارے بیٹے
تم بہت دنوں کے بعد واپس آئے ہو''۔
انہیں الگ محل دیا گیا اور سب ان سے پیار کرنے لگے ۔

حکایت ۱۰

سیلا دیئی کی کہانی

جس طرح اسے جگادھری ضلع انبالا میں پیش کیا جاتا ہے۔

یہ حکایت دس محلوں یا حصوں پر مشتمل ، راجا رسالو کی مکمل کہانی کا ایک اور حصہ ہے۔ گورو گگا کی حکایت کی طرح اسے بھی سوانگ یا تمثیل کی صورت میں نظم کیا گیا ہے اور ہر سال ہولی کے تیوہار پر پیش کیا جاتا ہے مگر اسی کی مانند یہ بھی ہمارے معیار کے مطابق ڈراما نہیں کہلا سکتی۔ یہ کہانی بہت مشہور ہے اور اس کی تفاصیل سے سب اچھی طرح سے واقف ہیں۔

یہاں اسے دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ ۹۶۳ اشعار پر مشتمل ہے اور دوسرا ۵۲۸ اشعار پر۔ بات یوں ہوئی کہ پہلا گویا جس نے اس کہانی کو شروع کیا تھا ، وہ اس کا آخری حصہ نہ سنا سکا ؛ پھر اسی گویے کو بلایا گیا جس نے گورو گگا کی کہانی سنائی تھی اور اس نے اسے اختتام تک پہنچایا۔ اگرچہ یہ دونوں حصے ایک جیسے طریق سے نظم کیے گئے ہیں اور بالکل ایک ہی کہانی بیان کرتے ہیں مگر ان دونوں حصوں میں نظم کرنے کا انداز ایک جیسا نہیں۔ پہلے حصے میں وزن بدلتا نہیں ، نہ اس میں گیت ہیں ، نہ اس میں دوسرے حصے کی طرح مختلف کرداروں کی تقریروں میں بیانیہ حصے ایزاد کیے گئے ہیں ، بلکہ یہاں بیانیہ حصے الگ ٹکڑوں میں برھمن رگھو چار سے کہلوائے گئے ہیں ، جو گورو گگا کی حکایت میں گرو گگا

کا خاندانی پروهت تھا ۔ اس نظم سے خاصی ڈراسائی صلاحیتوں
کا اظہار ہوتا ہے اور کہانی میں تسلسل پایا جاتا ہے مگر
اسے طویل بہت کر دیا گیا ہے ، غالباً اس لیے کہ دیکھنے
والوں کا مزاج اسی کا متقاضی تھا ۔

اس سے پہلے ''راجا رسالو کے کارناموں '' میں اس کہانی کا بیان
آ چکا ہے ؛ راجا رسالو نے اپنے وزیر مہتا چوپڑا کے ساتھ
ایک چال چلی تھی تاکہ اس کی بیوی رانی چاندنی کی عفت کا
امتحان لے سکے کیوں کہ مہتا چوپڑا اس کے متعلق بارہا فخریہ
اعلان کرتا تھا ۔ یہاں چاندنی بطور سیلا دیئی پیش ہوتی ہے،
اس حکایت میں اسی کہانی کو ذرا نئے انداز سے پیش کیا گیا
ہے ۔ ایک اور فرق یہ ہے کہ پہلی کہانی میں مہتا کو
چوپڑا بتایا گیا ہے ؛ چوپڑے پنجابی کھتریوں میں سے ہیں۔
اور اس کہانی میں اسے اگروال ظاہر کیا گیا ہے جو بنیوں
کی ایک گوت ہے اور اس کا وطن اگروها ضلع حصار فرض
کیا گیا ہے جو تمام اگروالوں کا آبائی مسکن ہے ۔

رسالو یہاں بطور رسال اور ریسل نظر آتا ہے اور جن حصوں کا منظر
اگروهه نہیں وہ سیالکوٹ میں وقوع پذیر ہونے تصور کیے
جاتے ہیں ۔ سیالکوٹ کو یہاں اکثر رسال گڑھ یا ریسل گڑھ کہا
گیا ہے؛ یہ بھی خیال رہے کہ اس حکایت میں گوروگور کھ ناتھ
کو دیوتا کے قریب قریب درجہ دے دیا گیا ہے اور شو اور
پاربتی کو ، جو ہندو دیو مالا کے مطابق مسلمہ دیوتا
اور دیوی ہیں ، قریب قریب فانی انسان بنا دیا گیا ہے ۔

چوں کہ ان حکایات میں چوپڑ کا بار بار ذکر آتا ہے اور اس کی
تفاصیل کہانی پر خاصی اثر انداز ہوتی ہیں ، اس لیے یہاں
اس کھیل کا مختصر سا بیان کر دینا ضروری سمجھا گیا ہے ۔
چوپڑ کی بساط بالعموم کپڑے سے بنائی جاتی ہے اور اس کی
شکل صلیب کی سی ہوتی ہے ۔ اس صلیب نما بساط کا ہر بازو
آٹھ آٹھ خانوں کی تین قطاروں میں منقسم ہوتا ہے ؛ گویا

هر بازو میں چوبیس مربعے ہوتے ہیں جن میں سے بارہ سرخ ہوتے ہیں اور بارہ سیاہ ۔ مرکز میں جہاں چاروں بازو ملتے ہیں ، ایک بڑا سیاہ مربع ہوتا ہے ۔ صلیب کو چوپڑ کہتے ہیں اور اس کے مربعوں کو خانے ۔ اس پر دو کھیل کھیلے جاتے ہیں اور دونوں کو بالعموم چوپڑ ہی کہا جاتا ہے ، مگر در اصل جسے پانسے سے کھیلا جاتا ہے وہ پانسا ہے اور جسے کوڑیوں سے کھیلا جاتا ہے وہ پچیسی ۔

پانسا تین پانسوں یا ڈلوں اور سولہ نردوں سے کھیلا جاتا ہے ، سرخ ، سبز ، زرد اور سیاہ ۔ ہر رنگ کے چار چار نرد ہوتے ہیں ، صلیب کے ہر بازو پر ایک رنگ کے چار نرد رکھے جاتے ہیں ۔ ایک پانسا طول میں اڑھائی انچ اور اس کا سرا چوتھائی انچ مربع ہوتا ہے ۔ پانسے کے چاروں جوانب پر جنھیں مکھ کہا جاتا ہے ، مندرجہ ذیل طریق کے مطابق ایک ، دو ، پانچ اور چھ نشانات لگے ہوتے ہیں :۔

. ، : ، :.: ، ::: ۔

پانسے میں دو کھلاڑی ہوتے ہیں ۔ ایک سرخ اور زرد نرد لے لیتا ہے ، دوسرا سبز اور سیاہ ؛ کھیل بار بار پانسا پھینکنے اور اس کے مطابق نرد بڑھانے سے کھیلا جاتا ہے ، یہاں تک کہ کسی ایک طرف کی ساری کی ساری نردیں وسطی مربع میں پہنچ جائیں ۔ قدرتاً اس میں کچھ وقت لگ جاتا ہے ؛ نردوں کو پانسے کے مطابق چلانا ہوشیاری اور ذہانت کا کام ہے ۔ ایک کو پوں کہتے ہیں ، دو کو دو ، پانچ کو پنج اور چھ کو چھ ۔ ایک بار پانسا پھینکنا داؤ کہلاتا ہے ؛ پانسے کی گنتی ، داؤ گننا ہے ۔ شرط لگانا ، بازی بدنا ہے ۔

ان حکایات کے سلسلے میں پانسا پھینکنے کے مختلف نتائج کا جاننا بھی ضروری ہے جو تعداد میں بیس ہیں :۔

۱ ۔   ۱ ، ۱ ، ۱   تین کانے

۲ -	۲ ، ۲ ، ۲	چھکڑی
۳ -	۵ ، ۵ ، ۵	پندرہ
۴ -	۶ ، ۶ ، ۶	اٹھارہ
۵ -	۱ ، ۱ ، ۲	چار کانے
۶ -	۱ ، ۱ ، ۵	پانچ دو سات
۷ -	۱ ، ۱ ، ۶	چھ دو آٹھ
۸ -	۲ ، ۲ ، ۱	پنجڑی
۹ -	۲ ، ۲ ، ۵	پانچ چار نو
۱۰ -	۲ ، ۲ ، ۶	چھ چار دس
۱۱ -	۵ ، ۵ ، ۱	دس پوں
۱۲ -	۵ ، ۵ ، ۲	دس دو بارہ
۱۳ -	۵ ، ۵ ، ۶	سولہ
۱۴ -	۶ ، ۶ ، ۱	پوں بارہ
۱۵ -	۶ ، ۶ ، ۲	چودہ
۱۶ -	۶ ، ۶ ، ۵	سترہ
۱۷ -	۱ ، ۲ ، ۵	پانچ تین آٹھ
۱۸ -	۱ ، ۲ ، ۶	چھ تین نو
۱۹ -	۱ ، ۵ ، ۶	کچے بارہ
۲۰ -	۲ ، ۵ ، ۶	گیارہ دو تیرہ

پچیسی کا کھیل بھی بالکل انھیں کے مطابق کھیلا جاتا ہے مگر سات کوڑیوں سے ؛ اس میں چار کھلاڑی کھیلتے ھیں ، نردیں کھلاڑی اپنے پاس رکھتے ھیں، بساط پر نہیں رکھتے ۔ کوڑیوں کو بس ھاتھ میں رکھ کر پھینک دیا جاتا ھے ، کوڑیاں پھینکنے کا اندازہ الٹی کوڑیوں سے کیا جاتا ھے ۔

اگر ایک کوڑی آلٹی گرے تو اس کا مطلب دس ھے ۔
اگر دو کوڑیاں آلٹی گریں تو اس کا مطلب دو ھے ۔
اگر تین کوڑیاں آلٹی گریں تو اس کا مطلب تین ھے ۔
اگر چار کوڑیاں آلٹی گریں تو اس کا مطلب چار ھے ۔
اگر پانچ کوڑیاں آلٹی گریں تو اس کا مطلب پچیس ھے ۔

اگر چھ کوڑیاں آلٹی گریں تو اس کا مطلب تیس ہے ۔
اگر سات الٹی گریں تو اس کا مطلب چودہ ہے ۔
اگر ساتوں سیدھی گریں تو اس کا مطلب سات ہے ۔

دس ، تیس اور پچیس کو پوں کہا جاتا ہے اور ان کے بعد دوسری بار کوڑیاں پھینکنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے ۔ اور اگر دوسری بار بھی ان میں سے کوئی تعداد آ جائے تو تیسری بار کا حق مل جاتا ہے لیکن اگر تینوں بار ایک ہی تعداد آئے تو وہ سب ضائع ہو جاتے ہیں اور چوتھی بار کوڑیاں پھینک کر اسی تعداد کے مطابق چال چلی جاتی ہے ۔ چاروں کھلاڑیوں میں سے آمنے سامنے کے دو دو آپس میں ساتھی ہوتے ہیں ؛ جو دو ساتھی اپنی آٹھوں نردیں پہلے وسطی سیاہ مربعے میں ڈال لیں ، وہ بازی جیت جاتے ہیں ۔ دس سے کم تعداد نہیں گنی جاتی ۔ شرط پورے کھیل پر بھی بدی جا سکتی ہے اور کسی ایک داؤ پر بھی ۔ پچیسی کی باقی اصطلاحات وہی ہیں جو پانسے کی ، سوائے اس کے کہ یہاں پانسوں کی بجائے کوڑیاں پھینکی جاتی ہیں ۔

[1]محل سیلا دیئی[2]

پہلے بھاٹ کا بیان

"پہلے اس گورو کو خوش کر کے ، جو سارے جہان کا پروردگار ہے ،
دنیا کے اور کام کرنے چاہییں ،
لہذا پھر میں سب کام کروں گا اور انہیں انجام تک پہنچاؤں گا ،
پہلے مجھے اپنے دل میں گورو گورکھ ناتھ کو خوش کر لینے دو ۔
"اے گورو گورکھ ! آج میں تمھاری پناہ میں آتا ہوں ،
اس پانسے میں میری لاج رکھیو"۔

---

۱ ۔ حالات پر مشتمل نظم ۔ مترجم

۲ ۔ سیلا دیئی، دراصل سیلا دیوی ہے اور اس کے لفظی معنی "پاک دامن خاتون" کے ہیں ۔ مترجم

مہتا

سچائی کو سچے دل سے تسلیم کر لو اور سچائی کو سچے دل سے
سمجھ لو ،
سچائی ھی کی وجہ سے یہ سب زمین و آسمان قائم ھیں ،
سچائی ھی کے تانے سے یہ زمین و آسمان قائم ھیں
اور یہ سیلا بھی دنیا میں سچائی ھی کا نشان ھے ؛
اس سیلا کے نام سے میرا پانسا ٹھیک پڑے گا ۔
اگر وہ مالک چاھے گا تو میں اس نام سے بازی جیت جاؤں گا ''۔

راجا رسالو

''اے ساھوکار کے بیٹے ! تو 'سیلا' سیلا ، کیا کہتا ھے ؟
یہ سیلا کون ھے ؟ مجھے اس کا حال سنا ،
مجھے اس کا حال سنا اور اس کی ساری کہانی بیان کر ۔
یہ تیرے دل کی پیاری سیلا کون ھے ؟
تو نے گورو دیو کا نام لینا چھوڑ دیا ، یہ تیرے دل میں کیا آئی ؟
اور اب تو اس کی بجائے ایک عورت کے نام سے پانسا پھینکتا
ھے''۔

مہتا

ھربنس سہانے کی وہ بیٹی ھے ، سیلا دیئی اس کا نام ھے ۔
وہ میری عورت ھے اور میرے محل میں رھتی ھے اور کسی سے
اسے کچھ غرض نہیں ۔
اے راجا ! وہ اور کسی سے کچھ غرض نہیں رکھتی ؛
چوں کہ میں اس سیلا کی عفت کا معترف ھوں ،
اس لیے ھر دم اس کا پیارا نام یاد رکھتا ھوں ۔
اس نام سے میری ساری دلی خواھشات پوری ھو جاتی ھیں ۔
تم اسے حقیقت سمجھ کر تسلیم کر لو ؛ یہی میری کہانی ھے ۔
یہ عورت جو میرے گھر کی رانی ھے ، نہایت پاک دامن ھے ۔

راجا رسالو

تو ساھوکار کا بیٹا ھے ، مہتا تیرا نام ھے ۔

تو نے اپنی عورت کو سر پر چڑھا رکھا ہے ، یہ احمقوں کا سا کام ہے ،
یہ احمقوں کا سا کام ہے ، میری بات مان لے ؛
کوئی اور عورت سیتا[1] جیسی پاک دامن نہیں ، اس بات کو سمجھ لے ،
مگر وہ بھی رام کی بات[2] بھول گئی تھی اور اس نے سارا کام بگاڑ دیا تھا ۔
تو یوں ھی اس سیلا کی عفت پر نازاں ہے ؟''

مہتا

''اے راجا ! اس بات کو چھوڑو ، تکرار سے کیا حاصل ؟
تم سب کو ایک جیسا سمجھتے ھو اور ہر ایک کا اندازہ اپنے آپ سے کرتے ھو ۔
اے راجا ! سب دل ایک جیسے نہیں ھوتے ۔
دنیا میں کوئی ایسی بستی نہیں جہاں کے سارے باسی گنہ گار ہوں ؛
ہر شہر میں کم از کم ایک عورت ضرور ایسی ملے گی جو اپنے خاوند کی وفادار ھو ۔
تم میری اس بات کو وید کی بانی کی طرح سچ سمجھو''۔

راجا رسالو[3]

''اے میرے خاص وزیر مہتا ! جب میں باغ میں گیا
تو وہاں مجھے کانشی کا ایک پنڈت ملا جو دانائی کی باتیں بتاتا تھا ۔

---

۱ - راجا رام چندر کی بیوی ۔ مرتب
۲ - راون کے سیتا کو اغوا کرنے کے واقعے کی طرف اشارہ ہے ، کہا جاتا ہے کہ رام چندر سیتا کی جھونپڑی کے گرد ایک لکیر کھینچ گئے تھے ۔ اگر سیتا اس کے اندر رہتیں تو انہیں کوئی نقصان نہ پہنچ سکتا تھا مگر وہ دھوکے میں آ گئیں اور اس لکیر سے باہر نکل آئیں ۔ مرتب
۳ - موضوع بدلتا ہے ۔ مرتب

اس پنڈت نے مجھ سے کہا :
'ایک بار ایسا طوفان آئے گا کہ سب آبادیاں زیر و زبر ہو جائیں گی ۔
اے راجا ! اگر کہیں سے تمھارے ہاتھ دریائی[1] گھوڑے آ جائیں
تو تمھاری جان اور سامان بچ جائے گا ''۔

مہتا

''اپنا خاص دلال بلا بھیجو اور اسے حکم دے دو ،
پہلے دام چکا لو اور پھر مال خریدو ؛
اس طریق سے تم جو چاہو خرید لو ،
ان گھوڑوں پر جو بھی صرف کرنا پڑے ، بلا تامل صرف کرو''۔

راجا رسالو

''اے ساھوکار کے بیٹے مہتے ! سن ، تو میرا دوست ھے ،
تیرے بغیر اور کوئی شخص اس کام کو بخوبی سر انجام نہیں دے سکتا ۔
جہاں تو مال کی قیمت چکا لے گا وھیں میں چٹھی سے روپیہ بھیج دوں گا ، پھر تو مال خرید لینا ؛
جن لوگوں کو ان گھوڑوں کی اچھی پہچان ھو ، انھیں منتخب کر کے اپنے ساتھ لے جا ،
سونے کی مہریں اپنے ساتھ لے جا اور میرا یہ کام کر دے ۔
تو رھتاس نگر[2] کی طرف جا ، وھاں یہ گھوڑے موجود ھیں ،
میں تجھے خزانے سے اڑھائی کروڑ روپیہ دیے دیتا ھوں ۔

---

۱ - دریائی گھوڑے سے کوئی ایسا فرضی جانور مراد ھے جو پانی میں سواری کا کام دے سکتا ھو ۔ مرتب

۲ - مرتب نے رھتاس نگر سے قلعۂ رھتاس ضلع جہلم مراد لیا ھے ، جسے شیر شاہ سوری نے بنوایا تھا، مگر بہار میں بھی ایک بہت پرانا قلعہ رھتاس تھا جس کے نام پر شیر شاہ سوری نے ضلع جہلم میں نیا قلعہ تعمیر کرایا تھا ، ممکن ھے یہاں رھتاس نگر سے بہار کا پرانا قلعہ رھتاس مراد ھو ۔ مترجم

اگر اور روپوں کی ضرورت پڑے تو چٹھی بھیج کر منگوا لینا''۔

مہتا

''میرے محل کے اندر میری عورت سیلا دیئی ہے ،
اس سے مشورے کے بعد ھی میں یہ کام اپنے ذمے لے سکتا ہوں ۔
اگر سیلا نے ذرا آنکھ کے اشارے سے بھی اس کی اجازت دے دی
تو میں اس کام کو فوراً اپنے ذمے لے لوں گا ۔
اگر سیلا نے اس کی مخالفت نہ کی ،
تو میں ابھی تیاری کر کے رھتاس نگر کی طرف روانہ
ھو جاؤں گا''۔

راجا رسالو

''اے میرے دوست مہتے ! تو ساھوکار کا بیٹا ھے ،
تو عورت کے پھندے میں پھنس کے مرد سے زن بن چکا ھے ۔
تو جو مرد سے عورت بن چکا ھے ، تجھے کیا آرام نصیب ھو سکتا
ھے ؟
میری بات رد نہ کر ، اسے مان لے ،
میرے احکام کو سیلا تک نہ لے جا
ورنہ آج سے میری تیری محبت منقطع ھو جائے گی''۔

سیلا دیئی

''تمھارے چہرے پر یہ کیسے غم کے آثار ھیں ؟ تم اداس کیوں
ھو ؟
اگر تمھیں روپوں کی ضرورت ھو تو میں اپنے باپ کو لکھ دوں ۔
میں ابھی اپنے باپ کو فوری چٹھی لکھ دوں
اور تم جتنا مال و دولت چاھو ، تمھیں وھاں سے منگوا دوں ۔
تم مجھے اپنے دل کی ساری بات بتلا دو
کہ آج تمھاری پگڑی[1] کے یہ پیچ کیوں کھلے ھیں ؟''

---

۱ - تم کیوں پریشان حال ھو ؟ مرتب

مہتا

''اب رسال ہمیں یہ کہتا ہے : 'تم رہتاس نگر جاؤ
اور وہاں سے میرے لیے جلدی گھوڑے خرید کے لاؤ'۔
وہ کہتا ہے : 'میرے لیے جلدی گھوڑے خرید کے لاؤ ،
اپنا گھر بار بیچ دو اور پردیس کو چلے جاؤ'۔
وہ کہتا ہے : 'میری یہ بات مانو
تب میری تمھاری محبت قائم رہ سکتی ہے' ''۔

سیلا دیئی

''بنیے ہر کام سنوار لیتے ہیں اور تم بھی ساہوکار ہو؛
دن باتوں میں گزر جاتے ہیں ، جاؤ اور یہ کام سوچ سمجھ کر
سر انجام دو ۔
راجا تمھیں جہاں بھیجیں ، وہاں خود پہنچ کر کام کو پایۂ تکمیل
تک پہنچاؤ ،
جو روپے وہ تمھیں دیں ، ان سے مال خریدو ۔
اے محبوب ! راجا رسال کے حکم سے سرتابی نہ کرنا
اور نہ اس سے محبت کے تعلقات ختم کرنا''۔

مہتا

''رسال ایک روز میرے ساتھ پانسا کھیل رہا تھا ،
چوپڑ کھیلتے کھیلتے تمھاری پاک بازی کی بات چل پڑی ،
رسال نے اس پر تکرار کی اور غصے میں آ گیا ؛
یہی وجہ ہے کہ اس نے مجھے دوسرے ملک کو بھیجنے کا فیصلہ
کیا ہے ۔
وہ فریب کا پتلا ہے ، میں اس کو اچھی طرح جانتا ہوں ،
تم اس سے ہوشیار رہنا ، وہ تمھیں بھاری فریب دینے کی کوشش
کرے گا ''۔

سیلا دیئی

''رسال مجھ سے کیا فریب کر سکتا ہے ؟ اور وہ بھی میرے محل میں
آ کر ؟

میری عفت کی نگہبانی خود بھگوان کریں گے ،
بھگوان ضرور میرے دل کی حفاظت کریں گے ،
خواہ راجا سو بار جھک مارے اور سو بار یہاں آئے۔
تم سفر کی تیاری کرو اور رھتاس نگر چلے جاؤ ،
وہ مالک خود میری لاج رکھے گا ''۔

مہتا (دربان سے)

''اپنے پہرے پر کمر بستہ رھنا ، سو نہ جانا ؛
کوئی نہیں کہ سکتا کہ ایک لمحے میں کیا ھو جائے۔
بھائی ! معلوم نہیں کیا ھو جائے ، میری نصیحت پر عمل پیرا رھنا ؛
غروب سے ایک گھنٹہ پیشتر زنجیریں چڑھا کر قفل ڈال دیا کرنا
اور سورج نکلنے کے سوا پہر بعد پھاٹک کھولنا۔
اگر اس میں کچھ تساھل ھوا تو تجھے اس کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی''۔

دربان

''میں ساری رات جاگوں گا اور اپنے پہرے پر حاضری دوں گا ،
جو کچھ آپ نے منہ سے کہ دیا ھے ، میں اس کی پوری تعمیل کروں گا۔
اے میرے آقا ! میں اس کی پوری تعمیل کروں گا۔
اگرچہ قسمت کے لکھے کو کوئی مٹا نہیں سکتا ،
تاھم میں اپنے پہرے پر ساری رات جاگا کروں گا
اور جو کچھ آپ آج مجھے کہ کے جا رھے ھیں اس پر پوری طرح عمل پیرا رھوں گا ''۔

راجا رسالو

''سیلا دیئی سے کیا بات پوچھ کے آیا ھے ؟
اس نے کیا کہا ؟ ھماری بات مانی یا نہ مانی ؟

سیلا نے تیری بات کا کیا جواب دیا ؟
اور تو نے کیا فیصلہ کیا ؟ مجھے بھی معلوم ہو ۔
اگر تجھے جانا ہو تو جلدی سے چلا جا
اور اگر نہ جانا ہو تو بھی مجھے بتلا دے“۔

مہتا

”میں تمھارے حکم کے مطابق رھتاس گڑھ جاؤں گا ۔
سوا لاکھ کا حساب طاقچے میں پڑا ھے ،
پاس ھی میرا جڑاؤ قلم دان بھی ھے ،
یہ طاقچہ میرے محل میں شمال کی جانب ھے ،
میں ابھی وھاں جا کر تالا ڈال آتا ھوں“۔

راجا رسالو

”میں نے پنڈت سے پوچھا تھا ، تیرے سفر کے لیے مبارک ساعت آ پہنچی ھے ۔
اگر ھماری جان بچ جائے تو اس کے مقابلے میں سوا لاکھ کیا چیز ھے ؟
اگر تو گھوڑے لے آیا ، پھر تو ھماری جان بچ جائے گی ۔
میں نے تیرے لیے تین کروڑ روپیہ گن کے الگ رکھ دیا ھے ،
جلدی سے روانہ ھو جا ، یہ اچھی ساعت ھے ۔
اے دوست ! دیر نہ کر ورنہ معاملہ بگڑ جانے کا احتمال ھے“۔

مہتا

”میں اپنا گھر بار چھوڑ کر پردیس کو جا رھا ھوں ؛
اگرچہ تم قلعوں کے مالک راجا ھو مگر میں تمھیں ایک نصیحت کرتا ھوں ،
میری اس نصیحت کو اپنے دل میں جگہ دینا :
میرے گھر میں پاک دامن عورت ھے ، اس بات کو سمجھنا ،
میں اب یہاں سے روانہ ھوتا ھوں ، تم میری یہ بات یاد رکھنا ۔
اگرچہ سب کی عزت کی حفاظت اسی مالک کے ذمے ھے“۔

راجا رسالو[1]

''اے ایلچی ! ھمارا حکم مان اور اسی وقت شہر میں جا
اور وھاں سے چھانٹ کر میرے لیے ایک کٹنی لا ،
اسے چھانٹ کر اپنے ساتھ لا اور جلدی سے واپس آ جا ،
دیر نہ کر اور اسے اپنے ساتھ لا ۔
جو کٹنی بہت سیانی ھو اسے اپنے ساتھ لے آ
تاکہ وہ اس کام کو سر انجام دے جو میں نے اپنے دل میں نہاں رکھا ھے''۔

ایلچی

''تم میں سے جو کٹنی سب سے عقل‌مند اور ھوشیار ھے ،
وہ میرے ھمراہ چلے ، سرکار نے یاد کیا ھے ،
سرکار نے یاد کیا ھے ، ھمارے ساتھ چلو ۔
ھوشیاری اور دانائی سے کام لو اور فوراً میرے ساتھ چلنے کی تیاری کرو ؛
دربار میں پہنچ کر راجا کا کام سر انجام دو ،
راجا تمھیں انعام سے مالا مال کر دیں گے''۔

کٹنیاں

''اے ایلچی! ھم تمھارے ھمراہ چلتی ھیں، ھم کوئی حیل و حجت پیش نہیں کریں گی ۔
یہ ھماری خوش قسمتی ھے جو سرکار نے ھمیں یاد فرمایا ھے ،
سرکار نے یاد کیا ھے تو ھم تمھارے ساتھ چلتی ھیں ۔
مدت کے بعد آج ھمارا نصیبہ جاگا ھے ،
آج کا دن ھمارے لیے بہت بہت مبارک ھے ،
ھم دونوں اکٹھی تمھارے ھمراہ چلتی ھیں''۔

ایلچی

''میں کٹنیوں میں سے انتخاب کر کے خوب صورت ، چالاک اور عقل مند کٹنیاں لایا ھوں ۔

---

۱ ۔ منظر بدلتا ھے ۔ مرتب

آپ نے ایک کٹنی لانے کا حکم دیا تھا ، میں نے دو حاضر کر دی
ہیں ،
میں نے بڑے شوق سے یہ کام سر انجام دیا ہے ؛
بہت کوشش و تلاش کے بعد گلیوں کے اندر جا کر ان کا
گھر ملا ۔
یہ کٹنی ان سب میں سے زیادہ ہوشیار ہے ،
جوں ہی میں نے اس کے سامنے آپ کا نام لیا ، یہ فوراً میرے ہمراہ
چلی آئی''۔

راجا رسالو

''تم دونوں میں سے جو زیادہ عقل مند اور ہوشیار ہے ،
آج وہ اپنی چالاکی سے ہمارا کام سر انجام دے ۔
یہ کام سر انجام دو اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچاؤ
تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو کہ تم میں کیا ہنر پنہاں ہے ۔
تم اپنے پورے بناؤ سنگھار کے ساتھ تیاری کر کے جاؤ
اور معلوم کرو کہ سیلا کس قدر پاک دامن ہے''۔

کٹنی چتر مولا

میں پرکار کٹنی ہوں ، چتر مولا میرا نام ہے ،
میں پانی میں آگ لگا دیتی ہوں ، یہ میرا کام ہے ۔
اے راجا ! سنیے ، میں ایسا کٹھن کام سر انجام دے سکتی ہوں ؛
میں دلوں میں جدائی ڈال دیتی ہوں اور بنے ہوئے کام بگاڑ دیتی
ہوں ؛
جس راستے سے میرا ایک بار گزر ہو جائے ،
وہاں سے محبت یوں اڑ جاتی ہے جیسے پارا آگ پر رکھنے سے اڑ
جاتا ہے''۔

کٹنی سب رنگ

''میرا نام سب رنگ ہے اور میری شہرت دور دراز ملکوں تک
پھیلی ہوئی ہے ۔
اے راجا ! جو کام آپ چاہتے ہیں میں اسے پورا کر دوں گی ،
راجا ! میں آپ کا کام سر انجام دوں گی ، میری بات سن لیجیے ۔

میری زبان میں وہ جادو ہے جس سے پتھر موم ہو جائیں ،
مجھے دوسروں کو پھسلانے کا پورا منتر یاد ہے ۔
آپ جو کام میرے سپرد کریں گے میں اسے پوری طرح سر انجام دوں گی''۔

راجا رسالو

اے چالاک اور عقل مند سب رنگ ! میری ایک بات سن ،
جا اور جا کر سیلا کے دل کا راز معلوم کر اور پھر واپس آ کر ہمیں بتا ۔
اس کی خبر لا اور خود مجھ تک پہنچا
اور میرا کام سر انجام دینے کے لیے کوئی تدبیر کر ۔
تو اچھی طرح سے بن سنور کر فوراً تیاری کر ،
پھر جا کر سیلا کی پاک دامنی کا اندازہ کر کہ وہ کس حد تک پاک دامن ہے ؟

کٹنی سب رنگ

''آپ کا حکم سر آنکھوں پر ، میں آپ کی فرماں بردار ہوں ۔
میں ابھی سیلا کے پاس جاتی ہوں اور ایک لمحے کے اندر اسے پھانستی ہوں ؛
میں اس کے محل کے اندر جا کر کوئی ایسی تدبیر لڑاتی ہوں
کہ سیلا آج میری دو باتیں سن لے ۔
میں جاتی ہوں اور آج اس پر اپنا تمام ہنر آزماتی ہوں ۔
اے راجا ! میں آپ کا کام دل و جان سے سر انجام دوں گی''۔

کٹنیاں

''اے دربان ! سیلا کو جا کر اطلاع دو ،
ہم اسے ملنے کے لیے دور سے آئی ہیں ،
ہم بہت دور سے آئی ہیں اس کی ملاقات کے لیے ؛
ہم صرف اس کی صورت دیکھنا چاہتی ہیں ،
تم جلدی جا کر اس سے ہمارا حال کہو ۔
یہ پانچ مہریں بطور انعام لے لو ، اور بھی بہت کچھ ملے گا ''۔

دربان

میں هاتھ جوڑ کر آپ کی خدمت میں عرض کرتا هوں :
ایک رانی آپ سے ملنے کی امید لیے دروازے پر کھڑی ہے ،
وہ بہت دور سے آئی ہے ، صرف آپ کی ملاقات کے لیے ۔
اس نے مجھے اجازت لینے کی غرض سے آپ کے پاس بھیجا ہے ۔
آپ اجازت دے دیں تو وہ محل میں داخل ہو جائے ۔
اگر آپ کی اجازت نہ ہو تو مجھے صاف بتا دیجے تاکہ میں اسے
فوراً واپس بھیج دوں ''۔

سیلا دیئی

''باندی ! تم خود جاؤ اور اس خاتون کو دیکھ کر اسے اپنے
همراہ لے آؤ ۔
اس سے بات کرو تا کہ اس کے متعلق کچھ پتہ لگ سکے ؛
اس سے پوچھو 'وہ کس دیس سے آئی ہے ؟'
پہلے اس سے بات کرو پھر اسے محل کے اندر لاؤ
اور اس کا خوب پرتپاک خیر مقدم کرو ۔
باندی ! جلدی سے جاؤ ، دیر نہ کرو ،
دیکھو وہ کون خاتون ہے ، اسے محل کے اندر لے آؤ''۔

باندی

'' تم کس دیس سے آئی ہو ؟ مجھے سچ سچ بتاؤ ،
آؤ میرے ساتھ سیلا دیئی کے محل میں چلو ۔
سیلا رانی یہیں موجود ہے ، تم میرے ساتھ آؤ ،
تمھیں اس سے کام کیا ہے ؟ پہلے مجھے یہ تو صحیح صحیح بتاؤ ۔
تمہارا نام کیا ہے اور وطن کون سا ہے ؟
تاکہ میں رانی کے پاس جا کر تمہارا سارا حال بیان کروں''۔

دوتی سب رنگ

''سرسا میرا وطن ہے اور وهیں میرا گھر ہے ،
میں سیلا کی خالہ هوں ، اس سے ملنے کے لیے آئی هوں ۔
میں نے صرف اس کی ملاقات کی خاطر یہ سفر اختیار کیا ہے ،

اس کے لیے میرا دل تڑپ رہا تھا ، میں نے سوچا جا کر اس کی
خبر لے آؤں ۔
اے باندی ! تیرے لیے میں کچھ تبرک ساتھ لائی ہوں ،
اسے حسن عقیدت سے لے لے اور اپنے گھر لے جا "۔

سیلا دیئی

"باندی ! تو اس نکٹی کا حال دیکھ چکی ہے ،
یہ مکارہ کٹنی ہے ، تو اسے فوراً یہاں سے نکال دے ۔
اے باندی ! میری بات سن ، اسے محل سے نکال دے ،
اسے خوب مار پیٹ کے فوراً باہر نکال دے ،
اسے محل پر سے نیچے گرا دے
اور اگر وہ دوبارہ اس طرف آئے تو اسے جان سے مار دے"۔

راجا رسالو

"اے کٹنی ! میرے بدن[1] پر ہاتھ لگا کر مجھے سچ سچ بتا ،
سیلا دیئی کے محل میں تجھ پر کیا بیتی ؟
مجھ سے سارا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کر
تاکہ میں اس کے عوض تجھے بھاری انعام دوں ۔
وہاں تو نے جو کچھ دیکھا ، وہ مجھ سے بیان کر ۔
کیا ہمارا کام بن جائے گا ؟ کچھ ہمیں بھی بتا "۔

کٹنی سب رنگ

"راجا ! میں اپنا حال کیا بیان کروں، آپ اپنی آنکھوں سے خود
میرا حال دیکھ سکتے ہیں ۔
اس نے اپنی باندی کو حکم دیا اور باندی نے مار مار کر میری
کھال ادھیڑ دی ،
اس نے میری کھال ادھیڑ دی ؛ لیجیے ! میں نے آپ کو اپنا
حال بتا دیا ۔

---

۱ ۔ قسم کھانے کا طریقہ ۔ مرتب

میں آپ کو یہی مشورہ دوں گی کہ آپ وہاں جا کر اپنی جان
خطرے میں نہ ڈالیں ۔
جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے وہاں کوئی گنجائش
نہیں ،
اور اگر آپ کو وہاں جانا ہی ہو تو وہاں جا کر ذرا چوکس
رہیے گا ''۔

راجا رسالو

''اے حسین ، چالاک اور عقل مند عورت ! اب میری بات سن ۔
آدھی رات کو بازار سنسان ہوتے ہیں ، اس وقت میرے ساتھ شہر
میں چلنا ۔
اے حسین ، چالاک اور عقل مند عورت ! یہ تجھ پر کیا بیتی ؟
آج رات تو ہمارے ساتھ شہر کی سیر کر ۔
آج ہم شہر کے اندر جائیں گے ، میری بات سن لے ،
آج ہم جا کر شہر دیکھیں ، یہ میری تجویز ہے ؛
وہاں ہم رنگا رنگ مزوں سے لطف اندوز ہوں گے ،
ہمیں آج اس شہر کے اندر بہت سا کام ہے''۔

کانی سب رنگ

''اے شہر کے مالک راجا ! میں آپ کو بتائے دیتی ہوں ،
جیسے کوئی بادشاہ خود ہوتا ہے ، اسی مزاج کی اس کی رعیت
ہو جاتی ہے ؛
رعیت بھی وہی چال چلتی ہے ، جس پر راجا چل رہا ہوتا ہے ،
اس لیے آپ کو جو کام بھی کرنا ہو ، خوب سوچ سمجھ کر
کیجیے ۔
معلوم ہوتا ہے آپ آج کل محبت کے دیوتا کے زیر اثر مارے مارے
پھر رہے ہیں ۔
یہ کام نہ کیجیے ، ورنہ آپ کا یہ سارا جنم برباد ہو جائے گا ''۔

راجا رسالو

اے ہیرے کی کان عورت ! تو اپنی سب باتوں میں خوب ہوشیار
ہے ۔

میں تیری مرضی کے بغیر کوئی اچھا یا برا کام نہیں کروں گا ۔
میں یہ کام کروں گا اور اسے نہایت ہوشیاری سے سر انجام دوں گا ۔
سیلا دیئی کے محل میں جاؤں گا اور اس کی باتیں سنوں گا ،
میں آج سیلا دیئی کی پاک بازی کا اندازہ کروں گا ۔
چل، آج حسن کے مندر میں چلیں، آج میرا من کچھ ڈانوا ڈول ہے ۔

پہلی سہیلی[1]

''ہاتھی زنجیر تڑا کر دوسرے کے کھیت کی طرف جا رہا ہے ،
وہ ہوس کے زیر اثر مارا مارا پھرتا ہے اور دوسروں کے راز معلوم کرنا چاہتا ہے ۔
وہ دوسروں کے راز جاننا چاہتا ہے ، اے میری سہیلی سنو !
اس کے پاؤں میں سمجھ کی زنجیر ڈالو ؛
یہ عجیب نظارہ ہے کہ باڑ اپنا کھیت کھا رہی ہے ۔
تم اسے بہلا پھسلا کر روک لو تاکہ وہ آگے نہ جا سکے''۔

دوسری سہیلی[2]

''آپ کے اپنے باغ میں کیتکی اور زرد انار پک رہے ہیں
مگر آپ سؤا لے کر سینے کے لیے دوسرے کے علاقے میں جا رہے ہیں ،
دوسرے کے علاقے میں جا رہے ہیں ، راجا! آپ نے کہاں عقل کھو دی ؟
اگرچہ رنگ جدا جدا ہیں مگر مزا سب کا ایک ہے ،
کھانے کی اہمیت کوئی بھوکا ہی جان سکتا ہے ؛
ایک دن آپ کو ظلم اور انصاف سب کا حساب دینا ہوگا''۔

---

۱ - اب راجا سیلا دیئی کے محل میں پہنچ چکا ہے اور سیلا دیئی کی سہیلیاں اسے وہاں دیکھ کر آپس میں پہیلیوں میں باتیں کرتی ہیں ۔ مرتب

۲ - راجا رسانو سے مخاطب ہے ۔ مرتب

راجا رسالو

''رات کو چاندنی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ، جب کہ باغ میں
پھول خوب کھل رہے ہوں ؛
آج ہم چمن کی سیر کو جا رہے ہیں، وہاں باغ کی بہار دیکھیں گے۔
ہم آج چمن کے پھولوں کی بہار دیکھیں گے ؛
کیاری میں زعفران کھل رہا ہے ، ہم آج اسے دیکھنے آئے ہیں ۔
تو چاروں طرف پھر کر چنے ہوئے الفاظ لاتی ہے ،
تو ہمیں کیوں چھیڑتی ہے اور کیوں ہم سے جھگڑا مول
لیتی ہے ؟''

تیسری سہیلی

''آپ کے اپنے باغ میں کیتکی کے مہکتے ہوئے پھول کھل رہے ہیں ؛
جب سے آپ کے اندر ہوس نے سر نکالا ہے ، آپ سب دانائی
بھول گئے ہیں ۔
راجا دانائی کو بھلا نہ دیجیے ، اپنا چمن دیکھیے ۔
زندگی مہمان اور دنیا خواب کی مانند ہے ،
اس شہر کے اندر آپ کا وقار بہت بلند ہے ،
آپ اپنے اس وقار کی لاج رکھیے ، مجھ سے ناراض نہ ہوں ، میں تو
آپ کی باندی ہوں''۔

راجا رسالو

''اے نادان عورت ! تو ہمیں نصیحت کرتی ہے ؟
میں اپنی ان آنکھوں سے چاروں دیس دیکھ چکا ہوں ،
میں نے گوڑ[1] اور بنگالا سب ملک دیکھے ہیں ۔
اے بے سمجھ ! تو ہم سے مذاق کرتی ہے ؟
تجھے تو اپنے تن کی بھی سوجھ نہیں ،
تو کیا جانے کہ آج میرے من میں کیا ہے ؟''

چوتھی سہیلی

''راجا ! ہمارا کہا مانو اور اپنے محل کو واپس چلے جاؤ ۔

---

۱ - بنگال کا پرانا دارالخلافہ ۔ مرتب

اے راجا ! آپ کے چلن کو ایک دنیا جانتی ہے ؛
جو کچھ آپ کریں گے وہ فوراً عوام تک پہنچ جائے گا ۔
اے راجا ! آپ جہاں جاتے ہیں پاک دامنی ختم کر دیتے ہیں ۔
اے راجوں کے راجا ! آپ بہت بڑے راجا کہلاتے ہیں ،
آپ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ آپ سیلا کا دامن داغ دار کریں“۔

راجا رسالو

”میرے زیر سایہ سارا ملک سکھ کی بس رہا ہے ۔
ہم آج اسے ضرور دیکھنے جائیں گے ، اس سے تجھے کیا تکلیف ہے؟
تو کیوں اپنے بدن میں سخت چوٹ محسوس کر رہی ہے ؟
دیکھنا ، میں کل تیری خبر لوں گا ،
کل جب سورج نکلے گا ، اس وقت میں تجھے بلاؤں گا ،
اس وقت میں عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر تیرا انصاف کروں گا“۔

چوتھی سہیلی

”ہم نے تو اچھی بات کہی تھی مگر آپ ناراض ہو گئے ۔
اے راجا ! آپ الٹا ہمیں مورد الزام ٹھہرانے لگے،
اے راجا ! آپ آلٹا ہم پر الزام لگاتے ہیں ۔
ہر عمل نتیجہ خیز ہے اور اس کا بدلہ آگے جا کر مل جائے گا ۔
اے راجا ! آپ کیوں ناحق اپنی نیک نامی کو داغ دار کرتے ہیں ؟
آپ سیلا کو راہ راست سے بھٹکانے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے“۔

راجا رسالو

”اے اونچی ذات کی برہمن عورت ! مجھ سے فضول بحث نہ کر ۔
دنیا کا ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف ہے ،
ہر ایک اپنی دھن میں مست ہے ،
مجھے روک کر کیوں اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہی ہے ؟
تو اپنی مالکہ کے پاس جا اور میرا کام بنانے کی کوشش کر ،
اس جھگڑے کو مزید طول نہ دے“۔

راجا رسالو (دربان سے)

''اے اچھے دربان ! جلدی سے پھاٹک کھول دے ،
میں تیتر کی آواز سن کر فکر مند ہوا ہوں ؛
میں نے ایک تیتر کو بہت زور سے بولتے سنا ہے ،
مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں رہتاس نگر کی طرف روانہ ہوگیا ۔
اے بھائی! تو اسی وقت تالا کھول کر زنجیر اتار دے ،
دیکھ! میرا کیسا برا حال ہو رہا ہے؟''

دربان

''رانی جی ! اٹھیے ، جاگیے ، مجھے آپ سے کچھ کام ہے ؛
دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے جو مہتا کا نام لیتا ہے ،
اس نے مہتا کا نام لے کر مجھے آ جگایا ہے ،
وہ مجھے بار بار کہتا ہے کہ میں کواڑ کھول دوں ۔
وہ کہتا ہے : 'میں اس لیے واپس آ گیا ہوں
کیوں کہ میں نے تیتر کی منحوس آواز سنی ہے' ''۔

سیلا دیئی

''اے دربان! میرا کہا مان اور جا کر اس سے سارے حالات دریافت کر ؛
اس سے محل کا پتہ معلوم کر اور مجھے آ کر بتا ۔
اسے کہ کہ اگر وہ صحیح حالات بتا دے گا
تو شیش محل کے اندر اس کی پھولوں کی سیج اس کا انتظار کر رہی ہوگی ۔
اس طرح وہ آسانی سے تجھے اپنا بھید بتا دے گا ۔
اب تو جلدی سے جا کر اس سے اس کے حالات دریافت کر ، دیر نہ لگا ''۔

دربان

اگر تم خود مہتا ہو ، اگر تم خود راجا کے وزیر خاص ہو
تو شیش محل کے اندر پھولوں کی سیج تمھارا انتظار کر رہی ہے ،

شیش محل کے اندر تمھارے لیے پلنگ بچھا ہوا ہے ،
اس لیے اب تم ہمیں راز کی خبر دو اور جملہ حالات سے
آگاہ کرو ۔
شیش محل کے اندر کیا کیا چیزیں پڑی ہیں ؟ مجھے ان کے نام
بتاؤ
تاکہ میں کواڑ کھول دوں اور تم محل کے اندر آ جاؤ"۔

طوطا[1]

"اے راجا ! میں نے تجھے کتنا سمجھایا ہے کہ خواہ مخواہ خراب
نہ ہو ،
اب کیوں خاموش کھڑا ہے ؟ اسے جواب دے ۔
اسے جواب دے ، تو نے کہاں اپنی عقل کھو دی ؟
اچھا میں تجھے جواب سمجھائے دیتا ہوں ،
اسے کہ دے : 'فلاں طاق پر میری حساب کی کتاب ہے
اور کھونٹی کے پاس میرا جڑاؤ قلم دان پڑا ہے' "۔

راجا رسالو

"اے اچھے دربان ! میں تجھے سب کچھ بتاتا ہوں ؛
وہاں طاق کے اندر سوا لاکھ کا حساب رکھا ہے ۔
پیارے ! وہاں سوا لاکھ کا حساب ہے ، تو اسے خود جا کر
دیکھ سکتا ہے
اور اس کے پاس میرا قلم دان پڑا ہے ۔
وہ صندلیں کھونٹی جس کے پاس قلم دان ہے ، شمال کی جانب ہے
اور اس کے پاس میری خوب صورت سیج بچھی ہے"۔

دربان

اے سیلا ! اے ساہوکار کی ہوشیار اور دانش مند بیٹی !
وہ محل کا بھید تو نہیں بتاتا البتہ تین باتیں بیان کرتا ہے ۔
اس نے مجھے صرف تین راز بتائے ہیں :

---

۱ ۔ راجا رسالو سے ۔ مرتب

ایک یہ کہ حساب کتاب کے کاغذات طاقچے میں ہیں ،
دوسرے یہ کہ سیج شمال کی جانب بچھی ہوئی ہے
اور تیسرے یہ کہ پاس اس کا جڑاؤ قلم دان ہے''۔

سیلا دیئی

''اے اچھے دربان! سن، اس نے یہ تینوں باتیں صحیح بیان کی ہیں،
تو اس کے لیے تالا کھول دے ، وہ راجا کا خاص وزیر ہے ؛
وہ خود مہتا ہے جب ہی سارے راز بتا رہا ہے ۔
تو جلدی سے دروازہ کھول ، کہیں دیر نہ ہو جائے ۔
اس نے سچی بات کہی ہے اور تینوں راز بتا دیے ہیں ،
ضرور کوئی بد شگونی ہوئی ہے جو وہ اس طرح واپس آگیا ہے''۔

دربان

''میں سیلا دیوی کے حکم سے پھاٹک کھول دیتا ہوں
مگر مجھے اس کی باتیں مہتا شاہ کی سی معلوم نہیں ہوتیں -

اے میرے حاکم ! تمھاری باتیں مہتا کی سی نہیں ہیں
مگر تم سے راز کی باتیں سن کر میں مجبور ہوگیا ہوں ۔
میں پھاٹک تو کھول دیتا ہوں ، خدا میری جان کا محافظ ہو !
مگر چال ڈھال سے تم مجھے چور معلوم ہوتے ہو''۔

طوطا[۱]

اے راجا! قدم آگے بڑھا ، اب زیادہ سوچ بچار نہ کر ،
یہ محل میں شیشوں کی جھلک ہے ، پانی کی چمک نہیں ۔
اے دانش مند راجا سن ! یہ پانی کی چمک نہیں ،
یہ آئینے کی جھلک ہے جو پانی کی طرح نظر آرہی ہے ۔
اب تو اسے دور سے کھڑا نہ دیکھ ، میں تجھے رام کی دوھائی
دیتا ہوں ،
بلکہ آگے قدم بڑھا کر پلنگ کے اوپر جا بیٹھ''۔

۱۔ راجا کو شیش محل کے سامنے متذبذب دیکھ کر ۔ مترجم

راجا رسالو[1]

''اے چراغ ! میری بات سن ، تیری لو بہت مدھم ہے ،
کیا تجھ میں تیل نہیں ؟ یا تو کسی احمق ھی کے ھاتھ میں
جلتا ہے ؟
مجھے تیری روشنی بہت مدھم نظر آتی ہے ،
تو اپنے دل میں کیا سوچ رہا ہے ؟ تو کچھ خوش نظر
نہیں آتا ،
تو تو آج ایسے جل رھا ہے جیسے کوئی غم کا مارا ھو''۔

چراغ

اے راجا ! مجھ سے سن ، کیوں میری روشنی اس طرح کم ھوئی ۔
میں مہتا کے ھاتھ میں بہت خوش رہتا ھوں
اور اسی کے ھاتھ میں مجھے روشنی دینے کا لطف آتا تھا ۔
اس کے ھاتھ میں میری جوت پیاری روشنی دیتی ہے ۔
میری بات مان لے ، اس وقت محلوں کا مالک یہاں موجود نہیں ۔
اگرچہ تو یہاں موجود ہے ، مگر محل سونا نظر آتا ہے''۔

راجا رسالو

''اے دیے ! تو بے سمجھ ہے جو ایسی غصے کی باتیں کر رھا ہے ،
مجھ جیسے راجا کو چھوڑ کر تو ایک بنیے کے ھاتھ میں
جلتا ہے ؛
جس مہتا پر تو اتنا فخر کرتا ہے ،
وہ تو میرا ایک ادنیٰ ملازم ہے ۔
اے دیے! تیری عقل کیوں کھوئی گئی ؟
حالاں کہ مہتا کے مقابلے میں میں تیرا بہت خیال رکھ سکتا ھوں''۔

طوطا

''اے راجا! تو تخت پر بیٹھ کر خوب انصاف کرتا ہے :
سوچ تو ، کیا تو پرائی سیج پر بیٹھنے سے ایک معزز آدمی

---

۱ - چراغ سے - مرتب

کے درجے سے گر کر چور تو نہ ہو جائے گا ؟
آخر تو کیوں چور بنتا ہے ؟ تو نے کیوں اپنی ساری عقل کھو دی ؟
تو نے کیوں آج سیلا کا باغ اجاڑنے کی ٹھان لی ؟
آج اس کا گھر بار سونا ہے ، آج یہ محل خالی پڑا ہے ۔
دوست! مہتے کے بغیر آج یہاں تیرا وقار خطرے میں ہے ۔
تو دیے سے کیا کہتا ہے ؟ وہ آج کیوں روشنی دے ؟
تو یہاں کیوں آیا ہے ؟ آخر تیرا یہاں کام کیا ہے ؟
اے راجا ! یہاں بھلا تیرا کون سا کام رکا پڑا تھا ؟
اس محل میں آ کر تو نے اپنی ساری دانش مندی کھو دی
اور یہاں آنے سے تیری اپنی شہرت خراب ہوئی''۔

راجا رسالو[1]

''ولیا آنے والوں کو خوش آمدید کہتے ہیں اور پیر اپنے مہمانوں کو عزت سے بٹھاتے ہیں ؛
جو آنے والوں کا خیر مقدم کریں ، نہ انہیں بیٹھنے کے لیے کہیں ، وہ لوگ بے پیر اور کافر ہیں ۔
اے پیاری ! وہی لوگ کافر اور بے پیر ہیں
جو اپنے گھر میں آنے والوں کی عزت نہیں کرتے ۔
اے سیلا رانی ! میں تیرے دروازے پر آیا ہوں ،
تو اپنی زبان سے مجھے مخاطب کر اور مجھ سے کوئی شیریں بات کہ''

سیلا دئیی

اے راجا ! تو میرے محل میں کیوں آیا ؟ تو نے اپنے دل میں کیا سوچا ؟
اس وقت ساہوکار ، جس سے تیرا پیار ہے ، وہ تو گھر پر موجود نہیں !
جس سے تیرا پیار ہے وہ تو سفر پر گیا ہوا ہے ۔

---

۱ - سیلا دیئی سے - مرتب

یوں رات کے وقت آنے سے تیرا مقصد کیا ہے ؟
تو راجوں کا راجا ہے ، تیرے لیے یہ دنیا ہیچ ہے ،
اس طرح مکر و فریب میں پڑ کر کیوں اپنا دھرم گنواتا ہے "۔

راجا رسالو

شہدا شہدے سے ملتا ہے اور چور چور کا ساتھی ہوتا ہے ۔
اے سیلا ! تیری پاک دامنی کا شہرہ سارے شہر میں ہے ۔
اے سیلا ! ساری نگری میں تیری شہرت ہے ۔
تیری شہرت سن کر میرا دل چاہا
کہ یہاں آ کر تیری صورت دیکھوں اور معلوم کروں کہ
یہ تو نے پاک دامنی کیسے حاصل کی ،
اس لیے آج میں تیرے محل میں آیا ہوں"۔

سیلا دینی

"کسی کی پاک دامنی تیرے کس کام آئے گی ؟
دنیا کا ہر شخص اپنی پاک دامنی ہی سے کنارے پر پہنچ سکتا ہے ،
ہر شخص اپنے عمل کا پھل پاتا ہے ۔
اس دنیا کا یہی دستور ہے کہ جیسے کوئی کرتا ہے ویسے بھرتا ہے ۔
اے راجا ! اپنے گھر جا ،
ہم پہلے ہی مصیبت زدہ ہیں ، ہماری شہرت کو داغدار نہ کر"۔

راجا رسالو

"بنانے والے نے دنیا کو خوب صورت بنایا اور ہمیں اس سے لطف اندوز ہونے کے لیے آنکھیں عطا کیں ؛
میں تجھے دیکھے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا ، ست گورو کی قسم کھا کر کہتا ہوں ۔
جس شخص کا کوئی گورو نہ ہو اور جو معرفت سے خالی ہو ، اس کے لیے دیکھنا نقصان دہ ہے ،
ورنہ خالق نے سورج چاند دیکھنے ہی کے لیے بنائے ہیں ۔

ساری رعایا ایک دوسرے کو دیکھ دیکھ کر ہی اپنا طرز عمل
معین کرتی ہے ،
اس لیے اے سیلا پیاری ! تو مجھے آج اپنا چہرہ دکھا دے"۔

سیلا دیئی

"اپنے محل کو چلا جا ، یہاں مجھ سے بحث نہ کر ۔
تجھے وہ درشن دے ، جو تیری عورت ہو ،
تو اسے جا کر دیکھ ، جو تیری نار ہے ،
مجھ سے چھیڑ نہ کر ، نہ اس جھگڑے کو طول دے ۔
میرا خاوند جو میرے گھر کا مالک ہے ، وہ پردیس گیا ہوا ہے
اور تو خالی گھر دیکھ کر یہاں آ گیا ہے"۔

راجا رسالو

"سہتا مجھے اپنے منہ سے بار بار کہہ گیا تھا :
'میرے گھر کی خبر گیری رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا ،
میرے گھر کی حفاظت رکھنا ، یہ خالی پڑا ہے
اور رات کے وقت وہاں اپنا پہرا رکھنا ،
خواہ اپنے گھر پر کتنا ضروری کام ہو'۔
یہی وجہ ہے جو میں اس وقت تیرے پاس آیا ہوں"۔

سیلا دیئی

"اے راجا ! یوں ہی من گھڑت باتیں نہ کر ،
جھوٹی بات کہنے سے چوگنا گناہ ہوتا ہے ؛
تجھے اس سے سخت گناہ ہوگا اور کچھ ہاتھ نہیں آئے گا
اور تیرا یہ سارا جنم ضائع ہو جائے گا ۔
کیا گورو گورکھ ناتھ نے تجھے یہی سبق دیا ہے ؟
کہ تو نے یہاں میرے محل کے اندر آ کر مجھ سے دغا بازی
شروع کر دی ہے ؟"

طوطا

"اے راجا ! تیری عقل کیوں کھوئی گئی ؟ تو نے اپنی سمجھ
کہاں گنوا دی ؟

میری بات مان لے اور اپنا ناپاک ارادہ ترک کر دے۔
اے میرے اچھے راجا ! میری بات مان لے ،
نیک نیتی اختیار کر اور اپنا سارا جنم سنوار لے ۔
یہ پاک دامن سیلا ہے اور تو گورو گورکھ کا چیلا ہے ،
اسے دیوی سمجھ اور اسی طرح اس سے پیش آ "۔

راجا رسالو

"اے سیلا ! بحث چھوڑ دے اور دروازہ کھول دے ،
میں اپنے اور تیرے درمیان سچے خالق کو گواہ ٹھہراتا ہوں ۔
سچے خالق کو گواہ ٹھہراتا ہوں ۔ میری بات مان ،
میرے دل میں کچھ دغا ، فریب یا پاپ نہیں ۔
اے میری بہن ! تو ذرا میرے پاس تو آ ،
میں رام کو درمیان رکھ کر تیری قسم کھاتا ہوں"۔

سیلا دیئی

"اے راجا ! اس وقت تو جو کچھ کہ رہا ہے ، پھر اپنا یہ قول
تجھے یاد نہیں رہے گا ؛
تو نے پانی میں آگ لگا کر مجھے برباد کر دیا ہے ۔
تو نے ہمیں کسی خطا کے بغیر برباد کر دیا ،
تو نے یہاں آ کر میرے باغ و چمن کو اجاڑ دیا ۔
اگر تو نے سچ کہا ہے ، پھر تو میرا بھائی ہے ،
بھگوان میری حفاظت کرے ــــ وہ جو لامحدود ہے !"

راجا رسالو

"میں تیری پاک دامنی کا پھول دیکھنے کے لیے تیرے دروازے
پر آ گیا ہوں ،
اس کے علاوہ مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں کیوں کہ تو میری
دھرم بہن ہے ۔
اے راج دلاری ! سن ، اس کے علاوہ مجھے اور کوئی کام نہیں ،
میرے دل میں سہتا کی بات پختہ ہو چکی ہے ۔
تو بس میری یہ سوا لاکھ کی انگوٹھی رکھ لے ،

آج سے تو میری بہن ہے اور میں تیرا بھائی''۔

سیلا دیئی

''مجھے تیرے ہاتھ کی انگھوٹھی نہیں چاہیے ۔
یہ انگوٹھی مجھے اس وقت دینا جب میرا خاوند یہاں موجود ہو ،
جب ساھوکار آ جائے اس وقت یہ انگوٹھی دینا ۔
اس وقت میرے سامنے انگوٹھی کا نام تک نہ لے ۔
اسی فکر میں میری جان سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہے
کہ جب میرا خاوند آئے گا اس وقت یہ معاملہ میرے لیے بھاری
مصیبت کا سبب بن جائے گا''۔

راجا رسالو

''سیلا دیئی ! تو میرے یہاں آنے سے کیوں ڈرتی ہے ؟
میں مہتا کے سامنے کوئی بحث و تمحیص نہیں کروں گا
اگر مہتا یہاں آ جائے تو تو بھی مجھ سے تکرار نہ کرنا ۔
میں تجھ سے تیرے ھی فائدے کی بات کر رھا ہوں ۔
اے سیلا ! اگر تو نے آج میری بات مان لی
تو تیری عزت ھمیشہ کے لیے محفوظ رہے گی''۔

سیلا دیئی

''تو اپنی حفاظت کی فکر کر ، میرا محافظ بھگوان ہے ۔
مجھ کو یوں نظر آتا ہے کہ بھگوان میری جان کا نذرانہ چاھتا
ہے ۔
اگر تو نے اپنی مرضی کرنے کی کوشش کی تو سمجھ لے کہ اس
کے ساتھ میری جان بھی جائے گی ،
پھر ایسا کرنے سے تیرے ھاتھ کیا آئے گا ؟
تو نے مجھے برباد کر دیا ، وہ میری کھال ادھیڑ دے گا
اور مجھے رسی سے باندھ کر الٹا لٹکا دے گا''۔

طوطا (راجا رسالو سے)

''صبح نمودار ھوئی ، دنیا جاگی ، اب تو یہاں سے چل دے ۔

اے راجا ! اب جلدی سے اپنے گھر جا اور دربار میں پہنچ ۔
تو نے اسے یوں ہی مورد الزام ٹھہرایا ۔
خود ہی تو نے اس کے خاوند کو دھوکے سے پردیس بھیجا
اور خود ہی اس کے نوکر کو فریب دے کر گناہ کا مرتکب ہوا ۔
تو نے مرد کے جنم میں آ کر اپنی اس زندگی کو رائگاں کر دیا ،
تو نے مرد کا بدن پا کر بھی اس سے اپنے اس جنم کو سپھل کرنے کی بجائے اسے ضائع کر دیا ''۔

طوطا (سیلا دیئی سے)

اے پاک دامن خاتون ! اس درویش پرندے کی بات سن ۔
میں اس راجا کا قیدی ہوں اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہوں ،
میں ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہوں ؛ اس کے سوائے میرے لیے اور کوئی چارہ نہیں ،
میں خود پنجرے کے اندر بے کس اور مجبور ہوں ۔
یہ تیری اہمیت نہ سمجھ سکا اور اس نے تجھے غلط الزام دیا ۔
اے رانی ! تقدیر کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے ؟''

سیلا دیئی

''اے باندی ! دربان کے پاس جا اور اسے یہ بات اچھی طرح سے سمجھا دے ۔
اگر شاہ[1] واپس آ کر دریافت کرے تو وہ اسے یہ واقعہ نہ بتائے ،
وہ اسے یہ واقعہ ہرگز نہ بتلائے ، میرے کہے پر عمل کرے
کیوں کہ اسی میں میری خیریت ہے ۔
تقدیر کے ہاتھوں مجھ سے سخت دھوکا ہوا ؛
اب اگر وہ اس راز کو افشا نہ کرے ، تب میری جان بچتی ہے''۔

باندی

''اے بھائی دربان ! سن ، سیلا دیئی نے یوں کہلا بھیجا ہے :

---

۱ ۔ مہتا ۔ ساہوکاروں کو بالعموم شاہ کہا جاتا ہے ۔ مترجم

’اچھی طرح غور کرنے کے بعد میری بات پر عمل کر۔
میری بات مان ، مجھ سے بہت بڑا فریب کھیلا گیا ہے
لیکن اس میں سب سے پہلے تیرا قصور ہے‘۔
اب سیلا پیاری یہ کہتی ہے :
’اگر تو اس راز کو افشا نہ کرے ، تب ہماری جان بچتی ہے ‘ ’’۔

دربان

’’جو کچھ سیلا دیئی نے کہا ہے میں اسے تہ دل سے تسلیم کرتا ہوں۔
سب لوگ اپنی تقدیر سے مرتے ہیں ، میں دوسروں کی آئی مر رہا ہوں۔
میں اس کے کیے کے باعث مر رہا ہوں ، یہی میری تقدیر ہے۔
میں اپنا فرض بجا نہ لا کر غلطی کا مرتکب ہوا ،
اس نے مجھے چابی دے کر مجھ پر بھاری ظلم کیا ،
اب معاملہ بگڑے گا اور سخت رسوائی ہوگی‘‘۔

باندی

’’سیلا دیئی ! وہ دربان اپنی زبان سے یوں کہتا ہے :
’میں نے سیلا دیئی کے حکم سے اپنی جان کو خطرے میں ڈالا ہے۔
میں نے تالا کھول کر اپنی جان گنوا دی۔
اگر لالہ[۱] آ کے پوچھے تو میں اسے کیا جواب دوں گا ؟
اے رانی ! اس میں میرا کچھ قصور نہیں ،
تقدیر کے لکھے کو بھلا کون مٹا سکتا ہے‘ ؟‘‘

پنہاری[۲]

’’تو کس ملک کا رہنے والا ہے اور کس دربار سے تعلق رکھتا ہے ؟

---

۱ - لالہ بھی ساہوکار کے لیے عام استعمال ہوتا ہے۔ مترجم
۲ - منظر بدلتا ہے ، اب مہتا رہتاس پہنچ چکا ہے اور ایک پنہاری اسے مسافر سمجھ کر اس سے بات کر رہی ہے۔ مرتب

اے ساھوکار ! تو اپنا گھر بار چھوڑ کر یہاں کیسے آیا ھے؟
اے ساھوکار ! تو یہاں کس کام کے لیے آیا ھے ؟
ساھوکاروں کے سارے کام تو چٹھیوں سے سرانجام پاتے ھیں ،
تو نے اپنا گھر چھوڑنے میں عقل سے کام نہیں لیا ؛
اب یہاں پردیس میں آ کر سارا مارا پھر رھا ھے''۔

مہتا

''سیالکوٹ میرا وطن ھے ، وھیں میرا عالی شان مکان ھے ،
راجا رسالو وھاں کا فرماں‌روا ھے ۔ اسی نے مجھے یہاں کام سے بھیجا ھے -
اس نے مجھے یہاں کام سے بھیجا ھے کہ میں یہاں سے اس کے لیے گھوڑے خرید کر لے جاؤں ۔
اس نے مجھے نو کروڑ روپے کے توڑے گن کر دیے ھیں
تاکہ جب مجھے یہاں سے صبا رفتار گھوڑے مل جائیں
تو میں انھیں لے کر اس کے پاس پہنچ جاؤں''۔

پنہاری

''اے غرور کے باعث اپنے سر کو اونچا رکھ کے چلنے والے !
تو کسی احمق استاد کے مدرسے میں پڑھا ھوا معلوم ھوتا ھے ۔
جن گھوڑوں کو خریدنے کے لیے تو یہاں پھر رھا ھے ، وہ تیرے اپنے اصطبل میں موجود ھیں ؛
وہ گھوڑے تیرے اپنے اصطبل میں بندھے ھوئے ھیں
اور تو دوسرے ملک میں مال کے توڑے لیے پھر رھا ھے ۔
''اے مہتے ساھوکار ! سن ، تجھے عقل کی بات بتاؤں ،
تو نے غلط لالچ کیا جو یہاں پردیس میں آ گیا ''۔

مہتا (پنہاری سے)

''اچھا میں اپنے وطن کو واپس جاتا ھوں ، تو میرا آخری سلام لے لے -
اگر میرے متعلق کوئی کام ھو تو مجھے چٹھی میں لکھ کر بھیج دینا ۔

ہمارے متعلق کچھ کام ہو تو ہمیں لکھ بھیجنا
اور ہمارے اور اپنے درمیان رام نام کا ناطہ سمجھنا ۔
اب میں اپنے گھر کو روانہ ہوتا ہوں ، مجھ پر اپنی نظر کرم رکھنا ۔
میں رھتاس نگر کو دعا دیتا ہوں : یہ بستی ہمیشہ آباد رہے !''

مہتا[۱]

''اے دربان ! سچی بات کہنا اور سچے الفاظ منہ سے نکالنا ۔
میری عدم موجودگی میں تو نے اپنا کام کیسی ہوشیاری سے سرانجام دیا ؟
اے بھائی ! تو میرے بعد کیسا چوکس رہا ؟
مجھے اب سچ سچ سارے حالات بتا دے ۔
کیا کبھی راجا بھی پھرتا پھراتا اس طرف آیا تھا ؟
میں اسے کہہ گیا تھا : 'میرے گھر میں کوئی نہیں' ''۔

دربان

''میں نے ساری ساری رات جاگ کر چوکسی سے پہرا دیا
مگر تقدیر کے ہاتھ نے قسمت کی جو لکیریں لکھ دی ہیں وہ مٹ نہیں سکتیں ۔ تقدیر کے قلم کو رب نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے ،
اسے کون مٹا سکتا ہے ؟ کسی میں یہ طاقت نہیں ۔
تم خود راجا سے کہہ گئے تھے : 'میرے گھر میں کوئی نہیں'۔
ایک روز راجا پھرتا پھراتا اِدھر آ نکلا تھا''۔

مہتا

''سیلا دیئی ! میری بات مانو ، میرے دل میں شبہ پڑ گیا ہے ۔
راجا ضرور کوئی چالاکی کر گیا ہوگا ، وہ تمہارے پاس آیا تھا ۔
وہ عیاری سے تمہارے پاس پہنچ گیا تھا ،

---

۱ - اب واپس گھر پہنچ کر دربان سے بات کر رہا ہے ۔ مرتب

تم میرے بدن پر ھاتھ[1] رکھ کر سچی بات بتا دو ۔
اے سیلا رانی ! آج ھمیں سچی بات بتا دو ؛
کیا وہ فریبی مکر و فریب سے تمھیں دھوکا تو نہیں دے گیا ؟''

سیلا دیئی
''میں تمھارے بدن پر اپنا ھاتھ نہیں رکھوں گی ۔ اے میرے خاوند
سنو !
میری پاک دامنی کا محافظ خود سچا پروردگار ھے ،
وہ سچا مالک میری عفت کا شاھد ھے
جس نے سونے گھر میں میری حفاظت کی ۔
ان محلوں کے اندر راجا ھرگز نہیں آیا ،
تمھارے دل کے اندر یہ غلط وسوسہ چھا رھا ھے''۔

مہتا
''اے ھربھج شاہ کی بیٹی ! کیوں جھوٹ بولتی ھو ؟
کیا یہ انگوٹھی آسمان سے محل کے اندر آ گری ھے ؟
یہ انگوٹھی یہاں گری پڑی ھے ، یہ کیسے یہاں آ گئی ؟
اس انگوٹھی کو میرے محل کے اندر کون لایا ؟
تم اب میری اتنی سی بات مان لو
کہ جو کچھ تم پر گزری ھے ، وہ سب سچ سچ بیان کر دو''۔

سیلا دیئی
''تم تو گھوڑے لینے کے لیے رھتاس نگر چلے گئے تھے
اور میں اس محل میں اکیلے بیٹھ کر دن اور راتیں کاٹتی رھی ۔
میں نے یہ راتیں اور دن بڑی مشکل سے کاٹے ھیں ،
اب تم مجھ کو ناحق رسوا کرنے ھو ۔
یہ دھی لگی انگوٹھی میرے محل کے اندر آ گری تھی،
اسے ایک کوا یہاں لا کر پھینک گیا تھا''۔

مہتا
''اے ذلیل عورت ! کیوں جھوٹ بولتی ھو ؟ سنو :

---

[1] ۔ قسم کھانے کا طریقہ ۔ مرتب

کیا کوا انگوٹھی کو سیج میں رکھ جاتا ہے ؟
مجھے بتاؤ کہ اس انگوٹھی کو سیج کے اندر کس نے رکھا ؟
اگر تم زندہ رہنا چاہتی ہو تو مجھے سچ سچ ساری بات بتلا دو
ورنہ میں چابک اٹھا لوں گا
اور کوڑے مار مار کر تمھاری کھال ادھیڑ دوں گا ''۔

سیلا دیئی

''مجھے کیوں کوڑے مارتے ہو ؟ کیوں میری جان کو ترساتے ہو ؟
سچی بات یہ ہے کہ راجا تمھارا نام لے کر محل کے اندر آ گیا تھا ،
جوں ہی راجا محل کے اندر داخل ہوا ،
میں کھڑکی میں بیٹھی تھی ، میں نے اسی وقت اس کے پٹ بند کر لیے ۔
اس نے کہا : 'اے بہن ! میری انگوٹھی لے لو'۔
میں نے اسے جواب دیا : 'یہ انگوٹھی ساہوکار کو دینا'۔
اس نے جاتے ہوئے مجھ سے فریب کیا
کہ خاموشی سے اپنی انگوٹھی پلنگ پر چھوڑ گیا''۔

مہتا

''اے باندی ! اس کے زیور چھین لے اور اسے سہاگ کے تمام نشانات سے محروم کر دے ،
اسے بیوہ کا لباس پہنا دے تاکہ یہ محل میں کوے اڑاتی پھرے ۔
محلوں کے اندر یہ کوے اڑاتی پھرے
اور چوبیس گھنٹوں میں اسے ایک بار کھانا دے ۔
جس شخص نے عورت پر اعتماد کیا اس نے ضرور دنیا میں شکست کھائی ۔
اے سیلا ! تم نے جھوٹ بول کر میرے گھر کا سارا سکون برباد کر دیا ''۔

سیلا دیئی[1]

''اے موھن بھاٹ[2] ! سن ، میں اس شاہ کی بیٹی ھوں ---
جس نے مال و دولت سے لدے ھوئے اونٹ میرے جہیز میں دیے
تھے ، اس نے مال سے لدے ھوئے ساٹھ اونٹ دیے تھے اور شادی
کی ساری رسوم اچھی طرح سرانجام دی تھیں ۔
اب دیکھ ، اس گھر میں میری کیا حالت ھو رھی ھے ،
تجھے کیا اپنی مصیبت کی داستان سناؤں ؛
بس تو اتنا کر کہ آج میرے ماں باپ کو میری حالت کی اطلاع
دے دے''۔

موھن بھاٹ[3]

''اے بیٹی ! شیش محل میں جا کر سیلا دیئی سے مل
اور اس سے اس کے دل کی بات پوچھ آ ؛
اس سے اس کے دل کی بات پوچھ آ اور یہاں آ کر مجھے اس کی
اطلاع دے ۔
مصیبت کی ماری سیلا اپنے ھوش و حواس کھو چکی ھے ۔
تو جلدی سے جا کر دیکھ کہ اس پر کیا ظلم ھوا ،
اس نے کیوں خاوند کے ھوتے ھوئے بیوہ کا لباس پہن لیا ؟''

بھاٹ کی بیٹی

''اے میرے پتا ! میں اسی وقت سیلا دیئی کے پاس جاتی ھوں
اور معلوم کرتی ھوں کہ اس پر کیا مصیبت آ پڑی ھے تاکہ ھم
اس کی مدد کر سکیں''۔

''اے راج دلاری[4] ! تم کس مصیبت میں مبتلا ھو گئی ھو۔ ھمیں
بتاؤ تاکہ ھم تمھارے کام آئیں ۔

---

۱ - اپنی رسوائی کے دنوں میں ۔ مرتب
۲ - بھاٹ کو خاندان کا اعتماد حاصل ھوتا تھا ۔ مرتب
۳ - اپنی بیٹی سے ۔ مرتب ۴ - سیلا دیئی سے ۔ مرتب

تم نے بناؤ سنگھار کو کیوں خیرباد کہ دیا ؟
اور کیوں خاوند کے جیتے جی میلا لباس پہن لیا ؟
مجھے اپنے دل کا حال بتاؤ
تاکہ میں جا کر تمھاری مصیبت کا حال اپنے باپ سے بیان کروں''۔

سیلا دیئی

''اے موھن بھاٹ کی بیٹی ! میری بات سن :
کاغذ اور قلم دوات لے آ تاکہ میں اپنے ھاتھ سے چٹھی لکھ دوں ،
میں اپنے ھاتھ سے لکھوں کہ 'میں سخت مصیبت میں مبتلا ھوں ،
میں اس قدر تکلیف میں ھوں کہ آج مجھے زندگی سے موت پیاری ھے ۔
میں یہ ملک چھوڑنا چاھتی ھوں کیوں کہ یہاں میری قدر نہیں جانی گئی ۔
آج اس جگہ مجھے رات دن میں ایک بار کھانا اور پانی دیا جاتا ھے ،
یہاں میری پاک دامنی پر جھوٹا الزام لگایا گیا ھے
اور مجھے کوڑوں سے اتنا مارا گیا ھے کہ میرا بدن سوج گیا ھے ۔
اب تو جلدی سے میرا اتنا سا کام کر دے
کہ میری یہ چٹھی میری ماں تک پہنچا دے''۔

بھاٹ کی بیٹی[1]

''سیلا دیئی نے مجھے کاغذ کا یہ پرزہ دیا ھے اور مجھ سے کہا ھے :
'میری یہ چٹھی خود جا کر میری ماں کے ھاتھ میں دے آ ،
میری ماں کے ھاتھ میں میرا یہ خط دے دے ؛
میں بےچینی سے تڑپ رھی ھوں اور میرا بڑا حال ھے ۔
یہاں میری قدر نہیں پہچانی گئی اور مجھ پر غلط الزام لگایا گیا ھے
اور چوبیس گھنٹوں کے بعد مجھے پینے کے لیے پانی دیا جاتا ھے''۔

---

۱ - اپنے باپ سے ۔ مرتب

موہن بھاٹ[1]

''اے ہربھج شاہ ! تم اس وقت اگر سین[2] کی اولاد میں
سربرآوردہ ہو ،
سیلا دیئی نے مجھے ایک خط دیا ہے جسے میں بھاگم بھاگ یہاں
لایا ہوں ۔
شاہ جی ! میں وہ خط بھاگم بھاگ لایا ہوں کیوں کہ میں گھبرا
گیا تھا :
جب محل میں سیلا دیئی کا برا حال ہوا تو اس نے مجھے یاد کیا ،
اس نے مجھے یہ خط لکھ کر دیا اور ساتھ ہی اپنے حالات بتائے
اور آپ کے لیے یہ پیغام دیا : 'پتا جی ! موت میرے سر پر کھڑی
ہے ،
اگر مجھ سے ملنا ہو تو مل لیجیے' ''۔

ہربھج شاہ

''اے بھاٹ کے بیٹے موہن ! مجھے میری بیٹی کا حال بتا ،
سیلا کے گھر میں اس پر کیا مصیبت آ پڑی ہے ؟
اس پر یہ کیا مصیبت آ پڑی ؟ وہ کیوں اس طرح ظلم کا شکار
ہو گئی ؟
اے موہن بھاٹ ! تو مجھے سارے حالات بتا دے ،
سیلا سے کیا ایسا بھاری گناہ سرزد ہوا
یا سہتا پر کیا اتنی بڑی مصیبت آ پڑی ؟''

موہن بھاٹ

''شاہ جی ! میں کیا کہوں ، مجھ سے کچھ کہا نہیں جاتا ،
سیلا بیٹی کی حالت دیکھ کر میں بہت گھبرا گیا ہوں ۔
شاہ جی ! میں اسے دیکھ کر بہت گھبرا گیا ہوں ؛ اس نے بیوہ
کا سا لباس پہن رکھا ہے ،
نہ سولہ سنگار ہیں ، نہ سرخ ساڑی ۔

---

۱ - سیلا دیئی کے باپ سے ۔ مرتب
۲ - بنیوں میں سے اگروال اگروہا کے رہنے والے بتائے جاتے ہیں۔ ممکن ہے
یہ اگرسین مسلمانوں کے عہد سے پہلے اگروالوں کا سردار ہو۔ مرتب

مہتا نے اس پر کوئی الزام لگایا ہے اور اس کا کھانا بند کر دیا ہے
اور کوڑے مار مار کر اس کی کھال ادھیڑ دی ہے"۔

لچھمی نارائن[1]

"میرے پاس ڈھیروں مال و دولت جمع ہے ،
چلو سیالکوٹ جا کر مہتا کو گرفتار کر لیں ؛
مہتا کو گرفتار کر لیں اور اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں ۔
اس نے میری سیلا جیسی بہن کی یہ حالت کر دی ہے کہ وہ کوے[2] اڑاتی پھرتی ہے ۔
پتا جی ! اب دیر نہ کیجیے ، تیاری کیجیے
تاکہ مہتا کو گرفتار کر کے اگروہا[3] لے آئیں"۔

ہربھج شاہ

"جس کو اپنی بیٹی کا رشتہ دے دیا ، اس کے پاؤں تلے اپنی عزت آ جاتی ہے ۔
اے میرے لال ! مہتا سے دشمنی کرنا ہمیں کسی طرح زیب نہیں دیتا ،
یہ دشمنی ہمارے لیے کسی طرح مناسب نہیں ؛
ہم بیٹی کے باپ ہیں ، ہم سب مل کر اس کے پاس پیدل جاتے ہیں ،
سیالکوٹ ہماری منزل مقصود ہے ۔
وہاں پہنچ کر ہم سیلا سے اس کی ساری مصیبت کی داستان سنیں گے"۔

---

۱ - سیلا کا بھائی ۔ مرتب

۲ - کوے اڑا کر کسی آنے والے کا شگون لیا جاتا ہے ۔ کوے اڑانا محاورہ ہے ، اس سے یہ مراد ہے کہ وہ شخص ایسی مصیبت میں ہے کہ اسے ہر لمحہ یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی آئے اور اسے اس مصیبت سے نجات دلائے ۔ مترجم

۳ - اگروہا کے نشانات حصار کے قریب ملتے ہیں ۔ اسے ۱۱۹۴ء میں شہاب الدین غوری نے تباہ کیا تھا ۔ مرتب

لچھمی نارائن

''اے باپ ! مسلح فوج کے ساتھ پوری تیاری کیجیے ۔
مہتا جیسے ساہوکار کو ہم اپنا پیش خدمت بنا کے رکھیں گے ،
ہم اسے اپنا پیش خدمت بنا کے رکھیں گے ، جو بھی وہ مہتا ہے ۔
بھاٹ آپ کے سامنے کہ رہا ہے کہ اس کے گھر میں ہماری بہن
کوے اُڑاتی پھرتی ہے ،
اے باپ ! یہ چار دن کی زندگانی ہے ، دنیا میں کوئی ہمیشہ
نہیں رہتا ۔
میرا دل یہ کہتا ہے کہ ہم سیلا کا بدلہ لینے میں ضرور کامیاب
ہوں گے''۔

ہربھج شاہ

اے میری بہو ! اے لچھمی نارائن کی بیوی ! میری ایک بات
سن ۔
تو نے سیلا دیئی کے ساتھ کئی سال گزارے ہیں ،
مجھے اس کے دل کے رازوں سے آگاہ کر ۔
آج مجھے ساری بات سچ سچ بتا دے
تاکہ وہاں پہنچ کر ہماری بے عزتی نہ ہو''۔

لچھمی نارائن کی بیوی

''سیلا کی پاک دامنی اسے اسی وقت چھوڑ سکتی ہے ، جب آسمان
زمین پر گر پڑے ۔
اس کے پاس جاؤ اور اسے آگ میں ڈال کر اس کی عفت کا
امتحان کر لو ۔
سیلا کے پاس جاؤ ، اس پر بے سوچے سمجھے غلط الزام لگا دیا
گیا ہے ،
مجھے تو اس الزام کی صداقت پر قطعاً اعتبار نہیں ۔
یہ مالک کا لکھا ہے جو سب کا والی ہے ۔
یوں تو چاند[1] ، نہ سورج ، کوئی بھی الزام سے خالی نہیں ۔

---

۱ - وہ بھی گرھن میں آجاتے ھیں ۔ مرتب

سیلا دیئی کی ماتا

"اے ساھوکار[1] ! اب تم میرے لیے کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ھو ؟
اسی وقت فوری تیاری کرو اور سیلا کے پاس پہنچو ۔
تم سیلا کے مکان پر جلدی سے جاؤ
اور اس دکھیا کی بیٹی کو اپنی ماں سے ملا دو ؛
تم گھوڑوں پر ساز ڈال کر فوراً روانه ھو جاؤ ،
میری کنورانی سیلا تمھاری راہ دیکھ رھی ھے"۔

لچھمی ناوائن

"اپنے ھمراہ بائیس معزز امرا لے چلیے
جنھیں سیالکوٹ کا راجا جانتا ھو ،
تاکه وہ جان لے که آپ اگروھا کے راجا ھیں
کیوں که کسی کو معلوم نہیں که وھاں حالات کیا صورت اختیار کر جائیں ۔
آپ کم از کم میری اتنی سی بات مان لیجیے ۔
اور میری بہن سیلا کو جلدی سے یہاں لے آئیے"۔

سیلا دیئی کی ماتا

"اے ساھوکار ! میری بات سنو ، جو کچھ تم کر سکتے ھو کر لو ،
تم جتنی بھی تیاری کر سکتے ھو ، کر لو ؛
ایسی تدبیر کرو ، جس سے سارا معامله درست ھو جائے
اور سیلا آج میرے محل میں پہنچ جائے ۔
یه خط پڑھ کر اب مجھے کھانا بھی اچھا نہیں لگتا ؛
یه موھن بھاٹ پاس کھڑا ھے ، جو اپنی زبان سے سارے حالات بتا رھا ھے"۔

---

۱ - اپنے خاوند سے ۔ مترجم

ھربھج شاہ

''رب نے اپنے ھاتھ سے جو کچھ لکھ دیا ہے ، قسمت کی وہ لکیریں
مٹ نہیں سکتیں ۔
بھاٹ کے بیٹے موھن ! آؤ تیرے ساتھ چلیں ،
اے موھن تیرے ساتھ چلتے ھیں ، آگے عزت محفوظ رکھنا اپنے رب
کے ھاتھ میں ہے ؛
اس مہتا کے ھاں چلتے ھیں اور جو ھم سے ھو سکتا ہے ،
کرتے ھیں ۔
اے موھن ! چلو سیدھے سیالکوٹ چلیں ، ممکن ہے ھمیں سیلا
زندہ مل جائے
اور داتا ھمیں جیتے جاگتے اگووھا میں واپس لے آئے''۔

ھربھج شاہ[1]

''تیری ماں بھی پاک دامن تھی اور تیرا باپ بھی صاحب کردار
تھا ۔ اے سیلا! تو کیسے گناہ میں ملوث ھو گئی ؟
تجھ پر کیسے بھاری گناہ کا الزام لگا ؟
تو نے کیوں آج ھماری عزت خاک میں ملا دی ؟
جو حالات تجھے پیش آئے ھیں مجھے وہ سچ سچ بتا دے ۔
تو نے کیوں خاوند کے جیتے جی بیوہ کا لباس پہنا ہے ؟''

سیلا دیئی

''ھاں ، میری ماں بھی پاک دامن تھی اور میرا باپ بھی
صاحب کردار تھا ۔
میری پاک دامنی کا امتحان لے لیجیے، میں بھی پاک دامن ھوں ،
میں پاک دامن ھوں خدا میرا گواہ ہے ۔
صرف راجا دھوکے سے محل کے اندر آ گیا تھا ۔
جب میں نے اسے سامنے سے آتے دیکھا
تو کھڑکی میں بیٹھ کر دروازہ بند کر لیا ۔
اس نے کہا 'اے میری بہن ! یہ انگوٹھی لے لو'،

---

۱ - سیالکوٹ پہنچ کر سیلا دیئی سے - مرتب

میں نے اسے جواب دیا : 'یہ انگوٹھی ساھوکار کو دینا '۔
اس نے جاتے جاتے مجھ سے یہ فریب کھیلا
کہ انگوٹھی کو چوری چھپے پلنگ پر پھینک گیا ۔
دیکھیے ! میرے خاوند نے اس بنا پر میرے اوپر کیسا بھاری الزام لگا دیا ھے
اور مجھے مار مار کر میری کھال ادھیڑ دی ھے''۔

ھربھج شاہ

''اے سیلا! مجھ سے غلط بیانی نہ کرنا ، جھوٹ گناہ کی جڑ ھے ،
دنیا میں پاک دامنی کو بقائے دوام ھے اور جھوٹ کا غبار بالآخر غبار ثابت ھو جاتا ھے ،
بالآخر غبار خاک کا ڈھیر ھو جاتا ھے ۔
اگر تیری پاک دامنی قائم ھے تو آج تیری عزت بچ سکتی ھے ۔
کیا تجھ سے غلطی ھوگئی اور تو دولت عفت لٹا بیٹھی ؟
اے میری بیٹی ! جو واقعات تجھ سے پیش آئے ھوں ، وھی بیان کر''۔

سیلا دیئی

''اے میرے باپ! میری بات کا اعتبار کیجیے ،
عفت لٹا کر عزت نہیں رھتی ، یہ چار دن کی زندگی ھے ،
زندگی صرف چار دن ھے ، میں پاک دامنی کیسے ترک کر سکتی ھوں ؟
اگر میری عفت چلی جاتی تو میں وھیں جان دے دیتی ۔
اس[1] بار میں آپ کے صلب سے وجود میں آئی ھوں ،
آپ مجھے آگ میں ڈال کر میری پاک دامنی کا امتحان کر لیجیے''۔

---

۱ ۔ تناسخ کی طرف اشارہ ھے اور وہ ایسے باپ کے گھر میں پیدا ھونے پر فخر کا اظہار کر رھی ھے ۔ مرتب

ھربھج شاہ[1]

اے ساھوکار کے لعل ! میری ایک بات سن :
اے مہتا ! تونے سیلا کا یہ کیا حال کر دیا ھے ،
تو نے کیوں اس سے یہ سلوک روا رکھا ؟
کیا تیرے گھر میں مال و دولت کی کچھ کمی ھو گئی ھے ؟
میں نے کیا گناہ کیا جو تجھے سیلا دیئی کا رشتہ دے دیا ۔
تونے اس کی حالت باندیوں سے بھی بد تر کر دی ھے ۔
اے مہتا! تو کیوں لا پروائی دکھاتا ھے ؟ اگروھا یہاں سے کچھ دور تو نہیں ۔
یہی میرا قصور ھے نا کہ میں نے تجھ سے سیلا کا بیاہ کر دیا
اور تجھے جہیز میں مال کے کئی توڑے دیے ۔
میں نے باندیاں اور لونڈیاں اور ساتھ کروڑوں کا سامان دیا ۔
میں نے تجھے سیلا کے باغ کا مالی بنایا تھا
مگر تو نے اس باغ کو اجاڑ دیا اور صرف اپنے پیٹ کا دھیان رکھا ''۔

مہتا

''تم نے مجھے سیلا دیئی کا باغ اور ساتھ ڈھیروں مال دیا ۔
اس باغ کا مالی کیا کر سکتاھے جہاں آٹھوں پہر شیر رھتا ھو ۔
جس باغ میں آٹھوں پہر شیر آتا جاتا رھے
وھاں مالی کیوں اپنی جان ھلاکت میں ڈالے ؟
مجھے اس کی پاک دامنی پر بہت زیادہ اعتماد تھا ،
اس عورت کی وجہ سے میں نے اپنی زندگی گنوا دی ۔

ھربھج شاہ

'اے مہتے ساھوکار ! بے عیب ذات خدا کی ھے ،
باقی جتنا عالم ھے ، ھر ایک میں کچھ نہ کچھ عیب موجود ھے ۔
باقی عالم کی کوئی چیز عیب سے خالی نہیں ۔

---

۱ ۔ مہتا سے ۔ مرتب

صرف وہ رب خود ، جو سب کا والی ہے ، عیب سے پاک ہے ۔
مہتے ! اس بات کو جانے دے ، جھگڑا نہ بڑھا ،
جو آٹے کو بہت زیادہ چھانتا ہے وہی ریت کھاتا ہے'۔

مہتا

میرا سینہ چیر کے دیکھ لو ، میرے جگر میں چھید ہو گئے ہیں ۔
رسالو نے میرا گھر بار تباہ کر دیا ہے ،
اس نے مجھے برباد کر دیا ہے ، اس میں میری کیا خطا تھی ؟
مجھے پردیس بھیج دیا اور بعد میں مجھے دھوکے سے تباہ کر دیا ۔
وہ اپنے خادم کے ساتھ دغا کر کے سخت گناہ کا مرتکب ہوا ۔
وہ جنم کا دوزخی تھا ، میں یوں ہی اس سے دھوکا کھا گیا ''۔

ھر بھج شاہ[1]

اے راجا ! تیرے شہر کا یہ عجیب واقعہ ہے ؟
ہماری عزت کی حفاظت کر ، ہماری جان خطرے میں ہے ۔ وہ[2]
ہماری بات پر یقین نہیں کرتا ؛
اے بھائی ! سن ، وہ آج ہماری بات پر اعتبار نہیں کرتا ۔
نہ زمین ہمیں جگہ دیتی ہے نہ آسمان ہمیں سہارا دیتا ہے ۔
وہ یہ جھوٹی بات کہتا ہے : 'سیلا عفت گنوا بیٹھی ہے'
اس پر سے میرا اعتبار اٹھ گیا ہے ، اب اس سارے جھگڑے سے
کیا حاصل ؟''

راجا رسالو

''ھربھج شاہ جی آئیے ، میرا سلام لیجیے ۔
آپ نے بہت مہربانی کی جو میرے گھر تشریف لائے ،
آپ میرے گھر آئے ، میری عزت بڑھی ۔
آج اگروھا کے شاہ نے میرے مکان کو شرف بخشا ؛
میں جو خدمت سرانجام دے سکتا ہوں ، مجھے فرما دیجیے ،
آپ کا جو حکم ہو ، اسے فوراً بجا لاؤں''۔

---

۱ - راجا رسالو کے پاس پہنچتا ہے - مرتب   ۲ - مہتا -

ہربھج شاہ

''اے راجا ! تیری عقل کہاں ہے ؟ تو کیوں بھول رہا ہے ؟
تو مہتا کے سر پر بدنامی کا پھول رکھ چکا ہے ،
تو نے مہتا کے سر پر سخت بدنامی کا پھول رکھا ہے ،
تو آج ہماری عزت خاک میں ملا چکا ہے ،
تو نے اپنے خادم کے ساتھ سخت ظلم کیا ہے ؛
اسے پردیس بھیجا اور اس طرح اسے دھوکے سے نقصان پہنچایا ''۔

راجا رسالو

ہربھج شاہ ! میری بات سنیے اور اسے تسلیم کیجیے :
نہ میری عقل کھوئی گئی ہے ، نہ میں نے ٹھوکر کھائی ہے ،
نہ میں نے ٹھوکر کھائی ہے ، نہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے ۔
مجھے اپنے لعل لچھمی چند ہی کی طرح سمجھیے ،
میں وہاں جا کر کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا ۔
'سیلا میری بہن ہے ، میرا یہ اعلان سن لیجیے''۔

ہربھج شاہ

''اے راجا ! اگر تیرے دل میں کوئی گناہ نہیں
تو تو مہتا کے سامنے چل کے خود ہی اس جھگڑے کا فیصلہ کر دے ،
خود یہ جھگڑا چکا دے ۔ اس کے مکان پر چل
اور سیلا کے ساتھ تو نے جو ظلم کیا ہے وہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لے ۔
مہتا آج میری بات سنتا ہی نہیں ،
وہ ہمارا انتظار کر رہا ہے ، تو آج ہی سویرے وہاں چل''۔

راجا رسالو

''آپ کا حکم میرے سر آنکھوں پر ، میں اسے بلا حیل و حجت بجا لاؤں گا ۔
چلیے میں آپ کے ساتھ مہتا کے مکان پر چلتا ہوں ،
ہم سب مل کر وہاں جاتے ہیں ۔

اس نے سیلا پر جھوٹا الزام لگایا ہے اور وہ اس پر سخت ظلم
کر رہا ہے۔
میں اپنے دل کو پاک کر کے اس کے گھر گیا تھا،
آپ بے شک مجھے آگ میں ڈال کر میرا امتحان کر لیجیے''۔

هربهج شاہ

''اے مہتے! میں راجا کو تیرے پاس لے آیا ہوں،
تو اب اپنے دل کا غبار نکال لے؛ تیرے دل میں جو شکوک وشبہات
ہیں ان کے متعلق اپنی تسلی کر لے۔
جس بات کے لیے تو نے سیلا پر ظلم کیا ہے، اب اسے صاف کر لے،
سیلا کے متعلق تیرے دل میں جو شبہ پڑ گیا ہے،
آج میری موجودگی میں اس کی جانچ پڑتال کر لے''۔

مہتا

''میرا سینہ چیر کے دیکھو، میرے جگر میں چھید پڑ چکے ہیں،
رسال نے میرا گھر برباد کر کے رکھ دیا ہے۔
اس نے ہم سے سخت دھوکا کیا اور ہمیں برباد کر دیا
اور ہماری ساری عزت وقعت خاک میں ملا دی۔
اس نے ہمیں برباد کیا اور ہماری شہرت کو داغ دار کر دیا؛
اب زندگی میرے لیے بوجھ اور جینا دوبھر ہے''۔

راجا رسالو

''میں تجھ سے سچی بات کہتا ہوں، مہتا! مجھ پر اعتبار کر۔
سیلا راہ راست سے نہیں ڈگمگائی، خدا گواہ ہے،
خدا گواہ ہے، سیلا کا دامن پاک ہے۔
وہ عالی نسب اور نیک خاندان ہے۔
میں گناہ کی نیت کے بغیر تیرے محل میں چلا گیا تھا،
مہتا، میری اس بات پر اعتبار کر''۔

مہتا

''مجھ سے جو بن آئی تو نے کی،

اب کیوں ہمیں جھوٹی تسلی دیتا ہے ؟
اے راجا ! اب کیوں ہم سے یوں ہی جھگڑا کرتا ہے ۔
جو کچھ تو نے کیا ساری دنیا جانتی ہے ،
تو نے دوست ہو کر مجھ سے دھوکا کیا اور میرا اعتماد خاک میں
ملا دیا ؛
تو اب خدا کے سامنے جا کر رسوا ہوگا "۔

راجا رسالو

"اے مہتے ! میں تیرے گھر ضرور گیا تھا مگر مجھ پر اعتبار کر ۔
میرے دل میں سیلا دیوی کے متعلق کوئی بری نیت نہ تھی ۔
میرے بھائی ! میری بات سن، میری گناہ کی نیت نہ تھی ،
میں سیلا کو اپنی ماں جائی بہن سمجھتا ہوں ۔
تیرے دل میں یہ غلط شبہ پڑ چکا ہے ،
تو اسے ابھی میرے سامنے جانچ لے "۔

مہتا

"جو کچھ تو نے کیا ہے ، ساری دنیا جانتی ہے ۔
دنیا میں ہوس کار کا کوئی اعتبار نہیں ،
دنیا میں ہوس کار کا ذرہ بھر اعتبار نہیں ۔
تو سو سو بار جھوٹی قسم کھا رہا ہے ،
میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں ، باتیں بنانے سے کیا حاصل ؟
جو کچھ تو نے مجھ سے کیا ہے ، خدا کرے یہ تیرے آگے
آئے "۔

راجا رسالو

"تو چوپڑ کا ماہر کھلاڑی ہے ، بے نظیر چال چلتا ہے ۔
اے مہتا ! تو پانسا پھینک اور اس کی پاک دامنی کا امتحان
کر لے ،
سچائی کو خود تول لے ، بول ، منظور ہے ؟
تجھ کو اپنے آپ ساری بات کی سمجھ آ جائے گی ۔
اگر تو سیلا کی پاک دامنی میں ذرہ بھر نقص دیکھے
تو تلوار لینا اور میرا سر تن سے جدا کر دینا "۔

ہربھج شاہ

''اے مہتا! تو گن کر داؤ کا تعین کر ، تو اپنا معاملہ پنچوں
کے سپرد کر دے ، خدا خود انصاف کرے گا[1] ؛
وہ خود انصاف کرے گا جو سب کا پیدا کرنے والا ہے ۔
تو ہاتھ سے پانسا پھینک ، دیکھ پوں بارہ آئیں گے ۔
ہم نے بھی سیلا کی پاک دامنی کی قسم کھائی ہے ،
تو ابھی پانسا پھینک اور ہار جیت سے اس بات کا فیصلہ کر لے''۔

مہتا

''سیلا کے پانچ دو سات ہیں اور تیرا داؤ سترہ ہے ،
پوں بارہ میرے ہیں ۔ اب میں پانسا اٹھاتا ہوں ،
پانسا خود فیصلہ کر دے گا ۔
اب چھوٹی باتوں کا اعادہ کرنے سے کیا حاصل ؟
ہم نے تیری بات مان کر پانسا پھینک دیا ہے ۔
اب یہ قدرت کا کھیل ہے ، تین کانے ہوں یا پوں بارہ''۔

ہربھج شاہ

''سیلا کی پاک دامنی کا خیال کر کے پانسا ہاتھ میں لے لے ۔
اگر تیری نیت درست رہی تو پانچ دو سات پڑیں گے ؛
سات پڑیں تو تیری عزت قائم رہے گی ۔
آج ہماری قسمت کا فیصلہ پانسے کے ہاتھ ہے ،
پانسا ہاتھ میں لے اور خدائے بے مثل سے دعا کر
کہ اگر وہ پاک دامن ہے تو تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے''۔

سیلا دیئی کی دعا

''اے کائنات کے مالک ! میری مدد کرنا !
میری پاک دامنی کے ثبوت میں یہ پانسا پانچ دو سات پڑے !
آج میری عفت کے لیے سات آ پڑے !

---

۱ ۔ اس اعتقاد کی طرف اشارہ ہے کہ نیک نیت پنچوں کا فیصلہ خدا کا فیصلہ ہوتا ہے ۔ مترجم

اب رب نے ہار جیت کا فیصلہ اسی پر موقوف رکھا ہے۔
اے سچے مالک! مجھے اس سخت مصیبت سے نجات دلا
اور اس پانسے کے ذریعے انصاف کر دے!"

راجا رسالو

"سیلا کی پاک دامنی شک و شبہ سے بالا ہے اس لیے پانچ دو سات ہی پڑیں گے؛
میں گورو گورکھ کا نام لے کر پانسا اپنے ھاتھ میں لیتا ہوں،
میں پانسا ھاتھ میں لیتا ہوں اور اٹھارہ آتے ہیں۔
یہ سارے آسمان و زمین سچائی ہی کے بل بوتے پر قائم ہیں۔
مہتے ساھوکار! تجھے یہ کیا وہم گزرا،
تو اپنا داؤ بتا کے پانسا پھینک دے"۔

مہتا

"میرے پوں بارہ ہیں، یہی میرا داؤ ہے۔
پانسے کا کچھ اعتبار نہیں، میں اس کے انصاف سے واقف ہوں۔
پانسے کا کچھ اعتبار نہیں، یہ محض فریب ہے؛
یہاں بڑے بڑے گورو اس کھیل پر اپنا خاص اثر ڈال رہے ہیں،
مجھے اس طریق انصاف پر کچھ اعتماد نہیں۔
یہ راجا مکار ہے، اسی نے یہ سارا مکر و فریب کا جال پھیلایا ہے"۔

ہربھج شاہ

"جھوٹی باتیں کیوں کرتا ہے؟ خود اپنے دل میں غور کر۔
اے مہتا! تجھے کسی طرح اعتبار بھی آتا ہے یا نہیں؟
اے بھائی! تجھے کیسے اعتبار آ سکتا ہے؟
اب پانسے کے ذریعے صحیح حال دریافت کر لے
تو ابھی فیصلہ کر لے، دیر نہ لگا۔
اے مہتا! جس طرح بھی تجھے اعتبار آتا ہے اسی طرح کر لے"۔

مہتا

''کڑاھی میں تیل ڈال دو اور اسے جلدی سے تیار کرو ۔
اگر سیلا اس میں نہا کر صحیح سلامت باھر نکل آئے ، تب مجھے
اس پر اعتبار آسکتا ھے ۔
اگر اس کے بدن کو اس سے ذرا نقصان نہ پہنچے
تب مجھے قدرے اطمینان ھوگا ۔
اگر یہ کام کرنا تمھیں منظور ھو تو کرو
ورنہ یوں ھی باتوں سے کیا حاصل ؟''

سیلا دیئی

''مہتا کے کہنے کے مطابق عمل کرو ، دیر نہ لگاؤ ؛
پہلے تیل کی کڑاھی چولھے پر رکھو ، پھر کوئی اور کام کرنا ،
پھر کوئی اور کام کرنا ۔ پہلے جلدی سے تیل منگواؤ ،
اسے کڑاھی میں ڈالو اور نیچے آگ جلا دو ۔
جب تیل اچھی طرح سے گرم ھو جائے ھمیں کہ دینا :
'لے سیلا اس تیل میں نہا اور اسے اپنے بدن پر مل لے' ''۔

مہتا

''کڑاھی میں تیل ڈال کر اسے جلدی سے آنچ دے دو ،
بھٹی میں خوب آگ روشن کر دو ، جیسے کانچ پکاتے وقت
کی جاتی ھے ؛
جیسے کانچ پکتا ھے ، اسی طرح بھٹی میں آگ جلاؤ ،
یہاں تک کہ اس آگ کے شعلے دور دور سے نظر آنے لگیں ۔
پھر وہ اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ میں اپنے سارے گناہ مٹانا
چاھتی ھوں ۔
اس طرح میرے حکم کے مطابق تیاری مکمل کرو ؛
جب تیل سرخ ھو جائے اسے جا کر دیکھو ،
پھر سیلا کو حکم دو کہ وہ اس میں آ کر نہائے ''۔

چوب دار

''اے مہتا ! خود آ کر اپنی آنکھوں سے تیل کا حال دیکھ لو؛
آگ جل رہی ہے ، لوہا تپ رہا ہے ، تیل سرخ ہے ۔
تیل سرخ دو گیا ہے ، مہتا آ کر دیکھ لو ۔
(اب تم اپنے دل کی خواہش خوب اچھی طرح سے پوری کر لو''۔)

''تم[1] بھگوان کو یاد کرو، ایسر سے دعا کرو
اور اگر تم پاک دامن ہو تو ذرا نہ جھجکو''۔

سیلا دیئی کی دعا

''اے کائنات کے مالک ! آپ خود میری مدد کیجیے ؛
آپ نے ستون سے نکل کر پرهلاد کو بچایا تھا ،
آپ نے گنیش[2] کی مدد کر کے اس کی آبرو بچائی تھی
اور مجلس میں دروپدی[3] کے لباس کو بڑھا کر اس کی عزت رکھ لی تھی ۔ آپ نے نرسی[4] کا کام اچھی طرح سنوار دیا تھا ؛

---

۱ - سیلا دیوی سے ۔ مترجم

۲ - ہاتھی کے سر والا دیوتا ۔ یہاں اس کہانی کی طرف اشارہ ہے جو گنیش کی پیدائش کے متعلق مشہور ہے ۔ مرتب

۳ - مہابھارت کی مشہور کہانی کی طرف اشارہ ہے ۔ جب یدھشٹر اپنی بیوی دروپدی کو جوئے میں ہار گیا تو جیتنے والے کے بھائی نے مجلس میں دروپدی کے کپڑے اتارنے شروع کر دیے کیوں کہ اس وقت وہ ان کی ملکیت میں ہونے کی وجہ سے کوئی اعتراض نہیں کر سکتی تھی ۔ وہاں کرشن موجود تھے ، وہ ساتھ ساتھ اس کا لباس بڑھاتے گئے اور اس طرح اسے بے پردہ ہونے سے بچا لیا ۔ مرتب

۴ - نرسی جونا گڑھ کا ناگا برھمن اور بھگت تھا ۔ اس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اس نے متھرا سے دوارکا جانے والے دو زائروں کو ساول شاہ کے نام ایک ہنڈی دی تھی ، حالانکہ ان دنوں وہاں ساول شاہ نام کا کوئی ساہوکار نہ تھا ۔ جب وہ دوارکا پہنچے تو کرشن مہاراج نے ساول شاہ کے بھیس میں اس ہنڈی کی ادائیگی کر دی ۔ مرتب

اب اس جلتی آگ میں میری بھی لاج رکھیو!"
یہ کہ کر اس نے ہاتھ میں تلسی کی مالا لی اور آگ میں
کود گئی۔
کرنا خدا کا دیکھو، سیلا کا بدن سرخ تک نہ ہوا۔

هربهیج شاہ

مالک نے ہر ایک کی تقدیر جدا جدا لکھ دی ہے، جیسے دیکھا
جا سکتا ہے۔
اے مہتا! اب تو خود دیکھ لے، سانچ کو آنچ نہیں۔
اے مہتا! سانچ کو آنچ نہیں، ساری دنیا جانتی ہے،
وہ مالک خود سچ کا محافظ ہے؛
اب بتا، تو نے سیلا پر جھوٹا الزام لگا کر اسے کیوں سزا دی۔
لکشمی چند کو اگر یہ واقعہ معلوم ہو جائے تو وہ ابھی تیرا
قصہ چکا دے"۔

مہتا

"اس نے منتر کے زور سے تیل کو ٹھنڈا کر دیا ہے،
یہ گورکھ ناتھ کا عقیدت مند ہے، اس نے کڑاھا سرد کر دیا
ہے۔
اس نے تیز جلتی ہوئی آگ کو منتر سے ٹھنڈا کر دیا ہے،
یہی وجہ ہے کہ آگ نے سیلا کے بدن کو جلایا نہیں۔
یہ راجا اپنے سب کام جادو سے سر انجام دیتا ہے
اس لیے یہ واقعہ مجھے سیلا کی پاک دامنی کا یقین نہیں دلا سکتا"۔

هربهیج شاہ[1]

"سرخ جوڑا زیب تن کرو اور سارے زیورات پہن لو،
ہم سب کو تمھاری پاک دامنی کا یقین آ گیا ہے،
سب لوگ تمھاری پاک دامنی کو مان گئے ہیں؛
جو ہونا تھا ہو گیا، یہ قدرت کا بھید ہے۔
اے سیلا! تم زیورات پہنو اور اچھا لباس زیب تن کرو۔

---

۱ - سیلا سے۔ مرتب

اس جھگڑے کو بھلا دو اور اسے کہیں گہرا دفن کر دو"۔

سیلا دینی

"اس نے میری یہ حالت بنا دی ، اس میں میرا کیا قصور تھا ؟
تو میری ماں[1] ہے ، جس نے مجھے جنم دیا اور یہ مہتا میرا بھائی ہے ۔
آج سے یہ مہتا میرا دھرم کا بھائی ہے ؛
قسمت کے لکھے کو کوئی مٹا نہیں سکتا ۔
اس نے مجھے تیل کے اندر ڈال کر بھی دیکھ لیا ،
پھر بھی اس نے میرا اعتبار نہیں کیا ۔
اے میرے باپ ! چلیے اب اپنے گھر چلیں"۔

---

۱ ۔ ساس کو کہہ رہی ہے ۔ مترجم

دوسرے بھاٹ کا بیان

میلا دیئی

''اے میرے باپ ! اب رتھ جوتنے کا حکم دیجیے، دیر نہ کیجیے ؛
میں یہاں کھانا نہیں کھاؤں گی ، بہت دیر ہو جائے گی ۔
بہت دیر ہو جائے گی ، اب یہاں سے چلنے کی تیاری کیجیے ؛
میں اب یہاں ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکتی ، میں نے آپ سے
اپنے دل کی بات کہ دی ہے ۔
اے میرے باپ ! مجھے اب میری ماں کے پاس لے چلیے ،
میں آپ سے بار بار کہ رہی ہوں ، اب ذرا دیر نہ کیجیے''۔

مہتا

''میں اپنی سرخ زرتار پگڑی اور لباس اتار پھینکوں گا ؛
یہاں سے جانے کا یہ کون سا وقت ہے ؟ تمھارے بغیر میری زندگی
سونی ہو جائے گی''۔

گیت

''سیلا میری جان ساتھ لیے جاتی ہے ۔
اے خدا ! تو نے یہ کیا حالات کر دیے ؟
میرا کھانا پینا موقوف ہوا ،
سیلا کے بغیر جینا دوبھر ہے ؛
میں نہیں جانتا تھا کہ ایسے ہو جائے گا ۔
اب میرے لیے جوگی بننے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہا''۔

ہربھج شاہ

روؤ نہیں مہتا ! نہ اپنی جان گنواؤ ۔
اے میرے بیٹے ! میری بات مان لو ؛
میری بات مانو بھائی ، میں تمھیں سمجھا رہا ہوں ۔

سیلا کی ایک اور بہن ہے ، میں تمھیں اس کا رشتہ دے دوں گا ؛
سیلا پر میرا کچھ زور نہیں ، میری بات غور سے سنو ۔
اب ہم رتھ جتا کر اگروہے کی طرف روانہ ہوتے ہیں ، ہمارا
آخری سلام لو''۔

راجا رسالو

''سیلا ! اے کنورانی ! تیری ماتا اور پتا مبارک ہیں ،
تیرا سارا خاندان مبارک ہے اور تیرا خاوند مہتا بھی ،
تیرا خاوند مہتا بھی مبارک ہے ، میری خطا معاف کر ۔
تیری پاک دامنی اسی طرح بے داغ ہے جیسے گنگا کا پوتر پانی ؛
برھمنوں کو خوب چاولوں کی کھیر کھلاؤ
کیوں کہ آج سے تو میری دھرم کی بہن ہے اور میں تیرا بھائی''۔

سیلا دیئی

''اے رسال ! یہ قلعہ ، یہ شہر اور تیرا نام سب مبارک
ہیں ۔
اے راجا ! میں تجھے دعا دے کر جا رہی ہوں ، خدا کرے
تیرا گھرانا خوش و خرم رہے !
تیرا گھرانا خوش و خرم رہے اور اس بستی کی سب عورتیں اور
مرد اپنے اپنے گھر خوش حال رہیں !
میری عزت تیرے ہاتھ تھی ، پہاڑوں کے مالک نے اسے محفوظ
رکھا ؛
نوشتۂ تقدیر کے مطابق میری شادی شدہ زندگی اتنی ہی تھی ، اس
میں کسی کی بری تدبیر کو دخل نہیں ؛
میں ہاتھ جوڑ کر تیرے سامنے کھڑی ہوں ، میرا آخری سلام
قبول کر''۔

راجا رسالو

''میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں : اے کنورانی سیلا ! میری
بات سن ۔
اے سیلا ! تو پاک دامنی کی تصویر ہے اور پاک دامنی کا محافظ
خود خدا ہے ۔

تیری پاک دامنی کا محافظ خود خدا ہے ۔ سیلا ! تیرا اس دنیا
میں آنا مبارک ہے ۔
تیرے ماں باپ بھی مبارک ہیں جنھوں نے تجھے یہ حسن صورت
اور حسن سیرت عطا کیا ۔
اے سیلا! تو میری دھرم کی بہن ہے اور میں تیرا منہ بولا بھائی ۔
اچھا اب اپنے باپ کے ساتھ جا ، خدا تجھے خوش رکھے ! تو نے
اپنی پاک دامنی کے باعث خوب نیک نامی حاصل کی''۔

سیلا دیئی

''اے رسال ! خدا تجھے حیات ابدی عطا کرے اور تیری بستی
باغ کی طرح پھلے پھولے ؛
اب تیرے ہاں ایک خوب صورت راج کمار پیدا ہوگا''۔

گیت

''اے راجا ! تیرے ہاں بیٹا پیدا ہوگا
اور اس کی پیدائش کی خوشی میں چھتیس[1] جگہ باجے بجائے
جائیں گے ۔
سارے شہر میں بہت خوشی منائی جائے گی
اور سب مرد و زن گیت گائیں گے ۔
اس کا نام رندھیر[2] رکھنا ۔
میرے یہ الفاظ اپنے دل پر لکھ لے ،
یہی میری دعا ہے ۔
اب ہم جانے کی تیاری کرتے ہیں''۔

---

۱ - کئی جگہ ۔
۲ - اور کہیں رسالو کے بیٹے کا یہ نام نہیں ملتا ۔ پنجاب کے میدانی اور
پہاڑی علاقوں کے بہت سے راجا اور سردار ، رسالو اور سالبھان کی
اولاد سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے ان میں سے
اکثر کا دعویٰ اسی رنبیر کے واسطے سے ہے جو غالباً یہی
رندھیر ہے ۔ مرتب

هربھج شاہ

''اے ہوشیار اور دانش مند راجا ! میرا آخری سلام قبول کر ۔
خدائے پاک نے خود آ کر سیلا کی عفت کی حفاظت کی''۔

گیت

''سیلا کی عزت خدا نے محفوظ رکھی ،
اس نے میرے دل کا چاؤ پورا کر دیا ؛
اسی پر میرا بھروسا تھا ،
وھی جو کائنات کا مالک ھے ۔
اے راجا ! خدا کرے تیری حکومت سدا قائم رھے!''۔

جب[1] شاہ نے جانے کی تیاری کی ، اس نے سب کو سر جھکا کر سلام کیا :
''خدا نے میری عزت رکھ لی ھے ، اب میں سفر کے لیے رتھ تیار کراتا ھوں''۔
شاہ نے رتھ تیار کرایا اور اس میں سیلا کو بٹھا لیا ؛
پہلے اس نے سب کو ھاتھ جوڑ کر سلام کیا ، پھر گنپت[2] دیو کے سامنے سر جھکایا ۔
وہ اگروھا کے راستے پر روانہ ھوگیا ، اس نے لمبا سفر اختیار کیا ۔
اب مہتا نے رونا چلانا شروع کیا اور ایک جوگی کی خدمت میں عرض کرنے کے لیے روانہ ھوا ۔

---

۱ - رگھو چار برھمن جو گورو گنگا کی کہانی میں اس کا خاندانی پروھت تھا ، یہاں اس کہانی کو بطور ڈراما پیش کرتے وقت اُس کی زبان سے کہانی کے بیانیہ حصے کہلائے گئے ھیں ۔ اس کے علاوہ اس کا کہانی سے اور کوئی تعلق نہیں ۔ مرتب

۲ - وہ دیوتا جس کی عبادت سفر پر روانہ ھونے سے پہلے کی جاتی ھے ۔ مرتب

مہتا

''قسمت عجیب طریقے سے کام کرتی ہے ؛
میں سخت فکر میں پڑ گیا ہوں ،
تقدیر کا نوشتہ ہر شے پر حاوی ہے ،
اس کے سامنے کسی کی نہیں چلتی''۔

''میں[1] ہاتھ جوڑ کر آپ کے سامنے کھڑا ہوں اور آپ کی خدمت میں اپنی عرض پیش کرتا ہوں ۔
اے گورو دیو ! مجھ پر مہربانی کیجیے ، مجھے جوگ عطا ہو ۔
اے میرے آقا ! مجھے جوگ عطا کیجیے اور میرے کانوں میں مندرے ڈال دیجیے ۔
میں جوگی بننے کے لیے حاضر ہوا ہوں ، اس میں ذرا دیر نہ کیجیے۔
میرے بدن سے لباس اُتار لیجیے اور اس پر راکھ مل دیجیے ۔
اے مہاراج ! مجھے جوگ کی بھیک عطا کر کے میری زندگی بچا لیجیے''۔

گیت

''اے گورو ! مجھ پر اپنی خاص مہربانی کیجیے ،
میری عرض سنیے ؛
میرے کان چھید دئیے
اور مجھے جوگ کا راستہ دکھا دئیے''۔

جوگی

''اے لونڈی کے بچے ! یہاں سے بھاگ ، تو کہاں جوگ کے قابل ہے ؟
جوگ وہ اختیار کرتا ہے جو اپنے دل کی تمام خواہشات ترک کر چکا ہو ،
جو اپنے دل کی تمام خواہشات ترک کر چکا ہو ۔ دنیا میں رہ کر جوگ اختیار کرنا بہت مشکل کام ہے ۔

---

۱ ۔ جوگی سے ۔ مرتب

جب تو پانچوں حواس مار دے اور پچیس (نفسانی خواہشات)
ترک کر دے ، اُس وقت تو جوگی کا چیلا بن سکتا ہے ؛
جب تو اپنے تمام خاندان کو خیر باد کہ دے اور دنیا میں اکیلا
رہنا شروع کر دے ؛
یہ سخت مشکل کام ہے ، یہ تلوار کی دھار پر چلنا ہے ، اسے آسان
نہ سمجھ''۔

گیت

بیٹا ! گھر کو جا ،
کیوں سر منڈاتا ہے ؟
یہ راستہ بہت کٹھن ہے ،
اس میں آرام کا گزر نہیں''۔

مہتا

''باپ ، ماں ، خاندان اور بیوی— میں ان سب سے الگ ہو چکا
ہوں ؛
اب آرام کی کوئی خواہش نہیں ، فقط جوگی بننے کی تمنا ہے ۔
اے آقا ! فقط جوگی بننے کی تمنا ہے ، اب میں دل میں یہ تہیہ
کر چکا ہوں
اور سب کو چھوڑ کر آپ کے پاس جوگ کی بھیک لینے آیا ہوں ۔
پاک دامن سیلا ، جو حسن و اوصاف کی کان تھی ، وہ ہماری
جان تھی ؛
اے مالک ! میں اس دیوی کے شہر میں بھکاری بن کر جانا
چاہتا ہوں''۔

جوگی

''پانچوں حواس سے قطع نظر کر لے اور غرور و شہوت چھوڑ
دے ،
جسمانی لذت کی خواہش چھوڑ دے ، جب کہیں جوگ کا آغاز
ہوگا ۔
اس طرح جوگ کا آغاز کر اور پھر معرفت کے ذریعے پانچوں
حواس سے قطع نظر کر لے ۔

شہوت اور غصے پر قابو پا لے اور حسد و محبت کم کر دے۔
بیٹا ! جسے جوگ کہتے ہیں ، وہ تلوار کی تیز دھار پر چلنا ہے۔
اے شاہ کے بیٹے ! اپنے گھر جا ، جوگ تیرے بس کا روگ نہیں"۔

مہتا

"میں اپنی سب خواہشات چھوڑ کر جوگ کی بھیک لینے کے لیے حاضر ہوا ہوں ،
تاکہ سچائی ، پاک‌دامنی اور قناعت جیسی صفات غرور سے آلودہ نہ رہیں ،
تاکہ یہ صفات غرور سے آلودہ نہ رہیں۔ میں آپ کے سامنے ساری بات کھول کر بیان کرتا ہوں۔
میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں جوگ کے اصولوں پر دل و جان سے قائم رہوں گا۔
میں اپنی عقل کا غرور چھوڑ کر یہاں حاضر ہوا ہوں۔
مجھ پر جوگ کا منتر پڑھیے اور میرے کان چھید دیجیے"۔

جوگی

"جوگ کا راستہ نہایت کٹھن ہے ، یہ تلوار کی دھار کی مانند ہے ؛
جو اس راہ میں لغزش کھا گیا وہ گر پڑا ، جو قائم رہا وہ پار اتر گیا۔
بیٹا ! جو قائم رہا وہ پار اتر گیا۔ فقیری کو کٹھن سمجھ ؛
بھوک ہوتے ہوئے کھانا چھوڑنا پڑے گا اور یہ امارت کی صورت ختم ہو جائے گی۔
دلی مسرت سے ناآشنا ہو کر تو ہمیشہ سوچ میں غرق رہے گا۔
تو کٹھن جوگ کے قابل نہیں ، اے گھر کے خوگر ! اپنے گھر کی راہ لے"۔

مہتا

"میں آپ کے قدموں کے خیال سے اپنے دل کو تقویت دے لوں گا۔

اے آقا ! اب دیر نہ کیجیے ، میرے کان چھید ڈالیے ؛
میرے کان چھید دیجیے اور آج مجھے اپنے اصل روپ سے مشرف کیجیے۔
میں جوگ لینے کا پکا ارادہ کر کے آیا ہوں ، مجھے پھسلانا
لاحاصل ہے ۔
میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہوں ، اب اس میں دیر نہ کیجیے ؛
اب میرے کان میں معرفت کی بنسری پھونک دیجیے''۔

جوگی

''میں تجھے سمجھا رہا ہوں ۔ میری بات کو سمجھنے کی کوشش
کر ،
جوگ کا خیال ترک کر دے اور اپنے گھر چلا جا ۔
جوگ کا خیال ترک کر دے ، اس لافانی اور ہمیشہ رہنے والے کو
سمجھ لے ۔
وہی برہما ہے ، وہی بشن ہے اور وہی کیلاش کے روپ میں نظر
آتا ہے ۔
اے وہمی مہتے ! سن ، اپنے گھر کو چلا جا اور جوگ لینے کا
خیال چھوڑ دے ۔
تیری سیلا رانی نے سنا تو وہ محل میں فوراً جان دے دے گی''۔

مہتا

''میں اپنی بیوی پر اپنا حق چھوڑ چکا ہوں اور اس سے قطع تعلق
کر چکا ہوں ۔
سیلا نے مجھے چھوڑ دیا ہے ، جب ہی میں آپ کے پاس آیا ہوں ۔
اے آقا ! میں آپ کے پاس آیا ہوں ، مجھے یہاں سے جوگ کی
بھیک لینی ہے ؛
میری بیوی سیلا مجھے چھوڑ کر اپنے باپ کے گھر چلی گئی ہے ۔
یا تو مجھے جوگ کی بھیک عطا کر دیجیے ورنہ میں اسی جنگل میں
اپنی جان دے دوں گا ؛
جب سے میری جان[1] مجھ سے جدا ہوئی ہے ، میرے بدن میں آگ
سی لگ رہی ہے''۔

---

۱ ۔ سیلا ۔

جوگی نے گورکھ کا تصور کر کے چھری ھاتھ میں لی ۔

جوگی

''آ بیٹا ! یہاں بیٹھ ، میں تیرے کان چھید دوں''۔

جوگی نے پہلے اس کے کان میں کچھ پھونکا ، پھر کان چھید کر مندرے ڈالے اور اس کے بدن پر راکھ مل دی ۔

جوگی

''اے بیٹا ! جوگی کی بات سن ، میں تجھے سمجھائے دیتا ھوں ؛
'آلکھ' کہہ کر بھیک مانگنا ، تیرا جوگ کامیاب ھوگا''۔

وہ جوگ کی بھیک لے کر وھاں سے چل دیا ، اس نے اپنے بدن پر راکھ مل لی ؛

اگروھا کے باغ میں پہنچ کر اس نے 'آلکھ' کی صدا لگانا شروع کر دی ۔

وھاں پہنچ کر اس نے 'آلکھ' کی صدا لگائی اور اپنا بستر جما دیا ۔
وہ خاموش بیٹھ گیا اور اس نے کسی سے کوئی سوال نہ کیا
اور اپنے ذھن میں غیرفانی کا تصور جما کر بیٹھ گیا ۔

مہتا

''تو ھی سچا برھما ھے ، تیرا انت کوئی نہیں پا سکا''۔

مالن (اپنے خاوند سے)

''مہاراج ! کھانا حاضر ھے ، کھانا کھا لو ،
پہلے کھانا کھا لو پھر کوئی اور کام کرنا ،
پھر کوئی اور کام کرنا ، اے میرے پیارے آقا !
میں تمھارے شام کے کھانے کے لیے دو روٹیاں اور ساگ لائی ھوں ؛
چرسا چھوڑ دو ، کنواں چلانا بند کر دو ، سارے کام روک لو ۔
پہلے کھانا کھا لو ، اس میں دیر نہ کرو ، میری بات سنو''۔

مالی

''تو نے اچھا کیا جو کھانا لے آئی ۔
لا مالن ! کھانا کھائیں ، میں نے سب کام چھوڑ دیے ھیں ۔
پیاری ! میں نے سب کام چھوڑ دیے ھیں ، اب میرا کھانا لا ۔
باغ میں ایک سادھو آترا ھے ، جا تو بھی اس کا درشن کر آ ؛
ایک روٹی مجھے دے اور ایک اس کے لیے لے جا ۔
اس پارسا کو کھانا دے کر پھر میرے پاس آنا''۔

مالن

'' اے جوگی مہاراج ! میں ھاتھ جوڑ کر عرض کرتی ھوں ۔
اے آقا ! کھانا کھا لیجیے ، میں آپ کی خاطر یہ کھانا
لائی ھوں ،
آپ کی خاطر یہ کھانا لائی ھوں ۔ آقا ! میں آپ کے قدموں میں سر
جھکاتی ھوں ۔
مہاراج ! آپ کھانا کھائیے ، میں پانی کا گھڑا بھر لاتی ھوں ،
میرے خاوند نے مجھے حکم دیا ھے کہ آپ کی خدمت بجا لاؤں ؛
آپ جو حکم دیں گے میں وھی کروں گی ، میں آپ کے حکم کی
منتظر ھوں''۔

مہتا

''تو نے اچھا کیا جو خود بخود کھانا لے آئی ۔
اے مالن ! سن ، کردگار کی قدرت سمجھ سے بالا ھے ؛
کائنات میں اس کی قدرت سمجھ سے بالا ھے ، کوئی اس کا راز
پا نہیں سکا ۔
جب میری سیلا سے سگائی ھوئی تھی ، اس وقت میرا ھر ایک سے
تعلق تھا ،
کئی منشی اور دیوان میرے ماتحت کام کرتے تھے ۔
خدا کے کام ھیں ، آج مالن میرے لیے باسی روٹی لائی ھے''۔

مالن[1]

اے میرے خاوند ! تم نے مجھے کس کے پاس بھیج دیا ، وہ
کہاں کا جوگی ہے ؟
وہ تو مہتا ہے جو جوگی کا بھیس بنا کر باغ میں آ بیٹھا ہے ۔
اس کنور نے جوگی کا روپ دھار کر بدن پر راکھ مل لی ہے ،
سر پر جٹائیں اور کانوں میں مندرے ؛
محل ویران ہو گیا ہے ، محل کا شہزادہ جوگی بن کر آ گیا ہے ،
اسے تن من کی کچھ ہوش نہیں ، اس نے باغ میں بستر جما لیا ہے''۔

مالی

''تو نیچ ذات عورت کبھی دل میں اچھا خیال نہیں لا سکتی ۔
مہتا تو ساھوکار تھا ، وہ کیسے فقیر بن سکتا ہے ؟
اے دیوانی ! وہ کیسے فقیر بن سکتا ہے ؟ تو کیسی کم عقل
عورت ہے !
وہ مہتا جو سات کروڑی تھا ! یہ نا ممکن بات ہے ۔
تو چالاک و عیار عورت ضرور اپنے دل سے یہ بات بنا لائی ہے ،
تو نے ایسے معزز مہتا کو جوگی کہ دیا ہے ! تیری عقل کون
چھین لے گیا ؟''

مالن

''نہ میں عقل گنوا بیٹھی ہوں ، نہ جھوٹ کہتی ہوں ۔
ہاں ، مہتا جوگی ہو گیا ہے ، میری بات مان لو ۔
میری بات مان لو پیارے ! اب میں کنورانی سیلا کے پاس
جاتی ہوں
اور اسے مہتا کے جوگی ہو جانے کی خبر سناتی ہوں ۔
میں اسے یہ خبر سنائے بغیر نہ رہوں گی ، تمھیں بتائے دیتی ہوں ۔
پہلے سیلا کو یہ ساری بات سناؤں گی ، پھر آ کر کھانا کھاؤں گی''۔

اس معاملے پر غور کرتے ہوئے مالن بہت دل گیر ہوئی ۔
''قسمت ! تو نے کیا کر دیا ؟''

---

۱ ۔ خاوند سے ۔ مرتب

یہ کہہ کر اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے ۔
اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ اداس جا رہی تھی !
وہ باغ سے نکل کر کنورانی سیلا کے محل کی طرف روانہ ہوئی ،
اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے اور زبان سے کچھ
کہنے کا یارا نہ تھا ۔

مالن

”تمہارا خاوند باغ میں پڑا ہے ، تم کیوں اس کے درشن کو
نہیں جاتیں ؟“

سیلا دیئی

”اے مالن ! سچ سچ بتا ، تو اتنی اُداس کیوں ہے ؟
تیری آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہیں ؟ مجھے نزدیک آ کر بتا ،
مجھے نزدیک آ کر بتا ، کیوں روتی ہوئی آ رہی ہے ؟
تیرا کیا نقصان ہو گیا ہے ؟ مجھے اس سے آگاہ کر ۔
کیا کسی نے تجھے سخت الفاظ کہہ دیے یا گالی دی ؟
مجھے صاف صاف بتا ، جھجکتی کیوں ہے ؟“

مالن

”اے کنورانی سیلا ! میں تم سے کیا کہوں ، کچھ کہا نہیں جاتا ۔
وہ مہتا ، جو شاہ کا بیٹا تھا ، آج فقیر ہو گیا ہے ؛
وہ فقیر ہوا بیٹھا ہے ، میں اسے دیکھ کر آ رہی ہوں ۔
منہ سے کیا کہوں ، اسے اس حالت میں دیکھ کر پاگل
ہو گئی ہوں ؛
تمھارے خاوند نے جوگ لے لیا ، تم پر یہ کیسی مصیبت آئی ؟
مجھے اس سے سخت افسوس ہوا ، اے کنورانی سیلا سنو :
تمھارے نادان خاوند نے جوانی میں اپنی یہ حالت بنا کر
تمھیں اس بالی عمر میں کس مصیبت میں ڈال دیا !“

سیلا دیئی

”اے مالن ! تو نے کیسی افسوس ناک خبر آ سنائی ،

جسے سنتے ہی میرے بدن میں جان باقی نہیں رہی ، جان بدن سے
نکل گئی''۔

گیت

''اے مالن ! تیری بات سنتے ہی
میری جان ہوا ہو رہی ہے ۔
قسمت ! تو نے یہ کیا حالت کر دی ؟
مجھ پر ایسی مصیبت ڈال دی ؛
میں نہ جانتی تھی ایسا ہو جائے گا ۔
میرا پیارا جوگی بن کر آ گیا ہے
اور اس نے کھانا پینا ترک کر دیا ہے ؛
اب میری سہیلیاں مجھے طعنے دیں گی ،
میں گہری سوچ میں پڑ گئی ہوں ،
مجھ پر کیسی مصیبت آ گئی ہے !''

سیلا دیئی کی ماتا

''بیٹی سیل ، میری کنورانی ! تم کیوں اتنی اداس ہو ؟
تم کیوں کھانا نہیں کھاتی ہو ؟ تمھاری آنکھوں سے آنسو کیوں
بہ رہے ہیں ؟
تمھاری آنکھوں سے آنسو کیوں بہ رہے ہیں ؟ تم نے کھانے کا
تھال کیوں پرے رکھ دیا ہے ؟
مجھے اصل راز سے آگاہ کرو ، تم کھانا کیوں نہیں کھاتی ہو ؟
تمھارا بدن کیوں نحیف ہو گیا ہے ؟ چہرے پہ کیوں زردی چھا
رہی ہے ؟
کیا کسی نے تمھیں گالی دی ہے ؟ مجھے بتاؤ تو سہی ؛
میں اس کی کھال کھنچوا دوں ، اس کی زبان کاٹ لوں ،
اسے ایک لمحہ زندہ نہ رہنے دوں ، فوراً جان سے مروا دوں''۔

سیلا دیئی

''اے ماتا ! تمھیں کیا بتاؤں ، میرے تن بدن میں آگ لگ
رہی ہے ؟

وہ شاہ سے جوگی ہو گیا ہے اور تمھارے باغ میں آ بیٹھا ہے ؛
وہ باغ میں آ بیٹھا ہے ، میں نے تمھیں اپنا درد بتا دیا ہے ۔
اس نے کانوں میں مندرے ڈال رکھے ہیں اور بدن پر راکھ ملی
ہوئی ہے ۔
جب سے میں نے اسے چھوڑا ہے ، پھر اس کی صورت نہیں
دیکھ سکی ؛
میری خاطر وہ خود جوگی بن کر آ گیا ہے
اس لیے میں نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے ، اے میری ماتا !
سن لو ۔
اس کی جدائی کے صدمے سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں''۔

سیلا دیئی کی ماتا

''بیٹی سیلا ! میری کنورانی ! سنو : غم کو دل سے دور کرو ۔
جاؤ اور کسی طرح مہتا کو محل میں لے آؤ ؛
جاؤ ، فکر چھوڑو اور اسے محل میں لے آؤ ۔
میری جان ! حوصلہ رکھو ، گھبراتی کیوں ہو ؟
باغ میں جاؤ اور مہتا کو ساتھ لے آؤ
اور گھر کے تمام نوکر چاکر اس کی خدمت پر لگا دو''۔

سیلا دیئی

''ماتا ! اس طرح تم بدنام ہو جاؤ گی ، میں تمھیں سمجھانے
دیتی ہوں ؛
اگر تم اسے محل میں پھر لاؤ گی تو جگ ہنسائی ہوگی ۔
اس طرح جگ ہنسائی ہوگی ماتا ! تم کیوں بات کو نہیں
سمجھتی ہو ؟
لوگ کہیں گے : 'کل اسے بھائی کہتی تھی ، آج پھر محل میں
لے آئی ہے'۔
جو ہونا تھا ہو گیا ، اب اس کے متعلق سوچنے سے کیا حاصل ؟
ماں ! اب خاموش بیٹھ رہو ، کیوں جگ ہنسائی کراتی ہو ؟''

سیلا دیئی کی ماتا

''اپنی پانچ رنگ کی چنری اوڑھ لو اور سولہ زیورات پہن لو ؛

بیٹی سیل ، اے کنورانی ! جاؤ باغ کی بہار دیکھ آؤ ،
باغ کی بہار دیکھ آؤ ، سہیلیوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ ۔
وہاں سب مل کر خوشی کے گیت گاؤ ، اکیلی نہ جاؤ ،
وہاں باغوں میں جا کر ، محبوب کی خبر لاؤ ؛
اگر وہاں کچھ دیکھو ، تو مجھے بھی اس کی خبر دو“۔

ماتا کے حکم کی تعمیل کر کے وہ دل میں خوش ہو گئی ۔
وہ سہیلیوں میں ایسے نمایاں تھی ، جیسے تاروں میں چاند ،
جیسے تاروں میں چاند : پھر اس نے باغ میں جانے کی تیاری کی ۔
ارد گرد اس کی ساری سہیلیاں تھیں اور بیچ میں سیل کنورانی ۔
وہ سب باغ میں پہنچ گئیں ' انہیں دیکھ کر مہتا گہری فکر میں ڈوب گیا ۔

مہتا

قسمت کی لکیر کبھی مٹ نہیں سکتی ، جان بدن سے نکلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے“۔

گیت

”تقدیر کے راہ نیارے ہیں '
قسمت کی لکیر زور آور ہے ' اس کے اثرات سے پیچھا نہیں چھڑایا جا سکتا“۔

پہلی سہیلی

”اے مہاراج ! ہم سب سہیلیاں آپ کے سامنے کھڑی ہیں ،
آپ ہم سے بات کیوں نہیں کرتے ؟ آپ کس سے شرماتے ہیں ؟
آپ کس سے شرماتے ہیں ؟ کچھ منہ سے بولیے ۔
اٹھیے ' ہمارے ساتھ شاہی محل تک چلیے ؛
میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں ، مجھ پر ایک نظر تو ڈالیے ۔
مہاراج ! آنکھیں کھولیے اور ہمارے بدن کے درد کو تسکین دیجیے“۔

دوسری سہیلی

''اے شاہ کے بیٹے مہتے ! ہم سے کوئی میٹھی پیاری بات کیجیے ،
آپ کا حسن دیکھ کر سب کے ہوش کھو گئے ہیں ۔
اے شاہ کے فرزند ! آپ کے حسن نے ان کے درد فراق میں
اضافہ کر دیا ہے ۔
ہم سب باندیاں آپ کے قدموں میں حاضر ہیں ۔
مہاراج ! ہمیں بھی بتائیے ، آپ کا یہ بدن کیوں کملا گیا ہے ؟
میں ہاتھ جوڑ کر بار بار عرض کر رہی ہوں مگر آپ اپنے
منہ سے کچھ جواب نہیں دیتے''۔

پہلی سہیلی

''اے سیلا ! تم ہی اپنے پیارے کو سمجھاؤ ،
ہم سے تو وہ بات نہیں کرتا ، شاید شرما گیا ہے ۔
شاید شرما گیا ہے ، اس لیے اے جان ! تم ہی اس سے بات کرو ۔
تم سے وہ بات کرے گا اور تمھیں اپنے دل کا راز بتا دے گا ۔
اس سے یہ راز تو پوچھو کہ اس نے جوگ کا یہ کٹھن راستہ
کیوں اختیار کیا ہے ؟
منہ سے کچھ نہیں کہتا ، شاید اس کا زخم بہت گہرا ہے''۔

سیلا دیئی

اے میری جان سے پیارے پیتم ! میری عرض سنو !
میں تمھاری باندی ، تمھارے سامنے گلے میں پلو ڈال کر عرض
کر رہی ہوں ۔
اے مالک ! میں گلے میں پلو ڈال کے کھڑی ہوں ، میری عرض سنو :
مہاراج ! ہماری خطا بخش دو اور منہ سے کچھ کہو ۔
تمھارا بدن کیوں ویران ہے ، چہرے پر زردی کیوں چھا رہی ہے ؟
اے میری جان کے مالک ! میں ہاتھ جوڑ کر عرض کر رہی
ہوں ، مجھے اس کا جواب دو''۔

(سہیلی سے)

ہمارا محبوب تو کبھی کا چل بسا ، اب یہ اس کا ویران بدن پڑا ہے ۔
اس نے بالے پن ہی میں محبت کا رشتہ توڑ دیا ۔

پیا نے محبت کا رشتہ توڑ دیا اور جنگل کے باسی ہوگئے ۔
اے میری سہیلی ! کردگار نے مجھے اس عمر میں کس مصیبت میں ڈال دیا ۔
میری خاطر انہوں نے جوگ اختیار کیا اور کانوں میں مندرے ڈال لیے''۔

(خاوند سے)

سیل کنورانی جیسی عورت کو چھوڑ کر ، تم آج کہاں چل دیے؟
اے مالک ! تمھارے کانوں کے قیمتی موتی کس نے آتار لیے ؟
تمھاری گلاب جیسی سرخ پگڑی ، خوب صورت قیمتی لباس اور ریشمی دھوتی کہاں گئی ؟
تمھاری باندی سیل کنورانی تمھارے حضور حیران کھڑی تم سے یہ پوچھ رہی ہے ۔
اے محبوب! ایک بار تو منہ سے بولو ، ورنہ میں یہیں جاں دے دوں گی''۔
اے خدا ! سب کے مالک ! میری پکار سن !
میں یہاں بیواؤں کی مانند کھڑی ہوں ، میرے پتی کہاں گئے؟''

گیت

پتی جوگی بن کر چلے گئے ،
پیا کے بغیر میرا کیا حال ہوگا ؟
اے خدا ! میری کیا خطا تھی ؟
مجھے ایسی مصیبت میں کیوں ڈال دیا گیا ؟
مالک ! میری عزت تیرے ہاتھ ہے ،
تو جو بھگتوں کا محافظ اور گرڑ[1] پر سواری کرنے والا ہے''۔

''سہیلی ! میرے پتا کے پاس جا ،
ایک لمحے کی دیر نہ کر ۔
میری ماتا اور پتا سے جا کر کہ
کہ وہ چتا کی تیاری کریں ۔

---

۱ ۔ وشنو ۔ مرتب

''انھیں کہ کہ وہ جلدی سے صندل کی لکڑی منگوا لیں اور اپنا دل
اداس نہ کریں''۔
میں ستی ہو کر کامیاب ہو جاؤں گی اور اپنے محبوب کے پاس
پہنچ جاؤں گی ۔
اے سہیلی ! میں اپنے محبوب کے پاس پہنچ جاؤں گی ، میں
تجھ سے کہ رھی ھوں :
محل سے سارا سامان لے آ ، میں رام نام کے گن گاؤں گی ؛
اب جینے سے کچھ فائدہ نہیں ، میں تجھے سمجھائے دیتی ھوں ۔
اس طرح مجھے غیر فانی سہاگ مل جائے گا ۔ میں محبوب سے ملنے
کو جاتی ھوں''۔
سیلا کی بات سن کر باندی اداس ھو گئی ۔
وہ روتی ھوئی محل کی طرف روانہ ھوئی اور ھربھج شاہ کے
پاس پہنچی ،
وہ ھربھج شاہ کے پاس پہنچی اور اس کی آنکھیں آنسؤوں سے لبریز
تھیں ۔

باندی

''وہ مہتا جو جوگی بن کر باغ میں آیا تھا ،
اس کے بدن میں جان نہیں رھی ۔ اس کا طائر روح اس دنیا سے
پرواز کر گیا ھے ۔
اب سیلا نے بھی اس کے ساتھ جان دینے کا فیصلہ کیا ھے اور اس
مقصد کے لیے گھی اور صندل کی لکڑی منگوا بھیجی ھے''۔
باندی کی بات سن کر وہ متفکر ھوا ،
اس کے تن بدن میں جان نہ رھی اور آنکھوں سے آنسو جاری ھو گئے ،
اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ھو گئے۔

ھربھج شاہ

''قسمت ! تو نے یہ کیا فیصلہ کر دیا ؟
اے بھگوان ! تو نے مجھے خوشی میں کیسا غم دے دیا''۔
شاہ باغ میں آیا اور سیلا کو دیکھتے ھی اس کے منہ سے

چیخ نکلی ۔
قسمت کی لکیر طاقت ور ہے ،کوئی اس سے بچ نہیں جا سکتا ۔

هربهج شاہ[1]

سیل بیٹی ، اے کنورانی ! سنو ، تم نے کیوں دل اداس کیا ہے ؟
خاوند کا ساتھ چھوڑو اور میرے ساتھ محل کو چلو -؟
میری لاڈلی ! خاوند کا ساتھ چھوڑو اور محل کو چلو ؟
خیر خیرات دے کر نیکی میں اضافہ کرو ، میں تمھیں سمجھاتا ہوں ،
یہاں مہتا کے نام سے سدا برت کھول دو ۔
مہتا کی خاطر پاک‌دامن رهو اور اس کی خاطر عبادت کرنے کے لیے کانشی چلی جاؤ''۔

سیلا دیئی

''خدا نے جو کچھ تقدیر میں لکھ دیا ہے ، اس سے مفر نہیں ؛
دنیا میں کوئی اپنا نہیں ، سب تعلقات عارضی ہیں ،
ماتا پتا جنم دے دیتے ہیں ، اس کے بعد سب کچھ قسمت کے اختیار میں ہے ۔
خدا نے جو دے دیا ، دے دیا ، کس سے کہیں اور کیا کہیں؟
پتا جی ! جس حال میں خدا رکھے ، اسی میں رہنا پڑتا ہے ۔
اے میرے باپ ! مجھے نہ روکو ، تم کیوں اپنے سر گناہ لیتے ہو ؟
جو مجھے ستی ہونے سے روکے گا ، میں اسے بد دعا دوں گی ۔
میں اسے بد دعا دوں گی ، جو مجھے ستی ہونے سے روکے گا ۔
مجھے اسی خاوند کے ساتھ کئی جنم گزر گئے ہیں ۔
اب میں ہاتھوں میں کنگن ڈالوں گی اور سر کے بال گندھاؤں گی اور سولہ زیور سجا کر محبوب کو ملنے کے لیے جاؤں گی ۔
اب کیوں دیر کرتے ہو ؟ چتا کی تیاری کرو ،
میرے دل میں محبوب سے ملنے کی بڑی خواهش ہے ۔

---

۱ - رواج کے مطابق باپ کا یہ فرض تھا کہ وہ بیٹی کو ستی ہونے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ۔ مرتب

صندل کی لکڑی اور دیگر دوسری ضروری اشیا مہیا کرو ؛
مین ہاتھ جوڑ کر عرض کرتی ہوں کہ اب مجھے میرے محبوب
کے پاس پہنچا دو"۔

هربهج شاه

"بیٹی سیلا ، کنورانی ! سنو ، ہم سے جدائی اختیار نہ کرو ،
ٹھیک ہے دنیا میں کوئی اپنا نہیں ، سب تعلقات عارضی ہیں ۔
سب تعلقات عارضی ہیں ، لاڈلی ! پھر تم کیوں اپنا دل تباہ
کرتی "؟
دل سے خدا کا نام لیتی رہو اور پاک دامنی پر قائم رہو ۔
تمہارا بدن جل کر راکھ ہو جائے گا اور ہاتھ کچھ نہیں آئے گا ،
نیک عمل کروگی تو اپنے محبوب کو پا لو گی ، نیک اعمال کے بغر ر
تم اسے نہیں پا سکتی"۔

سیلا دیئی

"اے میرے دانا باپ ! تم نے کیسی اچھی نصیحت کی ؛
جس کی نیکی مکمل ہے ، اسے فریب کا کھٹکا نہیں ،
کوئی پاک باز خاتون ہی اپنے خاوند کے ساتھ یہ دنیا چھوڑ
سکتی ہے ؛
خاوند کے بغیر کوئی زندگی نہیں ، خاوند کے بغیر زندہ نہیں
رہا جا سکتا ۔
میں اپنے خاوند کے پاس جا رہی ہوں ، مجھے کوئی نہ روکے ؛
چتا تیار کرا دو ، اس میں دیر نہ کرو ۔
مجھے محبوب سے ملنے کا شوق ہے ، ایسا نہ ہو میرا سفر خراب
ہو جائے"۔

هوبهج شاه

"پر فریب خیالات کو فراموش کر دو اور اپنی سمجھ سے
کام لو ۔
کنو رانی سیلا ! سنو ، یہی ستی ہو جانا ہے ۔
بیٹی سیلا ! میری بات پر اچھی طرح غور کرو ۔

باپ کے گھر میں رہ کر خیر خیرات سے اپنے نیک اعمال میں اضافہ
کرو ، یہی اصل ستی ہے ۔
تم پر اس چھوٹی عمر میں کیسی مصیبت آ پڑی ہے ۔
بیٹی ! ستی ہونے کا خیال چھوڑ دو ، میں تم سے بار بار کہہ
رہا ہوں''۔

سیلا دیئی

''اے باپ ! اب دیر نہ کرو ، میں تمھیں پر زور الفاظ سے کہتی
ہوں ۔
میرے دل میں محبوب سے ملنے کی تمنا بے تاب ہے ؛
محبوب سے ملنے کی تمنا بے تاب ہے، اب مجھے تم کیا سمجھاتے ہو؟
تم کیوں اپنے سر گناہ لیتے ہو ؟ تمھیں اس سے کیا حاصل ہوگا ؟
میری جان میرے محبوب کے ساتھ تھی ، کہو اب اسے کون بچا
سکتا ہے ؟
آج کوئی مجھے ستی ہونے سے باز رکھنے کی کوشش نہ کرے''۔

ہربھج شاہ

''ہم نے تمھیں بہت سمجھایا ، مگر تم نے ہماری ایک نہیں مانی ۔
اے بیٹی! اگر تمھاری یہی خوشی ہے تو محبوب سے ملنے کی تیاری
کرو ؛
محبوب سے ملنے کی تیاری کرو ، میں ابھی صندل کی چتا تیار کراتا
ہوں ، ضرورت کی سب چیزیں چتا پہ رکھ دوں گا ،
تمھارا حکم بجا لاؤں گا ۔

اس کا طائر روح پرواز کر گیا ہے اور صرف بدن کا خالی پنجرا
باقی رہ گیا ہے ، اب میں کسے عقل کی بات سناؤں ؟
بیٹی! تم تو جنت کو سدھاری ، میں اب رام نام سے لو لگاؤں گا ''۔

راجا رسالو

''اے میرے سرخ طوطے ! تو بہت ہوشیار ہے ، چاروں وید
جانتا ہے ،

مجھے بتا تو سہی اس وقت مہتا کہاں ہے ؟
مجھے یہ بات بتا دے کہ میرا پیارا مہتا اس وقت کہاں ہے ،
ہم بھی اسی جگہ اپنی جان دیں گے ، یہ ہمارا عہد ہے ۔
مہتا کس جگہ گیا ہے ؟ مجھے ساری بات بتا دے ۔
اے میرے سرخ دوست ! مجھے یہ بتا دے ، اب سارا معاملہ تیرے ہاتھ ہے''۔

طوطا

''اے رسال ! سن ، میری طرف دھیان کر ؛
مہتا نے اگروھا پہنچ کر اپنی جان دے دی ہے ؛
اس نے اپنی جان دے دی ہے ، راؤ جی ہمارا جواب سن لو ۔
اور اپنے باغ میں مہتا کے ساتھ سیلا بھی جل گئی ہے ؛
باغ کے اندر دونوں کے لیے بھاری چتا تیار کی گئی ہے ؛
ہربھج شاہ محل سے ضرورت کی تمام چیزیں لے کر وھاں پہنچا ہے''۔

راجا رسالو

''اب ہمارا جینا ، جینا نہیں ، جینے کی توھین ہے ؛
میری اور اس کی زندگی کا ایک ایک دن اور ایک ایک لمحے کا ساتھ تھا ،
میری جان اس کی جان تھی ۔ پیارے ! اب اس کا ساتھ کیسے چھوٹ سکتا ہے ؟
اے سرخ دوست ! جو ہونا تھا ہو گیا ، اب کیوں حالات سے بھاگا جائے ؟
مہتا کے مرنے کے بعد اب میرے لیے یہاں کوئی جگہ نہیں ،
ہم اور وہ ایک تھے۔ طوطے ! تو اس راز کو کیوں نہ پا سکا ؟''

''ابھی اس چتا کو آگ نہ دکھانا ۔
میں رسال گڑھ سے اس چتا میں جلنے کے لیے آ رہا ہوں ۔
میں یہاں جلنے کے لیے آیا ہوں ، مہتا کا ساتھ دینا میرا دھرم تھا

---

۱ ۔ اب راجا رسالو اگروھا کے اس باغ میں پہنچ چکا ہے جہاں مہتا اور سیلا کے لیے چتا بنائی گئی ہے ۔ مرتب

جس نے اپنا دھرم ہار دیا ، اس کا دنیا میں کیا رہ گیا ؟
میرے دل سے یہ پر جوش خواہش آٹھتی ہے کہ اپنا بدن جلا کر
راکھ کر دوں ،
اس کے بعد ایک لمحہ زندہ نہ رہوں بلکہ اس کے ہمراہ اس دنیا
سے چلا جاؤں''۔

هربهج شاه

''اے راجا ! جلو نہیں ، اپنی رعیت کی دیکھ بھال کرو ۔
تمہیں کس بات کا غم ہے ؟ کچھ ہمیں بھی بتاؤ ۔
اے راؤ ! تمہارے بغیر ساری رعیت مصیبت میں پڑ جائے گی ،
تم کیوں اس مہتا کی خاطر اپنی جان گنواتے ہو ؟
اے راجا ! کوئی ایسا بہادر نہیں جو تمہیں مجبور کر سکے ۔
تم خود ھی یہ راز بتا دو کہ آخر تم کیوں ان کے ساتھ جان
دیتے ہو ؟''

راجا رسالو

''هربهج شاہ! میں تمہیں بتاتا ہوں ، میری بات پر غور کرنا ؛
میری اور اس کی زندگی کا ایک ایک دن اور ایک ایک لمحے کا
ساتھ تھا ،
اس لیے مرنے میں بھی میرا اور اس کا ایک ایک دن اور ایک
ایک لمحے کا ساتھ رہے گا ؛
میرا اس کا یہی عہد تھا ، اب عہد سے کیوں پیچھے ہٹوں ؟
تم لاکھ کہو ، میں اپنے عہد سے پیچھے نہ ہٹوں گا ، اسی چتا میں
جلوں گا ؛
اب چند لمحوں کی بات ہے ، میں ابھی مہتا سے جا ملتا ہوں''۔

طوطا[1]

''اے ناتھ ! میری عرض سنیے ، اس وقت کوئی تدبیر کیجیے ،
ورنہ میں آپ کے دروازے پر جان دے دوں گا ۔

---

۱ - گورکھ ناتھ سے عرض کرتا ہے ۔ مرتب

میں آج جان دے دوں گا ، اب میری کیا زندگی ہے ؟
راؤ رسالو ، آپ کا لاڈلا چیلا جان دینے کے لیے چلا گیا ہے ،
وہ اگروھے میں جلنے کے لیے چلا گیا ہے ، قسمت نے اسے مجبور
کر دیا ہے ۔
اے ناتھ جی ! ہمارے ساتھ اس طرف کا رخ کیجیے'' ۔

گورو گورکھ ناتھ

اے بیٹا ! میری بات سنو ، وہ نہیں جلے گا ؛
چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلتے ہیں ، بھگوان بھلی کریں گے ۔
بیٹا ! بھگوان بھلی کریں گے ، اپنے دل میں پکا یقین رکھو ؛
راؤ رسالو نہیں مرے گا ، وہ یہ بدن نہیں چھوڑے گا ۔
اس ایک خدا سے دھیان لگاؤ اور سدا اس کا نام لیتے رہو ؛
'ہونی کبھی نہیں ٹلتی' ، بھگت کبیر کہ گئے ہیں''۔

طوطا

''وہ تو چتا میں جا بیٹھا ہے اور میرا بدن یہاں سوکھ گیا ہے ؛
اگر آپ اس وقت وہاں نہ پہنچے تو پھر کیا چتا کو ہوا دینے
کے لیے جائیں گے ؟
اے گورو ! یہ وقت ہے ، اب اس کی خبر لیجیے ، مجھے کیوں
ترساتے ہیں ۔
ناتھ جی ! میرے ساتھ چلیے اور میری جان بچا لیجیے ؛
میں تب ھی زندہ رہ سکتا ہوں ، اگر مجھے راجا مل جائے ۔
اگر آپ اسے زندہ نہ رکھ سکے تو آج میں بھی آپ کے سامنے جان
دے دوں گا ''۔

گورو گورکھ ناتھ

''چلو بیٹا ! چلتے ہیں ، سنکھ اٹھا لو''۔

انہوں نے اگروھے کی راہ لی اور ایک لمحے میں وہاں پہنچ گئے ،
ایک لمحے میں وہاں پہنچ گئے اور باغ میں ڈیرا جمایا ۔
سنکھ بجا کر ، 'آلکھ' کا نعرہ لگایا اور اپنے نو ساتھیوں
کو بلایا ۔

باغ میں جس جگہ چتا بنی ہوئی تھی سب وہیں پہنچ گئے ،
جوگی نے چتا پر آب حیات کی بوند ڈالی اور دیوتاؤں کی مدد لی ۔

پاربتی

''اے میرے محبوب! اس شہر میں یہ کیا کہرام مچا ہے ؟
سارا شہر رو رہا ہے اور ہر طرف چیخ پکار ہے ۔
ہر طرف چیخ پکار ہے ، میرے مالک ! مجھے سچ سچ بتاؤ ؟
اس سخت مصیبت کا کون شکار ہوا ؟ کچھ ہمیں بھی معلوم ہو ۔
اے مالک! مجھے اس راز سے آگاہ کرو ، تم عارف راہبر ہو ۔
اے آقا! جب تک ان لوگوں کا دکھ نہیں کٹے گا ، میں پانی تک
نہیں پیوں گی''۔

مہا دیو

''کوئی روتا ہے، کوئی ہنستا ہے، دنیا میں مصیبتیں آتی رہتی ہیں؛
اگر تو معرفت کی نگاہ سے دیکھے تو یہ دنیا بے معنی ہے ۔
یہ دنیا بے معنی ہے ، یہاں دکھ سکھ ملے جلے ہیں ۔
اس کے فریب سے وہی بچ سکتا ہے جو کسی پاک گرو کا چیلا ہو ؛
وہ جس نے دولت ، عشق اور لالچ سب سے منہ موڑ لیا اور
چوراسی جونوں سے بچ گیا ۔
اے نا سمجھ! اپنے راستے پر چلی چل ، ہم سے جھگڑا نہ کر''۔

پاربتی

''پیا! جب تک میں ان کی مصیبت نہ دیکھ لوں ، تمہاری ایک نہ
مانوں گی ؟
اس کے بعد ہی میں جا سکتی ہوں ، یہی میرا فیصلہ ہے ۔
میرے مالک ! یہی میرا فیصلہ ہے ، میں یہاں سے نہیں جاؤں گی ۔
جو خود دل میں سب کچھ سمجھتا ہو ، اسے کیا سمجھائیں ؟
میں اپنے سوال کا جواب پائے بغیر یہاں سے آگے نہیں جاؤں گی ،
اس سے آگے میری کوئی منزل نہیں ۔
پہلے میں ان کا دکھ معلوم کروں گی ، بعد میں کھانا
کھاؤں گی''۔

مہا دیو

''اس پر فریب دنیا میں ہر کہیں دکھ ہی دکھ ہے۔
چل ، اے نادان ! یہاں سے آگے چلیں ، تجھے ان سے کیا مطلب ؟
پیاری ! تجھے ان سے کیا مطلب ؟ میری بات پر غور کر اور اسے سمجھ۔
کتنے لوگ عسرت و خواری میں مست ہیں اور کتنے اپنی دولت میں ؟
جس نے لڑکپن ہی میں اس کا سہارا لے لیا ،
اس کو جنت میں مقام مل گیا ، یہ بات اچھی طرح سمجھ لے''۔

پاربتی

''اے مالک ! مجھے کیا سمجھاتے ہو ؟ میں کچھ ماننے کی نہیں ؛
ان کا دکھ دور کرو گے تب میں تمھارے ساتھ چلوں گی ۔
تب میں تمھارے ساتھ چلوں گی ، یہی میرے دل میں آتی ہے ۔
میں باغ میں جاتی ہوں اور وہاں جوگی[1] سے پوچھتی ہوں :

'یہاں کیا ہوا ؟ یہ شور کیوں مچا ہے ؟ ہمیں بھی کچھ بتاؤ ۔
باغ میں کس کی چتا جل رہی ہے ؟' اس راز سے پردہ ہٹاؤ''۔

گورو گورکھ ناتھ

''راؤ رسالو نے اس مہتا کی خاطر اپنے آپ کو جلا ڈالا ۔
مہاراج ! تم مہربانی کرو اور انھیں زندہ کر دو ،
مہاراج ! مہربانی کرو اور انھیں دوبارہ زندہ کر دو ۔
تم پوری خدائی طاقتیں رکھتے ہو ، ان کی جانیں بچا دو ؛
مہربانی سے ہمارا دکھ دور کرو ، دیر نہ لگاؤ ۔
اے طاقت کے مالک ! ان کی جان بچاؤ ، پھر آگے جانا''۔

طاقت کے مالک نے مہربانی سے اس طرف اپنی توجہ کی ؛

---

۱ - گورو گورکھ ناتھ - مرتب

اس نے اپنی انگلی چیری اور اس میں سے آب حیات نکالا ۔
اس نے آب حیات نکالا اور اسے چتا پر ڈالا
اور وہ تینوں چتا میں بیٹھے ہوئے زندہ ہو گئے اور منہ سے
"رام ، رام" پکارنے لگے ۔
اس کی قدرت کا کوئی حساب نہیں ، دنیا اسے کیا جانے ؛
سارے عالم میں وہی ایک نام ہے جو سب کو پیارا ہے ۔

راجا رسالو

"گورو کی مہربانی سے ہمارے تمام کام سنور گئے ،
تم ساری دنیا کے پالنے والے اور بڑے غریب نواز ہو ۔
بڑے غریب نواز ہو ، دنیا کے کاروبار کو از سر نو تازہ
کر دو !
ان دونوں نے دوبارہ جنم لیا ہے ، اب ان کی دوبارہ شادی بھی
کر دو ؛
باقی کام پھر کرنا ، پہلے پنڈت کو بلا لاؤ ،
مہندی رچاؤ ، بیاہ کی تیاری کرو اور باجے بجاؤ"۔

پنڈت کو جلدی سے بلا کر انہوں نے شادی کی تیاری شروع
کر دی
اور مہتا اور سیل کنورانی کے پھیرے[1] کرا دیے ؛
پھیرے کرا دیے اور دور نزدیک کے سب رشتہ دار بھی وہاں
پہنچ گئے ،
سارا خاندان باغ میں جمع ہو گیا ، وہیں بانات کے پردے
لگ گئے ۔
باغ میں جشن منعقد ہوا ، گورکھ بارات کے ساتھ تھا ۔
گھر کے سب مرد و زن خوش ہوئے ، ساری رعایا گن گانے لگی ۔
جب مقررہ مبارک گھڑی آ پہنچی ، ہربھج شاہ نے اپنی لڑکی
بیاہ دی ؛

---

۱ ۔ شادی کی رسم ۔ مرتب

هر گھر اور هر محل سے خوشی کا اظہار هونے لگا ۔
محلوں میں خوشی هوئی اور نئے سرے سے بھاری جہیز دیا گیا
اور کنورانی کو ملنے کے لیے اس کی سب سہیلیاں پہنچیں ۔

سیلا دیئی

''ماتا ! مجھے سسرال سے جلدی بلا لینا ،
میں اب اپنی ساس کے پاس جاتی هوں''۔

سیلا دیئی کی ماں

''میری سیلا کنو رانی ! خوشی خوشی اپنے گھر جاؤ ۔
اے میری لاڈلی بیٹی ! میرے جان و تن تم پر نثار هوں ،
میرے جان و تن تم پر نثار هوں ، میری جان سے پیاری بیٹی !
میں تمھیں جلدی بلا لوں گی ، گھبراؤ نہیں''۔

وہ پھر سفر پر روانہ هوئے اور منزل بہ منزل چلنے لگے
اور کئی دنوں کے سفر کے بعد رسال گڑھ پہنچے ۔
وہ رسال گڑھ پہنچے اور سب عورتیں مرد اچھا لباس پہن کر
باهر آ گئے ؛
دربان هاتھ جوڑ کر ان کے سامنے کھڑے هو گئے ۔
آگے مہتا کا گھوڑا تھا اور پیچھے سیلا کنورانی تھی ؛
سارا واقعہ سن کر هر شخص خوش هوا ۔

سیلا دیئی

''اے ساس ! میں تمھارے قدم چھوتی هوں ؛
شری بھگوان نے هم دونوں کو پھر اکٹھا کر دیا هے ۔
ساس جی ! شری بھگوان نے همیں دوبارہ سہاگ دیا هے ؛
وہ سخی داتا ، هر ایک کا محافظ هے ، ـــــ هم نے اسی کی پناہ
لی هے ،
وہ قدرت والا مالک اپنی نئی نئی قدرتیں دکھاتا هے ، اسی کا خیال
میرے دل میں بسا هے ۔
عالم میں اسی کا نام غیر فانی هے ، اس کے سوائے یہاں اور کون
هے ؟''

سیلا دیئی کی ساس

''اے بہو! تم سدا خوش رہو اور تمہارا سہاگ ہمیشہ قائم رہے !
خدا کرے تم دودھ ، اولاد اور دھن ، سب سے لطف اٹھاؤ اور
بوڑھی ہونے تک سہاگن رہو !
بوڑھی ہونے تک سہاگن رہو ! یہی ہماری دعا ہے ۔
ہمیشہ خوش رہو ! تمھیں سب سکھ حاصل ہو گئے ہیں ۔
وہ گھومنے[1] والا خود تمہارا محافظ ہو !
تم دونوں کے اکٹھا ہو جانے سے میرا دل خوش ہو گیا ہے ۔
تمہاری عمر کا ہر برس اور ہر گھڑی خوشی سے گزرے ! تمہارے
سب کام خوش اسلوبی سے پورے ہوں !
تمہارا وطن خوش حال اور اولاد کامیاب ہو !
خوشی کے گیت گاتے ہوئے اپنے محلوں میں آباد ہو جاؤ ؛
مالک نے دوبارہ تمہاری لاج رکھ لی ہے''۔

دھرتی ماتا نے مہربانی کی ، دنیا کے آقا نے میری طرف توجہ کی ۔
اے پاربتی کے مالک ! تم نے میرا گیت مکمل کرا دیا ہے ؛
اے پاربتی کے مالک ! تم ہی نے دنیا میں میری مدد کی ہے ۔
اپنا گیت مکمل کرنے کے بعد ، اے ماتا[2] ! میں تیرے گن
گاتا ہوں ؛
رشیوں ، منیوں اور گوروؤں میں سے کوئی بھی تیرے راز کو
نہ پا سکا ۔
بنسی لال کہتا ہے : 'اے ماتا ! تو دنیا میں چاروں طرف چھائی
ہوئی ہے'۔

---

۱ - کرشن - مرتب
۲ - پاربتی -

حکایت ۱۱

سرمور کے راجا ماھی پر کاش کی کہانی

جیسے اسے راجا کونتھل کی راج دھانی جونگا میں رھنے والے دو اشخاص نے بیان کیا۔

کونتھل ایک پہاڑی ریاست ھے جو شملے کے قریب واقع ھے۔ یہ گیت رانا کونتھل اور اس کے پڑوسی راجا سرمور کی ایک مشہور لڑائی کا واقعہ بیان کرتا ھے؛ سرمور ھی کو ناھن بھی کہتے ھیں۔ اس لڑائی کا جغرافیہ بالکل مقامی ھے؛ بہت سے مقامات جن کا ذکر آیا ھے، راجا سرمور کے محدود علاقے میں واقع ھیں اور باقی (موجودہ) راجۂ کونتھل کے علاقہ میں واقع ھیں۔ اس گیت کی تاریخ بالکل مقامی ھے اور ضلع شملہ کی ریاستوں کی موجودہ تاریخی معلومات کے پیش نظر، اس کہانی کے بعض خاص کرداروں کے علاوہ دیگر معمولی شخصیتوں کے متعلق، جو اس جنگ میں حصہ لیتے ھیں، پتا چلانا کہ وہ کون تھے؟ بالکل نا ممکن ھے۔

اس گیت کا عنوان ''سرمور کے راجا ماھی پرکاش کی کہانی'' ھے؛ غالباً اس سے وھی ماھی پرکاش مراد ھے جو سرمور کے سورج بنسی راجاؤں کے خاندان میں چوتھا تھا اور جس کا عہد حکومت سرمور کے ایک مختصر اردو تاریخی مسودے کے مطابق، جو مجھے کہیں سے مل گیا تھا، ۱۱۶۵ تا ۱۱۷۴ بکرمی یا ۱۱۱۸ء تا ۱۱۲۷ء تھا۔ سرمور کا علاقہ جس کی سرحدیں دریائے جمنا کے پہاڑی راستے کے ساتھ ساتھ ھیں، ایک سورج بنسی راجپوت سوبھا روال نے فتح کیا تھا؛ یہ سوبھا روال، جیسلمیر کے روال (نہ کہ راول)

آگرسین کا بیٹا تھا ۔ (راجستھان جلد دوم مصنفہ ٹاڈ کے صفحہ ۱۸۷ کے مطابق جیسلمیر کی ریاست کی بنیاد بھٹی راجپوتوں نے سمت ۱۲۱۲ یا ۱۱۵۸ء میں رکھی تھی) ۔ اس سوبھا روال نے سمت ۱۱۵۲ یا ۱۰۹۵ء میں سوبھا بنس پرکاش کے نام سے کھیاردا دون کے راجبان جنگلات میں اپنی حکومت قائم کی تھی۔ اس کا عہد حکومت ۱۰۹۵ء تا ۱۰۹۹ء تھا ؛ اس کے بعد مندرجہ ذیل راجا آئے :—

راجا سالباھن پرکاش ۱۰۹۹ء تا ۱۱۰۲ء ۔ راجا بالک چند پرکاش ۱۱۰۲ء تا ۱۱۰۸ء ۔ راجا مالھی پرکش ۱۱۰۸ء تا ۱۱۱۷ء ۔

پرکاش سرمور کے راجاؤں کا خاص لقب ھے ؛ موجودہ راجا جو اس خاندان کا پینتالیسواں راجا ھے ، اس کا نام شمشیر پرکاش ھے ؛ ان راجاؤں کا لقب ناھن مقابلتاً نیا ھے کیوں کہ موجودہ ناھن نامی شہر اکتیسویں راجا کرم پرکاش (۱۶۱۶ء تا ۱۶۳۰ء) سے پہلے آباد نہیں ھوا تھا ۔ ٹاڈ نے جیسلمیر کی بنیاد کی جو تاریخ بتائی ھے ، اس میں اور ایک جیسلمیری راجا کے اس ریاست کی بنیاد رکھنے کی مقامی تاریخ میں ، ان تاریخوں کی نسبت جو آگے آتی ھیں ، بالکل معمولی فرق ھے ۔

اس گیت میں راجا ملھی (ماھی یا مائی) پرکاش ، کونتھل کے رانا انوپ (یا نوپ) سین سے جنگ لڑتا ھے ؛ ان سرداروں کے اردو تاریخی مسودے کے مطابق ، رانا انوپ سین اپنے خاندان کا سڑسٹھواں راجا تھا (۱۸۵۷ء کی برطانوی یاداشت کے مطابق موجودہ راجا مہندر سین پچھترواں ھے) ، جس نے دیشودھا کے مقام پر ناھن کے راجا ملھی پرکاش سے جنگ لڑی مگر اس راجا کا عہد ۱۶۷۰ء تا ۱۶۹۳ء تھا اور ان دونوں راجاؤں کے زمانوں کا فرق چھ سو برس کے قریب قریب جا پڑتا ھے ۔ انوپ سین کا ھم عہد راجا بدھ (یا بدھی چند) پرکاش تھا جو اپنے خاندان کا چونتیسواں راجا تھا اور جس نے ۱۶۷۴ء سے ۱۶۹۴ء تک حکومت کی ۔

زیادہ تحقیقات کرنے سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس خاندان کا تینتیسواں راجا، رانا انوپ سین بھی، راجا ملھی پرکاش کا ہم عہد تھا اور غالباً اس گیت میں اسی کو غلطی سے انوپ سین کہ دیا گیا ہے۔

شملے کے قریبی علاقے سے متعلقہ چاروں کہانیاں یہاں اکٹھی دی گئی ہیں کیوں کہ ان کا تعلق ان علاقوں سے ہے جو جغرافیائی اور تاریخی اعتبار سے آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں؛ ان کی زبان بھی ایک جیسی ہے، مقامی بولی میں اسے کونتھلی کہتے ہیں۔

ان پہاڑی گیتوں کی زبان بہت پرانی اور عجیب ہے اور جدید آریائی بولیوں کی تاریخ کا پتا چلانے میں اس سے اہم مدد لی جا سکتی ہے۔

ماہی ابھی بارہ برس کا تھا. کہ کونتھل کے راجا نے اس سے جھگڑا کیا،

تب راجا (ماہی) نے ناہن کے مقام پر اپنی فوجیں اکٹھی کر لیں

اور اس نے بالگ[1] کے میدانوں میں ڈیرے ڈال دیے۔

بالگ کے لوگ وہاں سے بھاگ گئے،

تب دھرمی برھمنی کو ایک تجویز سوجھی

کہ چونکہ راجا وہاں آ گیا ہے، اس لیے وہ اس کے ڈیرے میں جائے۔

چنانچہ اس نے موتیوں سے تھال بھرا اور اسے راجا کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیا

مگر راجا نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا۔

وہ بولی: ''راجا! تیرا میری طرف متوجہ ہونا یا مجھ سے منہ موڑ لینا میرے لیے برابر ہے۔

راجا! برھمنی کی عرض سنو؛

مجھ سے سونے کے کنگن لے لو اور ناہن واپس چلے جاؤ''۔

۱۔ ناہن سے پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ مرتب

اس نے برھمنی کی دانش مندانہ بات پر توجہ نہ کی اور اپنے
ملازموں سے کہا :
''میں ضرور کونتھل سے اپنا جھگڑا چکانے کے لیے جاؤں گا ؛
تم اپنی پگڑیاں باندھ لو اور زرہ بکتر پہن لو''۔
پھر اس نے ناگنی[1] کی طرف فوری کوچ کا حکم دیا ؛
ناگنی کے لوگ بھی وھاں سے بھاگ گئے ؛
ناگنی خالی تھا اور کسی نے وھاں ان کا ذرا بھی مقابلہ نہ کیا ؛
ناگنی کے لوگ بہت خوف زدہ تھے ۔
پانچویں دن ناگنی فتح ھو گیا ۔
راجا نے پھر اپنے سپاھیوں سے کہا :
''اپنی پگڑیاں باندھ لو اور جلدی سے کھانا تیار کر لو''۔
پھر راجا نے فوراً سنجونی[2] کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا
اور اس نے سنجونی کے میدانوں میں ڈیرے ڈال دیے ۔
راجا نے وھاں اٹھارہ من بارود پھونک دیا
اور کونتھل کے سب ساتھی گھاس کی طرح لرزنے لگے ۔
''سپاھیو ! اپنا سامان باندھ لو اور زرہ بکتر پہن لو''۔
راجا نے ان سے کہا ۔
پھر اس نے دیسودھر کی طرف فوراً کوچ کرنے کا حکم دیا ۔
راجا نے دیسو دھر کے قلعے پر گولہ باری کی ؛
پھر کاٹھڑی کے بھاٹوں کو یہ تجویز سوجھی
کہ وہ راجا ماھی کے ڈیرے پر جائیں ۔
راجا نے حکم دیا کہ کاٹھڑی کے بھاٹوں کو دو سیر کھانا
دے دیا جائے ۔
وہ بولے : ''ھم تو راجا دیسو کی رعیت ھیں''۔
آدھی رات[3] کو ڈیرا لوٹ لیا گیا ۔

---

۱ - ناگنی کونتھل کی راہ میں دوسرا مقام ھے ۔ مرتب
۲ - سنجونی تیسرا مقام ھے ۔ مرتب
۳ - بظاھر یہ مصرع بے تعلق معلوم ھوتا ھے ۔ معلوم ھوتا ھے بھاٹوں
سے یوں ھی سنا گیا ھوگا ۔ مترجم

پھر کاٹھڑی کے بھاٹ راجا جونگا (کونتھل) کے دربار میں پہنچے ۔
''راجا ! تو کیوں سو رہا ہے ؟ دشمن تو دیسو تک آ پہنچا ہے''۔
راجا جونگا اپنے دیوان خانے میں ٹہل رہا تھا ۔
''گھیلا چھبر اور دھرتا بھلر کو بلاؤ''۔
گھیلا چھبر اور دھرتا بھلر آ گئے ؛
راجا انوپ سین نے ان سے یوں کہنا شروع کیا :
''ماھی دیسو تک آ پہنچا ہے ، ہم کیا کریں ؟''
''اپنی لڑکی راجا سے بیاہ دو اور دشمنی ختم ہو جائے گی ''۔
راجا کی بیٹی سیتلا نے کھانا پینا چھوڑ دیا
مگر گھیلا اور دھرتا نے اس کی منگنی پختہ کر دی ۔
راجا نے ان کے حقوق آزادی کے عوض ان سے دگنے مالیے کا مطالبہ کیا ۔
''اے راجا ! ملک کو تیرے ملازموں اور گھوڑوں نے ویران کر دیا ہے ،
اب اپنے ملازموں اور ان کے گھوڑوں ھی سے دشمن کا مقابلہ کر ؛
اب تیرے ملازم اور ان کے گھوڑے ھی دیسو دھر میں لڑیں گے ؛
تیرے ملازم چاول کھا جاتے ھیں اور ھمیں بیچ پینی پڑتی ہے''۔
''تم جو میری رعیت ھو ، تم بھی لڑو ، میں تمھارا نصف مالیہ معاف کرتا ھوں''۔
تب گھیلا چھبر کو ایک تجویز سوجھی ؛
اس نے دیوان اور منشیوں کو چٹھیاں بھیجیں ۔
رات گزری تو صبح کے وقت وھاں ایک فوج جمع ھو گئی ؛
مینہ برس رہا تھا اور بادل چھائے ہوئے تھے ۔
راجا کی فوج آگے بڑھی اور تمام پہاڑیاں (ان کے لباس سے) سفید نظر آنے لگیں ؛
اٹھارہ سردار اور پندرہ ھزار سپاھی آگے بڑھے

اور دیسو دھر میں مقابلہ شروع ھوا ؛
دیسو دھر میں لڑائی شروع ھوئی ۔
ھنومان کے ماننے والے یوں بولے :
''اپنے تیر کمان پھینک دو اور ڈنڈے اٹھا لو''۔
مردوں سے زمین اور غاریں بھر گئیں
اور باڑوں میں سروں اور لاشوں کے ڈھیر لگ گئے ۔
راجا (ساھی) کی فوج گھاس کی طرح کاٹ دی گئی ؛
وہ دیسو دھر کی جھاڑیوں میں چھپتے پھرتے تھے ۔
راجا (ساھی) جو آتے وقت پالکی میں گردن اکڑا کے بیٹھا ھوا تھا ،
واپسی پر اوندھے منہ لے جایا گیا ؛
سنجونی کے میدان میں پہنچ کر وہ ھوش میں آیا ۔
ساھی : ''میرا سونے کا حقہ لاؤ''۔
سونے کے حقے میں دیوی کا چڑھاوا تھا ۔
''راجا ! تو حقہ مانگتا ھے ، میں مشکل سے اپنی جان بچا کے لا سکا ھوں''۔
ساھی : ''اب ھم کس منہ سے ناھن جائیں گے ؟''
تب ناھن کے سردار نے یوں کہا :
''اب تیرے خوبصورت دموں والے گھوڑے صرف اناج ڈھونے کے کام آ سکتے ھیں''۔
پھر ناھن کا دیوان بولا :
''راجا کونتھل کے مقابلے کے لیے تم یہ فوج لے گئے تھے؟''
اس کے بعد راجا کی رانی نے یوں کہا :
''راجا ! تمھیں خبردار کیا گیا تھا مگر اس وقت تم کسی کی بات سنتے ھی نہ تھے ؛
تم کونتھل گئے اور وھاں جا کر کیا تیر مارا ؟''
''اے میری اچھی رانی ! مجھے ملامت نہ کر ،
تو خود دیکھے گی میں کیسے دیسو دھر کا بدلہ لیتا ھوں ۔
میری رانی ! تو راتی پانی کا مقابلہ دیکھے گی''۔
پھر راجا ناھن نے اپنی تیاریاں شروع کر دیں ؛
بارہ سو گھوڑے اور ایک لاکھ پیدل فوج جمع کی ۔

راجا کی فوج راتی پانی جا پہنچی ؛
راجا نے ستائیس من بارود پھونک دیا ،
نیچے زمین ھل گئی اور اوپر آسمان کانپنے لگا ؛
سفید گدھیں اور کالے کوے جمع ھو گئے
اور راتی پانی میدان کارزار بن گیا ۔
پھر دوسری طرف سے توپیں بادلوں کی طرح گرجنے لگیں ،
تیر جو کی بھوسی کی طرح آڑنے لگے
اور تلواریں بجلیوں کی طرح کوندنے لگیں ۔
راجا ناھن یوں بولا :
''میرے راجا بھائی ! تم نے دیسو دھر پر ھمیں بہت نقصان پہنچایا تھا ۔
اے راجا ! میرے (دیوان) سیدھا کا مشورہ بہترین ھے ؛.
ناھن میں دودھ بہت ھے ، میں تمھارے لیے کھیر لاؤں گا''۔
پھر دیوان سیدھا جس نے اپنے چہرے پر نیزے کا زخم کھایا تھا
مگر میدان جنگ سے منہ نہ موڑا ، یوں بولا :
''راجا ! دیسو دھر میں میری قوت بے کار تھی
اور سروں اور لاشوں سے باڑیں اٹ گئی تھیں''۔
دیوان سیدھا نے مزید کہا :
''اے راجا انوپ سین ! اب تم واپس چلے جاؤ''۔
کوٹھ کے سردار سیدھا نے اسے یوں ملامت کی :
''اے راجا ! دیسو میں تم جیت گئے تھے ، آج تمھاری ھار ھے''۔
راجا انوپ سین کو میدان سے بھگا دیا گیا ۔
راجا ماھی بہت خوش ھوا
اور ناھن میں بہت خوشی منائی گئی ۔

حکایت ۱۳

سوھنی کے سردار سیاما کی کہانی

جیسا کہ اسے راجا کونتھل کی راج دھانی جونگا کے دو اشخاص نے بیان کیا۔

اس حکایت کے واقعات بہت الجھے ہوئے ہیں ، اس میں سرمور کے راجا نرپت کے سیاما سے جھگڑے کے حالات بیان کیے گئے ہیں ۔ سیاما، ''جاگیردار پرگنا سوھنی علاقہ سرمور'' بیان کیا جاتا ہے مگر جہاں تک میری تحقیقات کا تعلق ہے ، میرے قبضے میں جو فہرست ہے ، اس کے مطابق سرمور میں کوئی راجا نرپت پرکاش نہیں ہوا ؛ البتہ کونتھل کا آنچاسواں رانا ضرور نرپت سین نامی تھا ۔ ممکن ہے اس نے سیاما کی بغاوت دبانے کے لیے راجا سرمور کی مدد لی ہو مگر اس کی کہانی میں نرپت کو سرمور کا راجا ھی بیان کیا گیا ہے اور سیاما کو بھی سرمور ھی کا جاگیردار بتایا گیا ہے ۔ کونتھل کے رانا نرپتی سین کا عہد حکومت سولھویں صدی عیسوی کے آغاز میں تھا؛ سرمور کے تخت پر اس کے اہم عہدوں نے بظاھر اپنے ناموں اور تاریخوں کے سوائے اپنے پیچھے اور کوئی یادگار نہیں چھوڑی۔ اس حکایت میں گڑھوال یا سری‌نگر کے راجا کا سیاما کے بیٹے سندر کی مدد کرنے کا جو بیان ہے اس سے ہم کچھ معلومات حاصل نہیں کر سکتے کیوں کہ یہاں اس راجا کا نام نہیں دیا گیا اور سرمور کی تاریخ کے مطابق ان پڑوسی راجاؤں میں سرمور کے راجا ماندھاتا پرکاش (۱۶۳۴ء تا ۱۶۵۴ء) کے زمانے سے موجودہ (اٹھارھویں) صدی عیسوی تک لگاتار لڑائیاں ہوتی رھی ھیں ۔

اس گیت میں سیاما کو سوھنی کا ''مواوی'' کہا گیا ھے ؛ میں نے
اس لفظ کا ترجمہ سیاق و سباق کے مطابق ، آزاد ، باغی ،
سرکش وغیرہ الفاظ سے کیا ھے ۔ تاریخ کونتھل کے مسودے
کے مطابق یہ لفظ ''ماوی'' ھے اور اس سے ایک خاص طبقہ
مراد ھے جو آج بھی وھاں موجود ھے ۔ معلوم ھوتا ھے یہ
لوگ پہاڑیوں کے آزاد زمیندار تھے جن کی ملکیت بالعموم
تھوڑی سی ھوتی تھی ، مگر وہ نہ کسی کے ماتحت تھے اور
نہ کسی کو مالیہ یا باج ادا کرتے تھے ؛ اس تاریخی
مسودے کے مطابق ماوی ''خود سر لوگ'' تھے ۔ یہ امر
قابل غور ھے کہ اس گیت میں سیاما کے پاس راجا کے
جو فرمان ھیں ، وہ تانبے کی چادروں یا تھالوں پر لکھے
ھوئے بتائے گئے ھیں ۔ ان ماویوں کا سارا معاملہ اھم نہیں
تو دلچسپ ضرور ھے ۔ میرے خیال میں یہ لفظ مواوی
یا ماوی، جسے میں نے مواھی اور معاوی بولتے بھی سنا ھے،
اصل میں عربی لفظ معاف کی بگڑی ھوئی صورت ھے جو
سرکاری کاغذات میں ایسی زمین کے لیے استعمال کیا جاتا ھے
جس سے مالیہ وصول نہ کیا جاتا ھو ۔

اس حکایت کا جغرافیہ اور تاریخ بالکل مقامی ھیں اور ان کے متعلق
یہاں کچھ اور کہنے کی ضرورت نہیں ۔ اس گیت میں جن چھوٹی
شخصیتوں کا بار بار ذکر آیا ھے ، ان کا پتہ چلانا بہت
مشکل ھے ۔

سوھنی کے سیاما نے آزادی اختیار کر لی
اور وہ دونوں ھاتھوں سے راجا کا مالیہ اور جائداد کھانے لگا ؛
وہ مالیے کے عوض لوگوں کی گائیں اور بھینسیں زبردستی لے جاتا ۔
راج کہاروں میں سے دو اس کی شکایت لے کر راجا کے پاس گئے ؛
راجا نرپت نے اپنے دیوان خانے میں ان کی شکایت سنی :
''میرے راج کہارو ! اپنی شکایت صاف صاف بیان کرو ؛
مجھے سچ سچ بتاؤ ورنہ تمھیں کولھوؤں میں جوت دیا جائے گا''۔
''اے راجا ! ھم ایک باغی کے خلاف شکایت لے کر حاضر ھوئے ھیں؛

اے راجا ! تیرے ملک میں سیاما آزاد ہو گیا ہے''۔
راجا نے محل کی الماری سے تانبے کے تھال منگوائے
اور ان سے مالیے کی پڑتال کی ؛
پچھلے سات راجاؤں کے زمانے سے مالیے کی ادائیگی نہیں ہوئی تھی ۔
''ایک سفید کاغذ ، قلم اور دوات لاؤ ۔
پہلے خط میں میرا سلام لکھو ،
پھر زرد سیاہی سے خط کا مضمون لکھو :
''یا ناھن پہنچو یا ملک چھوڑ کے چلے جاؤ''۔
پھر راجا کے دو ملازم سوھنی پہنچے ؛
وھاں جا کر وہ دیوان خانے میں بیٹھ گئے ۔
سیاما کی بیوی نے دریچے میں سے دیکھا ؛
اس نے حقا بھرا اور لے آئی
اور دیوان خانے میں آ کر اسے ان کے سامنے رکھ دیا ؛
اس نے ان کے بائیں پاؤں چھوئے [1] ۔
''کیا سوھنی کا سردار سیاما گھر پر یا گاؤں میں ہے ؟''
''سیاما اور جیٹا [2] کمرے میں سو رہے ھیں''۔
''کیا کوئی ہے جو سیاما کو جگا دے ؟''
اس کی لڑکی تھولیا نے تانبے کی تھالی بجائی
اور سیاما ایک دم اٹھ بیٹھا ۔
''باپ ! اٹھو ، راجا کے ایلچی آئے ہوئے ھیں''۔
''میری بیٹی ! میں نے راجا کا کوئی مالیہ نہیں کھایا ''۔
پہلے دریاں اور غالیچے نکالے گئے
اور انھیں سوھنی کے دیوان خانے میں بچھایا گیا ،
پھر سیاما اور جیٹا دونوں باھر آئے ۔
سورج نکلنے کے وقت انھوں نے اپنا دربار لگایا ؛
ایلچیوں نے اپنی پگڑیوں میں سے راجا کا خط اور کاغذات نکالے
اور سیاما کو دے دیے ۔

---

۱ ۔ ایک مشہور رسم ، بہن بھائی کا بایاں پاؤں چھوتی ہے ۔ مرتب
۲ ۔ سیاما کا بھائی ۔ مرتب

سیاما اور جیٹا نے خط اور کاغذات لیے اور انھیں پڑھنا شروع
کر دیا ۔
انھوں نے راجا کا خط پڑھ کر آگ میں پھینک دیا ۔
''تم ھمیں یہ بتانے آئے ھو کہ راجا اور رانی ھم پر اپنی فوجوں
سے حملہ کر دیں گے؟ ؛
ھم راجا کو ایک چھوٹا سا گاؤں (جاگیر میں) دے دیں گے
اور رانی ھمارا پانی بھرے گی ۔
ان کے منہ کالے کر کے انھیں یہاں سے نکال دو''۔
انھوں نے ایلچیوں کو دو سیر باجرے کی گٹھڑی دی اور بولے :
''راجا سے کہو پہلے انھیں گنے ، پھر ھمارے ساتھ لڑنے کے
لیے آئے''۔
پھر انھوں نے راجا کے ایلچیوں کو وھاں سے باھر نکال دیا
اور راجا کے ایلچی واپس ناھن پہنچ گئے ۔
راجا نرپت اپنے گرمائی محل میں بیٹھا ھوا تھا ،
اس کے ایلچیوں نے وھاں پہنچ کر اسے سلام کیا ۔
''میرے ایلچیو ! مجھے سیاما کے متعلق خبر دو''۔
''اے راجا ! اس نے ھمیں باجرے کی ایک گٹھڑی دی ھے
اور کہا ھے : 'راجا سے کہو پہلے انھیں گنے ، پھر یہاں ھمارے
خلاف فوج لائے ' ''۔
''میرے قلعے کے فوج دار تارو کو بلاؤ ''۔
''میرے سپہ سالار تارو ! تم سوھنی پر حملہ کرو ،
فوج کی بڑی تعداد اور بہت سا جنگی سامان لے لو ،
سوھنی کا باغی بہت مغرور ھو گیا ھے ۔
میرے سپہ سالار تارو ! تم جا کر سوھنی کو جلا دو''۔
سپہ سالار تارو نے فوج جمع کی ،
اس نے اچھے سپاھی اور اچھی بندوقیں اپنے ساتھ لیں
اور سکہ بارود کے تھیلے ھاتھیوں کی پیٹھ پر باندھ لیے ؛
سب سے آگے نیزوں کے علم تھے ۔
اس طرح تارو کی فوج جمٹا کے درے کی طرف بڑھی ۔
انھوں نے جمٹا کے درے پر اتنی گولا باری کی

کہ سورج دھوئیں کے بادلوں میں چھپ گیا۔
سیاما اپنے گاؤں سوھنی میں بیٹھا سن رہا تھا۔
''چوڑو ! مجھے بتاؤ یہ بڑا راجا کون ہے ؟''
''یہ راجا نہیں بلکہ قلعے کا فوج دار تارو ہے''۔
تارو کی فوج سوھنی کی سرحدوں تک آ پہنچی ،
تارو نے سوھنی کی سرحدوں کو آگ لگا دی :
سوھنی کا سیاما بلند آواز سے پکارا :
''دینارو اور کینارو ! میری مدد کو پہنچو''۔
''سیاما ! تیرے برے سلوک کی وجہ سے ہم میں سے کوئی نہیں
پہنچے گا۔
بارہ برس تک ہم نے دھوچی میں تیرے جوتے اٹھائے ہیں ،
تم نے ہمارے درخت کاٹ دیے اور اپنا گھر بنا لیا''۔
سیاما کی عورت بولی :
''تم اپنے چوب دار بھیجو ، میں اپنے نوکر بھیجتی ہوں''۔
پھر سوھنی کا سیاما بولا :
''کب رات گزرے گی اور کب صبح ہوگی ؟''
سیاما کے بیٹے دھاگو اور کیسو میدان میں نکل آئے۔
''چوڑو اور کولٹو ! میں نے تمھیں اسی دن کے لیے پالا تھا''۔
چوڑو اور کولٹو نے اندر سے آواز دی :
''تارو ہماری زد میں ہے۔ سیاما مہاراج ! کیا ہم اس پر گولی
چلا دیں ؟''
سیاما ان کی بات پر ہنسا۔
''میرے چوڑو ! اگر تمھارے پاس بندوقیں ہیں تو کیوں
نہیں چلاتے ؟''
سوھنی کے میدان میں جنگ ہوئی
اور کماں دار تارو کی فوج گھاس کی طرح کاٹ دی گئی
اور تارو ، ناھن کی فوجوں کا کماں‌دار رونے لگا۔
''راجا کی فوج ماری گئی ہے ، میں اسے منہ دکھانے کے قابل
نہیں رہا''
پھر تارو نے ایک چٹھی لکھ کر ناھن بھیجی۔

''[1]میدانوں کی گھاس ہمیشہ کاٹی جاتی ہے تارو !
تم باغی سردار سے اپنی جان بچا کے آ جاؤ''۔
تارو کو اس سے کچھ تسلی ہوئی ؛
اس کے چوب دار جھوڑا اور رلیا، کالسی کی طرف روانہ ہوئے ؛
انھیں راستے میں رات ہوگئی اور اندھیرا چھا گیا ۔
کالسی کے دوبی[2] کے دروازے بند تھے ؛
رلیا اور جھوڑا نے باہر سے آواز دی :
''دوبی ! کواڑ کھولو''۔
''تم کون لوگ ہو اور کہاں سے آئے ہو ؟''
''ہم ناهن سے کالسی آئے ہیں''۔
''جھوڑا ! تم اپنا خیمہ باغ میں لگا لو ،
صبح سویرے میں تمھیں کھانے کا سامان اور ایک بکری بھیج دوں گا ''۔
انھوں نے رات بیٹھ کر باتیں کرتے ہوئے گزار دی ۔
صبح دوبی نے کالسی کے دروازے کھولے
اور راجا کا خادم جھوڑا اندر داخل ہوا
اور پگڑی سے کاغذات نکال کر اسے دیے ۔
ہیا چند دوبی نے وہ کاغذات پڑھے ۔
''سوھنی کا باغی بہت بد دماغ ہوگیا ہے ،
سات راجاؤں کے وقت سے وہ حکومت کی مخالفت کر رہا ہے ۔
اے دوبی! میں تم سے قلعے کی فوجیں طلب کرتا ہوں ؛
لاھور سے اچھے سپاھی اور اچھی بندوقیں منگوا لو ،
فوجوں کی خاصی تعداد اور بہت سا سامان ساتھ لے لو''۔
ہیا چند دوبی نے فوج جمع کی
اور اس کی فوج کالسی کی پہاڑیوں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھی
اور اس نے کالسی کی پہاڑیوں پر گولا باری کی مشق کی ۔
پھر ہیا ناھن کے دربار میں پہنچا ،

---

۱ ۔ راجا کا جواب ۔ مرتب
۲ ۔ برھمنوں کی ایک گوت ہے ۔ مرتب

ناھن کا راجا اپنے گرمائی محل میں بیٹھا تھا ،
کالسی کے ھیا چند نے اسے 'سلام' کہا ۔
دوبارہ سلام کے بعد راجا اس سے یوں مخاطب ہوا :
''سوھنی کا باغی بہت بد دماغ ھوگیا ھے ،
اس نے شاھی فوج کو گھاس کی طرح کاٹ کر رکھ دیا ھے ۔
اے ھیا چند دوبی ! تم سوھنی پر چڑھائی کرو ،
بہت سی فوج اور بہت سا سامان اپنے ساتھ لے جاؤ''۔
دوبی کی فوج جمٹا کے درے کی طرف بڑھی
اور انھوں نے جمٹا پر گولا باری شروع کر دی ۔
جمٹا کے درے میں بہت سے درخت تھے ؛
جنگی سامان کے بوجھ نے انھیں جڑ سے اکھاڑ دیا ۔
''بدھانا خزانچی ! تم یہاں بیٹھے ٹک ٹک کیا دیکھ رھے ھو ؟
میرے ملازموں کو گولا بارود تول کر دو''۔
جب اس نے گولا بارود کی تقسیم شروع کی ، سپاھی آپس میں
جھگڑنے لگے ؛
ھر شخص چار سیر بارود مانگتا تھا ۔
(اسی کشمکش میں) بارود کے تھیلوں کو آگ لگ گئی ۔
ھیا چند کی آدھی فوج بارود کی تقسیم کی نظر ھوگئی
اور آدھی فوج سوھنی کی طرف روانہ ھوئی ۔
دوبی نے ایک چٹھی لکھ کر سیاما کو بھیجی :
''سیاما یہاں آ کر مجھ سے ملو''۔
''کالسی کے دوبی ! تمھیں شرم آنی چاھیے ؛
کل تم میری بھینسیں چراتے تھے ، آج میری جان کے درپے ھو ۔
دوبی ! یہ بتاؤ ، قحط کے دنوں میں کیا ھوا تھا ،
جب میں نے تمھیں کھانے کے لیے دھی اور کدو مہیا کیے
تھے؟''
ھیا چند کی بقیہ آدھی فوج سوھنی کے صدر مقام تک جا پہنچی
اور سوھنی کے میدان میں لڑائی شروع ھو گئی ۔
سیاما کے لڑکے شیروں کی طرح گرجتے ھوئے نکلے
اور سوھنی کا سیاما یوں گویا ھوا :

''بیٹو ! سنو ، میں نے تمھیں اسی دن کے لیے پالا تھا ۔
(''جیٹا! خدا کرے تمھاری لنگڑی ٹانگ جل جائے''۔
جیٹا نے لاٹھی اٹھائی اور صحن کی آدھی دیوار گرا دی[1] ۔)
سیاما کے لڑکے دوڑتے ہوئے میدان میں پہنچے
اور سوھنی کے میدان کے وسط میں لڑائی شروع ہو گئی -
تیر جو کی بھوسی کی طرح اڑ رہے تھے ،
تلواریں بجلی کی مانند چمک رہی تھیں
اور بندوقیں بادلوں کی طرح گرجتی تھیں ۔
میدان میں فوجوں کا شمار نہ تھا ۔
ھیما[2] نے ایک چٹھی لکھ کر ناھن بھیج دی :
''راجا ھماری قسمت تباہ ھوگئی اور بخت نے ھمارا ساتھ چھوڑ دیا ؛
نصف فوج جل گئی اور نصف کو سیاما نے کاٹ ڈالا ''۔
''ھیما ! میدان کی گھاس ھمیشہ کاٹ دی جاتی ھے ،
تم اپنی جان بچا کر ناھن پہنچ جاؤ''۔
ھیما چند ناھن کی طرف پسپا ھو گیا ؛
ناھن کے راجا نے ایک تجویز سوچی :
جمنو اور سیاما نسبتی بھائی تھے ؛
راجا کے دو رشتے دار جمنو کے پاس گئے ۔
راجا نے جمنو بنائک کو بلایا ،
ناھن کا راجا اپنے گرمائی محل میں بیٹھا تھا ۔
''سوھنی کا باغی بہت مغرور ھو گیا ھے ،
تم سوھنی کے سیاما کو کسی طرح میرے پاس لے آؤ ، میں تمھیں
ایک گاؤں دے دوں گا ''۔
''راجا ! تم جھوٹے ھو ، مجھے تمھاری بات پر یقین نہیں''۔
راجا نرپت نے اپنے زنار پر ھاتھ رکھ کر قسم کھائی ۔
''راجا ! میں سیاما کو لے آتا ھوں مگر اسے قتل نہیں ھونے
دوں گا''۔

---

۱ - یہ دو فقرے سیاما اور اس کے بھائی کے درمیان ایک اتفاقی جھگڑے کو بیان کرتے ھیں ۔ مرتب

۲ - راجا کا جواب ۔

راجا[1] نے گانے کی گردن سے دھاگا توڑا ؛
پھر جمنو بنائک سوھنی کے پاس پہنچا
اور وھاں جا کر اس کے دیوان خانے میں بیٹھ گیا۔
سیاما کی عورت نے اسے دریچے میں سے دیکھا ۔
''دیوان خانے میں کوئی میرے بھائی کا ھم شکل بیٹھا ھے''۔
سیاما کی بیوی ھوشیار اور دانش مند تھی ،
وہ حقا اور پانی کا پیالہ لائی
اور دیوان خانے میں پہنچ گئی ۔
اس نے حقا اسے پکڑایا اور خود اس کے پاؤں میں گر گئی[2] ۔
''باغ کے پھول کی طرح تم کیسے آ گئے ؟''
''کیا سیاما اور جیٹا گھر پر یا گاؤں میں ھیں ؟''
''وہ دونوں بالائی منزل پر سو رھے ھیں''۔
''کیا کوئی ھے جو جا کر انھیں جگا دے ؟''
سیاما کی بیٹی تھولیا اوپر گئی ۔
''باپ ! اٹھو ، ماموں آئے ھیں''۔
سیاما اور جیٹا باھر آ گئے ۔
سیاما نے وفور محبت سے جمنو کو گلے سے لگا لیا ۔
''جمنو ، میرے نسبتی بھائی ! تم کہاں سے آ گئے ؟''
''ناھن کے راجا نے تمھیں بلایا ھے ،
سیاما ! تم نے کیوں راجا کا مقابلہ کیا ؟
سیاما ! تم راجا کی برابری نہیں کر سکتے''۔
''جمنو ! راجا بہت مکار ھے ،
مجھے راجا نرپت پر قطعاً اعتماد نہیں''۔
''سیاما جی ! چھری اور گوشت برابر نہیں ھو سکتے''۔
سیاما کی بیوی بولی :
''تمھاری بہن اور بھانجوں کا خون تمھاری گردن پر ھوگا''۔

---

۱ ۔ پختہ تر عہد کے لیے ۔ مرتب
۲ ۔ یہ پہاڑی علاقوں کا رواج معلوم ھوتا ھے جو عام پنجابی رواج کے برعکس ھے ۔ مرتب

"راجا نوپت نے اپنے زنار پر ھاتھ رکھ کر قسم کھائی تھی ،
میں اسے اپنے بازؤوں میں لے لوں گا اور قتل نہیں ھونے
دوں گا"۔
سیاما کی بیوی ھوشیار اور دانش مند تھی ۔
"اگر تم سیاما کو ناھن لے گئے تو پھر وہ واپس نہیں آئے گا"۔
"بیوی ! میرے لیے تازہ گھی گرم کرو ؛
میں ناھن کے دغا باز راجا سے اپنی جان سلامت لے کر نہیں
آؤں گا"۔
سیاما کے بیٹے داگو اور کاسو بولے :
"باپ ! ھم سات لڑائیاں لڑ چکے ھیں اور سات جھگڑے جیت
چکے ھیں
اور اب تم ناھن جاؤ گے ؟
تم ناھن چلے گئے تو ھماری سب قوت ختم ھو جائے گی"۔
سیاما کی بیوی پھوٹ کر رونے لگی ۔
"میری پیاری ! آرام سے بیٹھو ، اگر میں وھاں گیا تو واپس بھی
آ جاؤں گا"۔
پھر جمنو اور سیاما ناھن گئے ۔
ناھن کا راجا اپنے گرمائی محل میں بیٹھا تھا ۔
سیاما نے ناھن کے راجا کو سلام کہا ؛
جب وہ سلام کر رھا تھا راجا نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا ۔
"تمھارا منہ یا پیٹھ میرے لیے ایک سے ھیں میرے آقا !"
راجا نے سیاما کی بات خاموشی سے سنی ۔
"سیاما ! میں نے تمھارے سنہری[1] موروں کے متعلق بہت کچھ
سنا ھے"۔
"ھاں میرے آقا ! یہ درست ھے ، میرے پاس سنہری مور تھے
مگر میرا بیٹا اور اس کی بیوی اپنا جی خوش رکھنے کے لیے انھیں
لے گئے"۔
"تمھارے بیٹے کی بیوی خوب صورت تھی اور اسے راجا کے محل

---

۱ - سنہری مور حکومت کا نشان متصور ھوتے تھے ۔ مرتب

کے لیے مانگا گیا تھا''۔
''چھوٹے درجے کی عورتیں چھوٹے درجے کے مردوں کے لیے ہوتی
ہیں اور رانیاں راجاؤں کے لیے ۔
میرے آقا ! عورتوں اور زمینوں کے لیے ہمیشہ گردنیں کٹتی
رہتی ہیں''۔
''میرے سردار مدھا ! اب کوئی تجویز سوچو ،
جس سے سیاما کے عزیز و اقارب ناھن آ جائیں''۔
سیاما اور جیٹا کو ملازموں کے سپرد کر دیا گیا ؛
ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں اور پاؤں میں بیڑیاں ۔
راجا کی فوج کی سات کمپنیاں سوھنی پہنچیں
اور سیاما کے عزیز و اقارب کو ناھن لے آئیں ۔
راجا کی رانی یوں بولی :
''سیاما کی بہو لے آئے ہیں ، اسے کس محل میں رکھیں ؟''
پھر باغی سیاما کا حوصلہ ٹوٹ گیا ۔
''میری بیوی ! میرے لیے پانی کا ایک پیالہ لاؤ''۔
سیاما کے سات بیٹے قید خانے میں ڈال دیے گئے ۔
راجا کی رانی یوں بولی :
''سیاما کو کھولتے ہوئے پانی میں ڈال دو''۔
پھر کسی نے کہا : ''رانی ! سیاما کو کھولتے ہوئے پانی میں
نہ ڈالو''۔
راجا ناھن یوں بولا :
''سیاما اور جیٹا کو جمنا کے کنارے موت کے گھاٹ آتار دو
تاکہ جمنا کی مچھلیاں ان کے خون اور گوشت سے اپنے پیٹ
بھریں''۔
سیاما اور جیٹا کو جمنا کے کنارے لے گئے ،
جمنا چمار نے گرجتے ہوئے ان کی گردنیں آڑا دیں
اور جمنا کی مچھلیوں نے ان کے خون سے اپنی پیاس بجھائی ۔
اس کے سات بیٹوں میں سے ایک بھاگنے میں کامیاب ہو گیا ؛
سیاما کا یہ بیٹا سندر تھا جو وہاں سے بھاگ نکلا ۔
''تم گیدڑوں نے جس شیر کو گھیرا ہوا تھا ، وہ بھاگ نکلا ہے ؛

اب تمھیں اس دن پتا چلے گا جب میں ناھن کو آگ لگا
دوں گا ''۔
سیاما کا بیٹا سندر ، گڑھوال[1] پہنچا ؛
گڑھوال پہنچ کر وہ راجا کے محل میں پانی بھرنے لگا ؛
چھ ماہ تک سندر اسی طرح پانی بھرتا رھا ،
چھ ماہ گڑھوال کی رانی باھر آتی رھی ؛
آخر اس نے سندر سے پوچھ ھی لیا :
''تم کس دیس کے رھنے والے ھو ، کس کے بیٹے ھو؟''
''رانی ! سوھنی میرا دیس ھے ، میں سیاما کا بیٹا ھوں''۔
''تم اس خوب صورت دیس کو چھوڑ کر کیوں یہاں آ گئے ؟''
''رانی ! ناھن کے راجا نے ھمیں تباہ کر دیا ھے ؛
اس نے ھمارے خاندان کے سات آٹھ مرد مروا ڈالے
اور ھماری عورتوں کو باندیاں بنا لیا ''۔
رانی نے سندر کی عرضداشت غور سے سنی ۔
گڑھوال کی رانی اپنے راجا کے پاس گئی ؛
رانی نے راجا سے استدعا کی ،
انھوں نے سیاما کے بیٹے سندر کو اندر بلا لیا ۔
''ناھن کے راجا نے تمھارے ساتھ کیا کیا ؟''
''اس نے میرے عزیز و اقارب کو مروا ڈالا اور ھماری عورتوں
کو باندیاں بنا لیا ''۔
راجا گڑھوال غصے میں آ گیا ،
راجا گڑھوال نے اپنی فوج جمع کی ،
راجا کی فوج لاتعداد تھی ۔
سب سے آگے نیزے اور علم تھے
اور گولیوں اور بارودوں سے بھرے ہوئے تھیلے ھاتھیوں پر لدے
تھے ۔

---

۱ - جسے اس کی راج دھانی کے نام پر سری نگر بھی کہا جاتا ھے ۔ آج کل یہ ایک برطانوی پہاڑی ضلع ھے جو شمال مغربی صوبوں میں واقع کمایوں کے کمشنر کے ماتحت ھے ۔ مرتب

راجا کی فوج ناھن کے قریب جا پہنچی۔
راجا نے محل میں بیٹھے سنا
کہ کالسی کی پہاڑیوں پر کسی راجا کی نوبتیں بج رھی ھیں۔
"میرے شاھزادو! بتاؤ یہ کون عظیم راجا ھے؟"
"گڑھوال کا راجا آ پہنچا ھے"۔
"میرے بیٹے! ھم نے اس راجا کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا"۔
سیاما کا بیٹا سندر بھاگ کر اس کے پاس جا پہنچا تھا،
وہ یہاں سے بھاگ کر گڑھوال کے دربار میں چلا گیا تھا؛
سیاما کا بیٹا گڑھوال کے راجا کو اپنے ساتھ لایا ھے"۔
راجا کی فوج ناھن کی طرف بڑھی
اور سیاما کے بیٹے سندر نے پکار کر کہا:
"اے ناھن کے راجا! آج میں وہ آگ لے کر آیا ھوں
جس کا میں نے یہاں سے بھاگتے وقت تم سے وعدہ کیا تھا۔
اے راجا! آج میرا انتقام پورا ھو رھا ھے"۔
راجا نے ھتھیار رکھ دیے اور خود ان کے سامنے پیش ھو گیا۔
"اے راجا! میری جان بخشی کرو، میں تمھاری سب شرائط
قبول کرتا ھوں"۔
ناھن کے راجا نے سندر کے خاندان کی سب عورتیں رھا کر دیں
اور گڑھوال کا راجا واپس گڑھوال چلا گیا۔

حکایت ۱۳

نیگی بہادر کا گیت

جیسا کہ اسے ریاست کونتھل کی راج دھانی جونگا میں گایا جاتا ہے ۔

یہ ایک عشقیہ گیت ہے ؛ اس کا تعلق غالباً شملے کے ارد گرد کی پہاڑیوں کی کسی سازش سے ہے جسے مقامی طور پر شہرت حاصل ہو گئی ہے ۔ بہادر یا سبدا ، جیسا کہ اسے اس گیت میں بیان کیا گیا ہے ، ریاست کونتھل میں نیگی یا فوجی کمانڈر تھا مگر میں یہ معلوم نہیں کر سکا کہ وہ کس عہد میں تھا ۔ اس گیت سے یہ بالکل پتا نہیں چلتا کہ وہ کس سال میں ہوا ہے ۔

اس گیت کا جغرافیہ بھی حسب معمول مقامی ہے ، سوائے ایک مقام کے جس کے متعلق مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ سری نگر واقع گڑھوال کے قریب تھا ۔

یہ گیت زبان کے لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے ، مگر اس کی بے ربطی کے باعث مشکوک الفاظ اور فقروں کے معانی سمجھنا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ اس میں بہت سے مقامی استعارے اور مثالیں ملتی ہیں ، جنھیں کونتھل کا کوئی رہنے والا ہی واضح کر سکتا ہے ، بشرطیکہ کوئی ایسا آدمی مل سکے ۔

میں نیگی بہادر کا گیت نہیں گا سکتا کیوں کہ میرا گلا خشک ہے ؛
میرے لیے چھوٹی الائچیاں اور ٹھنڈے پانی کا ایک لوٹا لاؤ ۔
بہادر کا گھر اتنا ہی دور ہے جتنی دلی ،
اور اس کا میں اتنا ہی خواہش مند ہوں جتنی بلی دھی کی خواہش مند ہوتی ہے ۔

میں گھی سے گھڑے اور تیل سے کپے بھروں گا ؛
میرا دل اندر سے جل رہا ہے ، نہ اس سے شعلہ اٹھتا ہے نہ دھؤاں ۔
شملے میں ایک گھر ہے ، نالیا[۱] میں ایک تالاب ہے ؛
درد کیسے دکھائی دے ، جب زخم ہی نظر نہیں آتا ؟
جونگا کے محل کی چھت پتھر کی ہے ۔
دانا اپنے دل میں بات رکھتے ہیں ، نادان پکار اٹھتے ہیں ۔
دیوی کے مندر میں پاؤں کے گھنگرو موجود ہیں ؛
تم کیوں آنکھیں آنسوؤں سے لبریز کرتی ہو ؟ وہ جلدی تمھاری خبر لے گا ۔
میرے محل سے کنہار[۲] نظر آ رہا ہے ،
کئی دن گزر گئے مگر تمھارا چہرہ نہیں بھولتا ؛
میں اپنی جھونپڑی سے تمھارا بنگلا دیکھ سکتا ہوں ؛
رات خواب میں تمھیں دیکھنے سے کلیجا چاک چاک ہو گیا ۔
گائیں سبزہ زاروں میں چرتی ہیں اور بھینسیں کدول[۳] میں ؛
خواب میں شاید تمھارے بازو میری گردن میں حائل ہو گئے تھے ۔
بہادر ! دوستی نہ لگانا ، دوستی لگانا برا ہے ،
اس سے دل اسی طرح کٹ جاتا ہے جیسے چھری سے گوشت ۔
بہادر ! بلندی پر سورج اس طرح بیٹھا ہے جیسے گدی پر کوئی مہنت بیٹھا ہو ۔
اگر تم اپنے دل کی بات بتا دو تو میں تمھیں چاندی کے پھول پیش کروں ۔
مینا کالی ہے بہادر ! اور طوطا ہرا ۔
بہادر ! پہلے تم نے مجھے آسرا دیا ، پھر چھوڑ گئے ؛
بہادر ! تمھاری سیاہ آنکھوں اور پیشانی کے سرخ ٹیکے نے مجھے بے خود کر دیا ہے ۔

---

۱ - شملے کے قریب ایک مقام ہے ۔ مرتب
۲ - شملے سے پچیس میل دور ہے ۔ مرتب
۳ - سری نگر کے قریب بتایا جاتا ہے ۔ مرتب

بہادر تمھاری محبت نے میرے دل پر قبضہ کر لیا ہے ، میں تمھیں
گھڑی پل بھی بھلا نہیں سکتی ؛
میں دلی میں سرسوں بوؤں گی اور دلی کے سامنے رائی ۔
ساگ بھون کر کسی اور نے کھا لیا اور بدنامی ہمیں دے دی ۔
پھول بلندی پر کھلا اور وہیں مرجھا گیا ؛
اگر وہ میری قسمت میں ہوتا تو فوراً میری جھولی میں آ گرتا ۔
اے اخروٹ کے درخت پر بیٹھی ہوئی کوئل !
میں کیوں اپنے محبوب بہادر کے انتظار میں دن گنواؤں ؟
رانی کا اکا سوگی کی سڑک پر سے جا رہا ہے ؛
جہاں عورت کے دل کا معاملہ ہو ، وہ رقابت برداشت نہیں
کر سکتی ۔
ھنس سمندروں سے خوراک حاصل کرتے ہیں اور مچھلیاں
دریاؤں سے ؛
میں ابدی محبت کی طلب‌گار تھی مگر تم نے جلدی سے جدائی
ڈال دی ۔
چاند ، سورج سے جدا ہو جاتا ہے اور ستارے آسمان سے ؛
ہم تم جدا نہیں ہوئے ، ہماری قسمتیں جدا ہو گئیں ۔
آٹھ فٹ کا تختہ ہے اور نو فٹ کی کڑی ؛
ایک تو مجھے گھر کی فکر ہے ، دوسرے تمھارا خیال ہے ۔
گلاب کا پھول کھلا اور میں نے اسے ایک پتھر کے اوپر
رکھ دیا ؛
اے نا شکر گزار ! یہ تمھارے لیے تھا مگر تم نے اسے نہ اٹھایا ،
اب یہیں کھڑے کھڑے میری عرض سن لو :
ایک تو مجھے گھر کی فکر ہے اور دوسرے تمھاری چوٹ کی ۔
دور بادل دو ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا ہے ؛
میں نے تمھارے حکم کے مطابق بارہ برس کاٹ دیے ہیں ۔

حکایت ۱۴

بہادر مدنا ، سردار چوڑا

جیسا کہ اسے ریاست کونتھل میں گایا جاتا ہے ۔

یہ غیر معمولی لطیف اور شاعرانہ حکایت دو پڑوسی ریاستوں جونگا (کونتھل) اور کاھلور (یا بلاسپور) کے درمیان کسی جنگ یا لڑائی کے بیان پر مبنی ہے ، جو ۱۶۸۰ء کے قریب واقع ھوئی ۔ یہ زمانہ کونتھل میں رانا انوپ سین (۱۶۷۰ء تا ۱۶۹۲ء) اور بلاسپور میں اس کے ہم عہد راجا بھیم چند (۱۶۷۲ء تا ۱۶۹۳ء) کا تھا ۔ ریاست مذکور کے اس تاریخی مسودے کے مطابق جو میرے پاس ہے ، راجا بھیم چند اپنے خاندان کا پینتیسواں راجا تھا ، جسے اس لڑائی میں فتح ھوئی ۔ اس حکایت سے بھی یہی ظاھر ھوتا ہے ۔

یہاں بھی جغرافیہ بالکل مقامی ہے اور سوائے اس کے جو اوپر بیان ھو چکا ہے ، اس واقعے کے ساتھ اور کوئی تاریخی حالات وابستہ نہیں ۔ البتہ اس گیت میں غیر معمولی انسانی دلچسپی کا سامان شامل کر دیا گیا ہے ۔

"اے[1] جوؤ کراؤک ! تم ضرور چوڑا جاؤ"۔
جوؤ کراؤک چیونٹی[2] کی پہاڑیوں میں پہنچا ،
جوؤ کراؤک نے سردار مدنا سے بات کی ،

---

۱ ۔ یہ راجا کونتھل کا حکم ہے کہ مدنا کو لڑائی میں اس کی مدد کے لیے بلایا جائے ۔ مرتب

۲ ۔ چوڑا کے قریب ۔ مرتب

جوؤ کراؤک باواز بلند پکارا مگر کسی نے اس کی پکار نہ سنی ،
جوؤ کراؤک نے اپنے خاندان کو کوسنا شروع کر دیا ۔
تب سردار مدنا نے اپنے دیوان خانے میں کھڑے ہوئے اس کی
آواز سنی ۔
''تم سب کوٹی سے آئے ہوئے لوگ نابکار ہو ،
میں راجا کو اسی روپے تاوان دے دوں گا مگر تمہیں چھڑی سے
خوب پیٹوں گا ۔
جوؤ کراؤک ! تم عادی رشوت خور ہو ،
سارے چائل[1] میں تمہیں کوئی لقمہ تک نہیں دے گا ''۔
''مائل[2] اور ملنگان[3] سے دھؤاں اٹھ رہا ہے ،
خدا کرے تمہارا خاندان تباہ ہو جائے کیوں کہ تم میری بات
نہیں سنتے ''۔
اس طرح اودو[4] اور مدنا کو لڑائی کے لیے بلایا گیا ۔
''راجا صاحب ہمیں کبھی نہیں چھوڑتے ،
ہم چچا بھتیجا دونوں کیسے لڑائی پر جا سکتے ہیں ؟''
''تمہیں اس لڑائی پر جانا ہوگا ''۔
سردار مدنا تھر تھر کانپنے لگا ۔
''چچا اودو جی ! آؤ ہم چرماٹا[5] چلیں ؛
پہلے ہم شڑو چنال سے اپنی کمانیں درست کرائیں گے''۔
اودو اور مدنا اکٹھے چرماٹا گئے ۔
''شڑو چنال کی عورت ! شڑو گھر پر یا گاؤں میں ہے ؟''
'' شڑو چنال اندر سو رہا ہے''۔
''شڑو چنال کی بیوی ! اسے جگا دے''۔
شڑو چنال تھر تھر کانپنے لگا ۔

---

۱ ۔ ریاست کونتھل کی ڈویژن ۔
۲ ۔ ریاست کونتھل کی ڈویژن ۔
۳ ۔ ریاست کونتھل کی ڈویژن ۔ مرتب
۴ ۔ مدنا کا چچا ۔ مرتب
۵ ۔ واقع چائل ۔

''میرے پاس اس وقت اتنی تندی نہیں جو سردار کی کمان کے لیے
کافی ہو''۔
''شڑو ! اگر تمہارے پاس تندی نہیں تو سن کی رسی لگا دو''۔
شڑو چنال نے دھاگا بنانا شروع کیا ؛
اودو اور مدنا دونوں زمین پر بیٹھ گئے
اور شڑو نے سردار کی کمان درست کر دی ۔
اودو اور مدنا گھر واپس آ گئے ،
بوڑھی ماں نے ان کے لیے آٹا گوندھا ،
مدنا اور اودو نے اپنے ترکش تیروں سے بھر لیے ،
بوڑھے باپ نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی ۔
''اے میرے بیٹے ، اے سردار ! اگر تم نے جانا ھی ھے تو پیچھے
رہ کر لڑنا ''۔
اودو اور مدنا دونوں تیار تھے ؛
انھوں نے کپڑے پہنے اور پگڑیاں باندھیں
اور ان کے ماں باپ نے انھیں پیار کیا ۔
سردار لباس پہن کر دیوان خانے میں آیا ،
اس لمحے اس کی بچی کاچھی کو چھینک آئی[1] ۔
سردار مدنا سمجھ گیا کہ اسے شکست ھوگی ۔
''میں مائل کی لڑائی سے زندہ واپس نہیں آؤں گا ،
ذرا میں اپنے بچے کیسو کو پیار کر لوں اور اس کے ساتھ کھیل
لوں ؛
میں لڑائی سے کئی دنوں کے بعد واپس آؤں گا ''۔
اودو اور مدنا دونوں جونگا کی طرف روانہ ھوئے ۔
راجا انوپ سین اپنے گرمائی محل میں بیٹھا تھا ،
اودو اور مدنا نے اسے سلام کہا ؛
جواب دینے کے بعد راجا نے ان کی خیریت پوچھی ۔
''اودو اور مدنا! تم دونوں جنگ کے لیے جاؤ''۔
''اے راجا صاحب ! تم ھمیں کبھی معاف نہیں کرتے ،

---

۱ ۔ بہت برا شگون ۔ مرتب

تم ھم دونوں چچا بھتیجے کو کیوں جنگ میں بھیجتے ہو؟"
"میں وادیٔ پلاش کی جھاڑیاں تک اکھڑوا دوں گا "۔
جوؤ کراؤک دوبارہ چیونٹی کی پہاڑیوں میں پہنچا
اور جوؤ کراؤک وہاں جا کر پکارا ۔
پھر جوؤ کراؤک چوڑا کی سر زمین میں پہنچا ۔
"راجا صاحب خود لڑائی میں حصہ لینے کے لیے آ رہے ہیں ،
انھوں نے ہر بالغ مرد کو جونگا میں طلب کیا ہے"۔
پھر چوڑا اور پلاش کی وادیوں کے سب مرد جونگا پہنچ گئے ؛
راجا انوپ سین اپنے گرمائی محل میں بیٹھا تھا ،
ھجوم نے وہاں پہنچ کر اسے سلام کہا ۔
"اے راجا ! ہماری باری اتنی جلدی کیسے آ گئی؟"
سب لوگ راجا کی منت کرنے لگے
مگر راجا صاحب نے کسی کی ایک نہ سنی ؛
راجا صاحب نے سب کو زبردستی بھیج دیا ۔
سردار (مدنا) نے اپنی فوج تیار کر لی ،
پھر وہ تندالو[۱] اور کوالی[۲] پہنچا ۔
وہاں پہنچ کر اس نے اپنے گھر والوں سے یوں کہا :
"میری بھینسیں اور بیل اندر باندھ لو"۔
وہاں سے سردار مدنا ٹنڈالو کے میدان میں پہنچا ۔
"اے سردار ! یہاں تیری بہن رہتی ہے"۔
اس کی بہن گدامبری اس کے لیے دودھ کا پیالہ[۳] لائی ۔
"عورتیں بے سمجھ ہوتی ہیں ؛
میں لڑائی پر جا رہا ہوں اور تم میرے لیے دودھ لے آئی ہو؟"
اس کی بہن گدامبری بلند آواز سے رونے لگی ۔
"گدامبری ! اس طرح نہ روؤ ؛
میں جب لڑائی سے واپس آؤں گا ، تمھیں اپنے ساتھ لے چلوں گا ؛
میں تمھیں ایک شیردار بھینس اور گابھن گائے دوں گا "۔

---

۱ ، ۲ - جنگا سے کچھ فاصلے پر دو گاؤں ہیں ۔ مرتب
۳ - برا شگون ۔ مرتب

وهاں سے وہ بیشی کے تالاب پر پہنچا ،
بیشی کے برھمن بھی وهاں تالاب پر آئے ہوئے تھے ۔
ایک برھمن نے اپنی عورت سے کہا : ''دیکھو یہ سردار کیا
کر رہا ہے؟''
پھر ایک برھمنی بولی : ''اے بھائی !
اس جوانی میں کیوں لڑائی پر جاتے ہو ؟''
''راجا صاحب مجھے نہیں چھوڑتے ''۔
اس نے اپنے دونوں بازؤوں سے کنگن آتارے ۔
''گھر واپس چلے جاؤ اور ان سے جرمانہ ادا کر دینا ''۔
''یہ کنگن جرمانہ پورا نہیں کر سکیں گے''۔
پھر سردار درۂ سیری تک جا پہنچا ،
وهاں اس نے کھانا کھایا ۔
درۂ سیری سے اس نے مائل پر نگاہ ڈالی ؛
مائل اور ملنگان سے دھؤاں آٹھ رہا تھا ۔
سردار مدنا نے فوج کو حکم دیا :
''کھانا کھا لو ، اور کمریں باندھ لو''۔
پھر فوج مائل کے میدان میں پہنچی ۔
''سردار ! ذرا ہوش سے ، آج یہاں مقابلہ ہوگا ''۔
سردار نے پہلے حملے کے لیے تلوار سنبھالی ،
پہلے دستے کے سپاھی زمین پر تڑپنے لگے ۔
''سردار ! هوشیار ! ایک اور دستہ بھی ہے''۔
دوسرے دستے کے لیے سردار نے کہان سنبھالی ،
دوسرے دستے کے سپاھی بھی زمین پر تڑپ رہے تھے ۔
''سردار مدنا ! هوشیار ! ابھی ایک اور دستہ باق ہے''۔
تیسرے دستے کے لیے سردار نے اپنا تبر آٹھایا ؛
سردار نے تیسرے دستے کا بھی صفایا کر دیا ۔
''هوشیار سردار ! چوتھا دستہ بھی آ رہا ہے''۔
چوتھے دستے کے لیے سردار نے بندوق سنبھالی ؛
جوتھے دستے کو بندوق کی گولیوں نے بالکل ختم کر دیا ۔
''هوشیار سردار مدنا ! پانچواں دستہ سامنے ہے''۔

پانچویں دستے کے لیے اس نے اپنا بھالا اُٹھایا
اور سب دشمن موت کے گھاٹ اُتار دیے گئے ۔
چھٹے دستے کے لیے سردار نے خنجر پکڑا
اور چھٹے دستے کو بھی زمین کے برابر کر دیا ۔
''ھوشیار سردار مدنا ! ایک ساتواں دستہ بھی ھے''۔
''چچا اودو ! اب میرے ھاتھ میں کچھ نہیں ،
چچا ! دشمن مجھے خالی ھاتھ مار دے گا ''۔
دوسری طرف سے سردار کاھلور بولا :
''بھائی ! میرے غلام بن جاؤ ورنہ میں برچھی چلاتا ھوں''۔
''کاھلور کے کمینے ! میں کبھی تیرا غلام نہیں بنوں گا ''۔
کاھلور کے سردار نے برچھی ماری ،
برچھی اس کے سینے میں لگی اور پیٹھ سے نکل آئی ۔
''چچا اودو ! دشمن نے مجھے مار دیا ،
میرا خون آلود لباس گھر نہ لے جانا ؛
میرے ماں باپ سے کہنا : 'سردار ملازمت پر گیا ھے' ''۔
اس کے چچا اودو نے اس کا زخم کس کر باندھ دیا
اور زخم باندھنے کے بعد اسے ڈولی میں ڈال دیا ۔
وھاں سے وہ بیشی کے تالاب پر پہنچے ؛
وہ برھمنی بھی تالاب پر آئی ھوئی تھی۔
''کل کا قوی ھیکل جوان آج دوسروں کے سہارے آ رھا ھے''۔
اسی لمحے سردار مدنا نے جان دے دی ۔
''اے متھرو بھاٹ ! اب اپنا راگ بدلو[1]
تاکہ رانا جونگا کو معلوم ھو جائے
کہ مدنا مارا گیا ''۔
پھر وہ چوڑا کی سر زمین میں پہنچے ،
اس کے بوڑھے ماں باپ آہ و زاری کرنے لگے :
''راجا صاحب ! تم نے ھمیں کبھی نہیں چھوڑا ،

---

۱ - جنگی سے ماتمی میں تبدیل کرو ۔

چچا اور بھتیجا دونوں کو جنگ پر بھیج دیا ''۔
کیبرو کے میدان میں چتا تیار کی گئی
اور چچا اودو نے وہاں سردار کو آگ کے سپرد کر دیا ۔

———

حکایت ۱۵

سفیدوں کی کہانی

جیسا کہ یہ پنجاب میں عام طور سے مشہور ہے اور جیسے اسے
سفیدوں کے ایک باشندے نے بیان کیا ۔

سفیدوں کے متعلق حکایات ، پنجاب میں زبان زد عوام ہیں اور غالباً وہاں کی لوک کہانیوں کا اہم حصہ ہیں ؛ یہ جنمجیا کے ہاتھوں ناگوں کے قتل عام کو بیان کرتی ہیں ۔ یہ کہانی بعد کی بہت سی برھمنی روایات سمیت مہابھارت میں بھی بیان کی گئی ہے اور بھگوت پران میں بھی، اور اس کے متعلق بہت سی قیاس آرائیاں پائی جاتی ہیں ۔ بلا شبہ اس کا تعلق دلی کے قرب و جوار میں آریاؤں کی پنجاب کے ناگاؤں کے خلاف نسل کشی کی جنگ سے ہے ؛ اس لحاظ سے یہ کہانی بہت تاریخی اہمیت رکھتی ہے ۔

آج کل کے کسان اس کہانی کو جس طرح بیان کرتے ہیں ، اس کے مطابق ناگا لوگوں کو ناگوں (زھریلے سانپوں) سے ملا دیا گیا ہے، حالانکہ ناگ غالباً ان کا نشان تھا ؛ اس لحاظ سے آج کل کی روایات سنسکرت کے زمانۂ قدیم سے کچھ مختلف نہیں ، مگر اس کہانی میں ناگوں کی انسانیت اس قدر نمایاں ہے کہ جہاں کہیں لفظ ناگ بلکہ سانپ بھی آیا ہے ، میں نے اس کا ترجمہ مبہم لفظ ناگ سے کرنا زیادہ مناسب سمجھا ہے ۔ یہ بات قابل غور ہے کہ موجودہ پنجابی روایت واضح طور سے ظاہر کرتی ہے کہ آریاؤں اور ناگاؤں کے درمیان جھگڑے کی اصل وجہ یہ تھی کہ آریاؤں کے راجا پرکشت نے ناگاؤں کی ایک شہزادی اغوا کر لی تھی ۔

ان واقعات کا مقام پنجاب کا شہر سفیدام ، سفیدوں ، سپیداں اور سفیداں بتایا جاتا ہے، جس سے یہاں کے زیادہ سمجھ دار لوگ سرپا دامن مراد لیتے ہیں۔ اس لفظ کے معانی سانپوں یا ناگاؤں کو مطیع کرنا ہے؛ سفیدوں ریاست جنید کا قصبہ ہے۔

میں نے اصل کہانی نہیں دی کیوں کہ یہ عام اردو زبان میں ہے جو یہاں کے یوروپین اور پڑھے لکھے لوگ بولتے ہیں۔ یہ کہانی صرف شہزادی کے اغوا تک واقعات بیان کرتی ہے؛ بعد کے واقعات۔ راجا پرکشت کا قتل اور اس کے لڑکے جنمیجیا کا انتقام بیان نہیں کرتی؛ مہابھارت کی کہانی زیادہ تر انہیں بعد کے واقعات پر مشتمل ہے۔

اس قصبے کی بنیاد پانڈؤوں نے رکھی تھی ، اس کا جدید نام سفیدام یا سفیدوں ہے۔ ان دنوں یہاں تین بڑے بڑے بند کنویں تھے؛ ایک میں امرت یا آب حیات تھا، دوسرے میں سانپ اور تیسرے میں مکڑیاں۔ ایک بار راجا باسک[1] کی بیٹی نول دیئی نے امرت کا کنواں کھولا تاکہ اپنے باپ کی بیماری دور کرنے کے لیے وہاں سے کچھ آب حیات حاصل کرے۔ اس کا باپ کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھا کیوں کہ راجا باسک کے خاندان کے ایک ناگ نے ایک گائے کو ڈس لیا تھا اور گائے نے باسک کو بد دعا دی تھی کہ چونکہ اس نے گایوں اور برھمنوں کی حفاظت نہیں کی اس لیے وہ کوڑھی ہو جائے۔

اب سب لوگ اس بات پر تو متفق تھے کہ راجا کے کوڑھ کا علاج یہ ہے کہ سفیدوں کے کنویں سے کچھ امرت لایا جائے، مگر چونکہ اس کنویں کے منہ پر بہت بھاری پتھر رکھے تھے ، اس لیے وہاں سے پانی حاصل کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ راجا کی بیٹی نول دیئی نے اپنے باپ کے لیے ہر قیمت پر پانی لانے کی پیشکش کی ، راجا اور اس کے رشتہ‌داروں نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی۔ انہیں یہ بھی خیال تھا کہ ایک بار اس راج کماری کی منگنی ایک پانڈو سے ہو چکی تھی مگر راجا باسک نے اس منگنی کو توڑ دیا تھا؛ چونکہ وہ کنواں پانڈؤوں کے علاقے میں تھا ،

---

۱ - ناگاؤں یا سانپوں کا راجا - مرتب

اس لیے قدرتاً انھیں یہ بھی ڈر تھا کہ اگر اب راج کماری وہاں گئی تو وہ اسے پکڑ لیں گے ۔

مگر لڑکی نے کسی کی بات نہ سنی اور پانی لینے کے لیے چل دی ۔ وہ اس قدر حسین تھی کہ اسے دیکھ کر جنگل کے درندے اور پنچھی بھی مسحور ہو گئے اور اس کے پیچھے پیچھے آ کر کنویں پر جمع ہو گئے ، یہاں تک کہ راجا اندر بھی اسے دیکھنے کے لیے آسمان سے نیچے اتر آیا ۔

راج کماری نے اپنے جادو کے زور سے کنویں کے منہ سے پتھر ہٹا دیے اور اس طرح پانی نکالنا چاہا کہ اس پر پانی کے دیوتا کی نظر نہ پڑے۔ مگر پانی کنویں میں نیچے اترتا چلا گیا اور اس کی رسی وہاں تک نہ پہنچ سکی، یہاں تک کہ وہ پانی کے دیوتا کو بد دعا دینے پر آمادہ ہو گئی ۔ دیوتا نے کہا کہ تمھیں اس وقت تک پانی نہیں مل سکتا جب تک تم مجھے اپنی صورت نہ دکھاؤ گی ۔ گو نول دیئی نے آج تک اپنے والدین کے سوائے اور کسی کو اپنی صورت نہیں دکھائی تھی مگر اب باپ کی محبت سے مجبور ہو کر وہ پانی کے سامنے ہو گئی ؛ پانی فوراً کنویں کے کناروں تک آ گیا مگر پانی نے اوپر آتے ہوئے بہت شور کیا اور پانڈوؤں نے اس کی یہ آواز سن لی ۔ وہ سمجھ گئے کہ نول دیئی وہاں آ پہنچی ہے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ اس کے سوائے اور کوئی اس کنویں کے پتھر کو ہٹانے کی قوت نہیں رکھتا ۔

اتنے میں وہ پانڈو نوجوان بھی، جس کے ساتھ اس کی منگنی ہوئی تھی، اپنا گھوڑا دوڑاتا وہاں آ پہنچا اور اس نے راج کماری کو پکڑنے کا قصد کیا مگر لڑکی نے فوراً اپنے آپ کو ناگ کی صورت میں بدل لیا اور وہ کنویں کے چبوترے میں چھپ گئی ۔ وہ پانڈو بہت دیر تک وہاں کھڑا اسے بلاتا اور اپنی نیک نیتی کا یقین دلاتا رہا مگر راج کماری نے انکار کر دیا اور اسے ٹالنے کی پوری کوشش کی ۔ وہ پانڈو راجا بھی اپنی دھن کا پکا تھا ، وہ وہیں کھڑا رہا اور اپنی جگہ سے ذرہ بھر نہ ہٹا ؛ آخر نول دیئی نے اس سے قسم لی کہ تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے اور اس سے وعدہ کیا کہ میں اپنی اصلی صورت میں باہر آ جاؤں گی ۔ راج کمار نے بہت بڑی قسم کھائی اور نول دیئی نے انسانی صورت اختیار کر لی اور اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی ۔ راج کمار نے اس کا حسن دیکھا تو پھر اسے پکڑنے

کی کوشش کی مگر نول دیئی نے اسے اس کی قسم یاد دلائی اور کہا : ''سمندر ، ہوا اور پانی اپنی قسموں کے پابند ہیں اور اپنے مقررہ مقامات نہیں چھوڑتے''۔

راج کمار نے جواب دیا : ''مگر تمھارے باپ نے پہلے تمھاری منگنی مجھ سے کی تھی ، پھر اسے توڑ دیا ؛ اب تم کسی اور سے بیاہی جاؤ گی ۔ کیا ست جگ میں ایسی بات برداشت کی جا سکتی ہے ؟ کل جگ کی عورتیں ضرور اپنے خاوندوں کو دوسرے مردوں کے لیے چھوڑ دیں گی ، مگر اس دور میں ایسا نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے میں تمھیں اپنے باپ کے پاس واپس نہیں جانے دوں گا''۔

نول دیئی نے جب چھٹکارے کی صورت نہ دیکھی تو اس نے راج کمار سے وعدہ کیا کہ اگر تم مجھے اب جانے دو تو میں دوبارہ جلدی تمھارے پاس پہنچ جاؤں گی ۔ راج کمار نے اسے جانے کی اجازت دے دی ۔

نول دیئی اپنے باپ کے پاس پہنچی اور اس کے سارے بدن کو امرت سے نہلایا مگر اس کا ایک انگوٹھا چھوڑ دیا کیوں کہ وہ اس بہانے سے دوبارہ اس کنویں پر واپس جانا چاہتی تھی ۔ امرت لگنے سے راجا باسک کا سارا بدن، سوائے اس انگوٹھے کے، کوڑھ سے شفا پا گیا ۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنی بیٹی سے کہا : ''کوڑھ میرے بدن کے ہر حصے سے چلا گیا ہے ، صرف اس انگوٹھے پر اس کا اثر باقی ہے''۔ اس پر نول دیئی نے دوبارہ امرت لینے کے لیے جانے کی پیشکش کی ، مگر اس کا باپ نہیں چاہتا تھا کہ وہ جائے ، کیوں کہ اسے یقین تھا کہ اگر وہ دوسری بار وہاں گئی تو پانڈو اسے ضرور پکڑ لیں گے ؛ مگر راج کماری نے اس کی ایک نہ سنی اور کنویں کی طرف چل دی ۔

جوں ہی وہ وہاں پہنچی ، اس پانڈو راج کمار نے جو اس کا انتظار کر رہا تھا ، اسے قبضے میں کر لیا اور جنگل میں آگ[1] جلا کر اس سے شادی کر لی اور اسے اپنے محل میں لے گیا ۔

راجا باسک کا انگوٹھا کبھی ٹھیک نہ ہو سکا ؛ یہی وجہ ہے کہ آج تک پنجاب میں کوڑھ کا مرض پایا جاتا ہے ۔

---

۱ ۔ آگ جلا کر اس کے گرد پھیرے لینا شادی کی ایک رسم تھی۔ مرتب

حکایت ۱۶

راج کماری نول[1] دیئی

جیسا کہ اسے موضع بیال نزد انبالا کے دو خاک روبوں نے گایا ۔

اس حکایت میں آریاؤں اور ناگاؤں کی لڑائی کے تمام واقعات ، ہستنا پور کے پانڈو راجا پرکشت کا ناگا راجا واسو کی بیٹی نول دیئی کو اغوا کرنا، ناگا راجا کے آدمیوں کے ہاتھوں راجا پرکشت کا قتل ہونا اور اس کے بیٹے جنمیجیا کا باپ کے قتل کے انتقام کے طور پر تمام ناگاؤں کو مکمل طور سے تباہ کرنا بالتفصیل مذکور ہیں ۔ اس کہانی کا بہت سا حصہ ایسا ہے جو مہابھارت اور بھگوت میں نہیں ملتا اور بہت سا حصہ ایسا ہے جو قدیم کہانی ہی کی بنیادوں پر مبنی ہے ۔

انداز بیان بالکل بے ڈھب سا ہے مگر اس کہانی کی اہمیت اس لحاظ سے بڑھ جاتی ہے کہ جن لوگوں نے اسے گا کر سنایا ہے وہ ایک الگ تھلگ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، جو برھمنوں کے اس اثر سے بالکل آزاد ہے ، جو پرانی سنسکرتی روایات پر بری طرح چھایا ہوا ہے ۔

اے پربت میں بسنے والی دیوی ! پہلے میں تیرے سامنے سر جھکاتا ہوں ؛

تیرے خوبصورت مندر کے ارد گرد شیر دھاڑتے ہیں ۔

---

۱ ۔ باسک تو واسو ہے مگر میں نول دیئی کے متعلق کچھ معلوم نہیں کر سکا ۔ شاید یہ مہا بھارتی کہانی کی جر تکارو ہو ۔ مرتب

راجا باسک دھرت[1] منڈل میں سو رہا تھا ،
رانی پدما دیئی اسے پنکھا کر رہی تھی ۔
راجا نے سوتے ہوئے خواب دیکھا
کہ وہ کہیں ہرن کے شکار کو گیا ہے ؛
راجا گھبرا کر آٹھ بیٹھا ،
رانی پدما دیئی بولی :
''راجا ! مجھے سچ بتا ،
کیا مجھ سے خدمت کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے ؟''
''تجھ سے خدمت میں کوتاہی نہیں ہوئی ،
میں نے سوتے میں خواب دیکھا ہے ؛
جیسے میں شکار کو گیا ہوں
اور میں نے ایک خوبصورت ہرن شکار کیا ہے''۔
اس نے اپنے مراثی کو بلایا ۔
''دیکھو ! بات سنو ،
میرے عمدہ ترین گھوڑے پر زین کس کے لاؤ''۔
مراثی دوڑا دوڑا گیا ،
اس نے عمدہ ترین گھوڑے کی سجاوٹ کی
اور اسے راجا باسک کے پاس لایا ؛
راجا نے بایاں پاؤں رکاب میں ٹکایا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا ؛
راجا گھوڑے پر بآرام بیٹھ گیا ۔
اس نے دھرت منڈل سے گھوڑے کو دوڑایا
اور اسے دوڑاتا ہوا وسیع گھنے جنگل میں پہنچ گیا ۔
وہاں پہنچ کر راجا باسک نے ایک ہرن تاکا
اور ہرنوں کے غول کو للکارا ۔
جب ہرن بھاگے

---

۱ - کہا جاتا ہے کہ اس سے پٹیالا مراد ہے جو ناگاؤں کا افسانوی وطن تھا مگر میرے خیال میں یہ جگہ جنوبی پنجاب میں غالباً ملتان کے قریب تھی - مرتب

تو راجا نے انھیں گھیر لیا ۔
ترکش میں سے تیر نکالا ،
نشانہ باندھا
اور ہرن کے سر پر تیر مارا ۔
ہرن اچھل کر زمین پر گرا
اور گرتے ہی اس کی جان ہوا ہوگئی ۔
راجا گھوڑے سے نیچے اترا ،
اس نے جیب سے چاقو نکالا ،
ہرن کا پیٹ چاک کر کے اس کا کلیجا نکالا ؛
پھر راجا باسک نے دوسری جیب میں ہاتھ ڈالا ،
وہاں سے چقماق نکالا ،
چقماق سے آگ سلگائی ،
لکڑیاں جمع کر کے چولھا بنایا ،
چولھے میں ہرن کا کلیجا رکھا ،
چولھے سے سخت دھؤاں اٹھا ۔
راجا پارگ[1] اپنے محل کی چھت پر چڑھا ،
اسے اپنی شکار گاہ میں دھؤاں نظر آیا ۔
''معلوم نہیں وہاں کوئی راجا آترا ہے
یا کوئی پوتر جوگی ؟''
اس نے گھوڑے پر زین ڈالا اور جنگل کو چل دیا ،
وہ گھوڑا دوڑاتا ویران جنگل میں پہنچ گیا ۔
راجا پارگ کو دیکھ کر راجا باسک اٹھا ۔
راجا پارگ نے اسے دور سے للکارا :
''میں تجھے یہاں سے بھاگ کر نہ جانے دوں گا ،
کسی نہ کسی طرح ضرور مار دوں گا''۔
اس نے گھوڑا دوڑا کر اسے گھیرے میں لے لیا ۔
راجا پارگ ، راجا باسک کو سمجھانے لگا :
''میری ایک بات سن ،

---

۱ - پرکشت ۔ مرتب

تو میری شکار گاہ میں کئی دن تک شکار کھیلتا پھرا ہے ،
اب میں تجھے ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا''۔
''راجا پارگ ! اب کی بار میری جان بخشی کر دے ، جی ! پھر
کبھی ادھر نہیں آؤں گا''۔
راجا پارگ بولا : ''مجھے تیرے قول کا اعتبار نہیں ،
مجھے اپنی بیٹی کا رشتہ دے ، تب تیری جان چھوڑوں گا''۔
راجا باسک نے کہا ''میرے ھاں کوئی بیٹی نہیں ، جی !''
راجا پارگ نے کہا ''تو بڑا دھوکے باز ھے ،
تیرے ھاں لڑکی پیدا ھوئی ھے ۔
لڑکی کا رشتہ دے دے ، ورنہ تجھے ابھی جان سے مارتا ھوں''۔
راجا باسک نے ھاتھ جوڑ کر عرض کیا : ''میں نے تجھے اپنی
لڑکی کا رشتہ دیا ''۔
راجا پارگ نے کہا : ''مجھے تجھ پر اعتبار نہیں''۔
راجا باسک نے جیب سے قلم دوات اور کاغذ نکالا
اور ٹھاکر کے تین بچن لکھ کر راجا پارگ کو دے دیے ؛
راجا پارگ اسے پڑھ کر دل میں مطمئن ھوگیا ۔
راجا پارگ نے کہا : ''اب تو نے اپنی لڑکی کا رشتہ مجھے دے
دیا ھے''۔
علیک سلیک کے بعد راجا باسک (دھرت) منڈل کو واپس
آ گیا
اور راجا پارگ شہر سفیدوں کو چلا گیا ۔
وھاں پہنچ کر اس نے مراثی کے بیٹے کو بلایا ؛
مراثی کے بیٹے نے آتے ھی جھک کر سلام کیا ۔
''راجا جی کیا حکم ھے؟''
راجا پارگ نے فرمایا ''بیگو نائی کو بلاؤ''۔
بیگو نائی نے آ کر سلام کیا ۔
''اے راجا ! مجھے کیا ارشاد ھے ؟''
''سری نگل[1] جاؤ اور میری برادری کو بلا لاؤ''۔

---

۱ - سفیدوں کے قریب ۔ مرتب

ساری برادری کے لوگ اکٹھے ہو کر دربار میں پہنچے ،
سب نے راجا کو سلام کیا۔
''راجا پارگ ! ہمیں کیسے یاد کیا ؟''
راجا پارگ بولا : ''بھائیو ! راجا باسک ہر روز میری شکارگاہ
میں شکار کھیلنے آتا تھا ،
آج میں نے اسے پکڑ لیا ؛
میں اسے پکڑ کے جان سے مار دینے کو تھا
مگر اس نے مجھے اپنی بیٹی کا ناتا دینا منظور کیا
اور ٹھاکر کے تین بچن لکھ کر دے دئیے۔
پہلے راجا باسک سے دشمنی تھی ، اب رشتہ داری ہو
گئی ہے''۔

راجا باسک اپنے محل میں پہنچا ،گھوڑا طویلے میں باندھا
اور خود محل کے اندر رانی کے پاس گیا۔
رانی نے پوچھا: ''اے راجا ! تم نے اتنی دیر کہاں لگائی ؟''
راجا بولا : ''میں ہر روز وہاں شکار کھیلنے جاتا تھا ،
آج راجا پارگ نے اپنی شکار گاہ میں مجھے پکڑ لیا اور
مجھ سے لڑکی کے رشتے کا وعدہ لے لیا۔
اس نے مجھ سے ٹھاکر کے تین بچن لے لیے ،
میں اسے تین قول دے کر یہاں اپنے محلوں میں واپس آگیا ہوں۔
رانی ! اب یہ معاملہ تیرے اختیار میں ہے''۔
رانی نے جواب دیا : ''اے راجا ! تو اسے تین قول دے چکا ہے
اس لیے اب لڑکی کو اس سے بیاہ دے''۔
راجا کہنے لگا : ''ہماری اس کی پرانی دشمنی چلی آ رہی ہے ،
میں اسے بیٹی کا ناتا نہیں دوں گا ''۔
رانی بولی: ''تو تین قول دے چکا ہے اس کا وبال تجھ پر پڑے گا''۔
راجا کہنے لگا: ''رانی ! اب میرے لیے کیا چارۂ کار ہے ؟
اپنے منہ سے کچھ کہہ''۔
رانی بولی: ''اپنے رشتہ داروں کو بلا لے''۔
راجا باسک نے مراثی کے بیٹے کو بلایا ،

مراثی نے آ کر جھک کر سلام کیا ،
راجا نے حکم دیا : ''میری برادری کو بلا لاؤ ۔
کالی[1] سنگھ اور بھوری سنگھ کو بلاؤ ،
جیون سنگھ ناگ کو بلاؤ ،
سنکھ چور ناگ کو بلاؤ ،
سوتک اور پاتک کو بلاؤ ''۔
مراثی کا بیٹا سری نگل پہنچا
اور آٹھ خاندانوں اور نو ناگوں کو بلا کر لے گیا ۔
ان لوگوں نے کچھری میں پہنچ کر راجا کو سلام کیا ۔
راجا بولا : ''اے بھائیو !
میری عرض سنو ؛
میں شکار کھیلنے گیا تھا ،
وھاں مجھے راجا پارگ نے پکڑ لیا
اور کہنے لگا : 'تجھے جان سے مار دوں گا '۔
میں نے کہا : 'راجا مجھے جان سے نہ مار'۔
میں تجھے بیٹی کا ناتا دوں گا '۔
اس راجا نے میری بات نہ مانی
اور مجھ سے ٹھاکر کے تین بچن لیے بغیر مجھے نہ چھوڑا ۔
میں واپس دھرت منڈل آ گیا ، گھوڑا اصطبل میں باندھا اور محل کے اندر گیا ۔
رانی نے آ کر مجھ سے پوچھا :
'اے راجا ! کہاں اتنی دیر لگائی ؟'
میں نے کہا : 'رانی ! مجھے راجا پارگ نے پکڑ لیا تھا ،
اسے بیٹی کا ناتا دینے کا وعدہ کر کے چھٹکارا حاصل کیا ہے'۔

---

۱ - مہابھارت میں ناگاؤں کی طویل فہرست دی گئی ہے مگر یہ نام وھاں نہیں مل سکے ۔ جیون سنگھ راجا باسک کا بھائی ہے ، سنگھ چور اس کا باپ ہے ، سوتک اور پاتک اس کے بیٹے ھیں ۔ کالی سنگھ اور بھوری سنگھ اس کے سردار ھیں ۔ اب گورو گگا کے ساتھ ان کی بھی پرستش کی جاتی ہے ۔ مرتب

میں نے رانی سے کہا : 'رانی میں اسے بیٹی کا ناتا نہیں دوں گا'۔
رانی کہنے لگی : 'پھر تجھ پر ٹھاکر کے تین بچن دینے کا وبال پڑے گا'۔
راجا پھر ھاتھ جوڑ کر کہنے لگا :
''میں جو کچھ کر کے آیا ہوں ، میں نے بیان کر دیا ہے''۔
برادری نے کہا : ''بیٹی کا رشتہ دے دے
ورنہ تجھ پر ٹھاکر کے تین بچن دینے کا وبال پڑے گا''۔
راجا باسک نے ان کا کہنا ماننے سے انکار کر دیا ۔
''میں تو راجا کو ناتا نہیں دوں گا''۔
برادری نے کہا : ''ہماری عرض سن !
جیسے ہم کہیں اس طرح کر ؛ اس لڑکی کو تہ خانے میں ڈال دے ،
اسے مامائیں اور خادمائیں دے دے ،
اسے بارہ برس کا کھانا دانہ دے کر وہاں بند کر دے
اور تہ خانے کے منہ پر سوا سو من کا بھاری پتھر رکھ دے''۔
جب انہوں نے اس پر سوا سو من کا پتھر رکھ دیا ،
تو راجا نے جوتشیوں اور پنڈتوں کو بلایا ؛
پنڈت نے آ کر اسے دعا دی ۔
راجا بولا : ''دادا ! پاؤں چھوتا ہوں''۔
''سکھی رہو ججمان ! تیری اولاد پھولے پھلے اور ہر زمانے میں تیری عزت میں اضافہ کرے''۔
''کتاب پڑھو ، وید سناؤ اور مجھے بتاؤ
کہ ٹھاکر کے تین بچن دینے کا وبال کیسے دور ہو سکتا ہے؟''
پنڈت نے کتاب کھولی ، وید سنائے اور کرشن کا نام جپا ۔
''اگر میں صحیح بات بتاؤں تو مجھے گھوڑا انعام میں دیجو ،
اگر میں غلط کہوں تو میری گردن مار دیجو ۔
اگر راجا اس قسم کے وبال سے بچنا چاھتا ہے تو اسے جگ رچانا[1] چاہیے ۔

---

۱ ۔ جگ بمعنی مذھبی اجتماع جس میں بعض رسوم ادا کی جاتی ھیں۔مترجم

راجا[1] ! سرائے گائے کا سوا سیر دودھ لے لے اور اسے یگیہ میں رکھ دے ،
تب تیرا کام بن جائے گا "۔
برادری کے لوگ جمع ہوئے ، راجا باسک نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی :
"بھائیو ! سیجی پنڈت سے سرائے گائے کا دودھ لا دو ، یگیہ رچایا جائے گا "۔
برادری کے سب لوگ اپنے اپنے کام پر چلے گئے -
سوتک اور پاتنگ (دودھ کے لیے) لوٹا لے کر سیجی پنڈت کے پاس آئے ،
سیجی پنڈت کے پاس آ کر بولے : "دادا ! تمھارے پاؤں چھوتے ہیں"۔
"ججمان ! سکھی رہو ، کیسے آنا ہوا ؟"
سوتک پاتنگ بولے : "ہمیں سرائے گائے کا دودھ چاہیے ،
ہم نے یگیہ رچانے کا انتظام کیا ہے ، اس میں دودھ ڈالنا ہے"۔
سیجی پنڈت بولا : "میری عرض سنو ،
میری دودھ پیتی بچیاں ہیں جو غذا نہیں کھاتیں ، پانی نہیں پیتیں ؛
پانچ لڑکیاں ہیں اور پانچ ہی گائیں ہیں ،
پانچوں اپنی اپنی گائے کا دودھ پیتی ہیں ،
میں تمھیں کس گائے کا دودھ دے دوں ؟
جس بچی کا دودھ تمھیں دوں گا ، اس کا وبال میرے سر پڑے گا "۔
پنڈت نے یوں جواب دیا ،
باسک کے دونوں بیٹے ناراض ہو کر واپس آ گئے -
راجا باسک نے کہا :
"مجھے سیجی کا جواب بتاؤ "۔
"سیجی پنڈت نے ہمیں گائے کا دودھ دینے سے انکار کر دیا ہے"۔
راجا باسک بھی غصے میں آ گیا -

---

۱ - یا کس - مرتب

بس کی گانٹھ کھا کر اس نے اپنی کایا پلٹ لی ۔
وہ بھاری ناگ بن گیا
اور جنگل کو چل دیا ۔
وہ ناگ بن کر جنگل کو روانہ ھوا
اور سرائے گائے کی تلاش کرنے لگا ۔
اسے جنگل کے بیچ میں سرائے گائیں مل گئیں ؛
شاما چرواھا سو رھا تھا ، گائیں چر رھی تھی ۔
راجا باسک نے پھنکار ماری
اور ڈس لیا ۔
اس نے سرائے گائیوں کو ڈس لیا ؛
جب راجا باسک مڑ رھا تھا ،
گائے کا پاؤں ناگ کے سر پر لگا ،
ناگ کا سر چوڑا ھو گیا ۔
گائے کو ڈسنے کے بعد راجا محل کی طرف چل دیا :
وھاں پہنچ کر اپنی اصلی صورت میں آ گیا ۔
شاما چرواھا سو کر آٹھا
تو گایوں کو دیکھ کر رو پڑا ،
سر سے پگڑی آتار کر روتا ھوا گھر آ گیا ۔
جوں ھی شاما چرواھا محلوں میں پہنچا ،
سیجی پنڈت نے بات سمجھ کر اس سے پوچھا :
”کیا کسی نے سخت کلاسی کی ؟ یا کسی نے گالی دی ؟“
”تقدیر نے سخت کلامی کی ، قسمت نے گالی دی ،
گائیوں کو ناگوں نے ڈس لیا ھے“۔
جن گائیوں کا دودھ پانچوں لڑکیاں پیتی تھیں ، انھیں ناگوں نے ڈس لیا ھے ؛
پانچوں لڑکیوں کو یہ خبر ملی ۔
پانچوں لڑکیوں نے بال بکھیر دیے ، کپڑے پھاڑ ڈالے
اور محلوں میں رونا پیٹنا شروع کر دیا ۔
انھوں نے دونوں ھاتھ جوڑ کر ٹھاکر سے عرض کی :
”جس نے ھماری گائیں ڈسی ھیں ، اسے کوڑھ ھو جائے“۔

ہم روٹی نہیں کھاتیں ، پانی نہیں پیتیں ، ہم پانچوں لڑکیاں
دودھ پر گزر کرتی ہیں ؛
یہ ست جگ ہے ، اس میں سچ پھلتا پھولتا ہے ، ہماری بات پوری
ہو کر رہے گی''۔
راجا باسک محل میں سو رہا تھا ، رانی پدما دیئی اسے پنکھا
کر رہی تھی ،
پانچوں لڑکیوں نے بد دعا کی ، راجا کے خوبصورت بدن پر کوڑھ
نکل آیا ۔
راجا باسک سو رہا تھا ، سوتے میں اس کی ناک مڑ گئی ۔
اسے دیکھ کر رانی پدما دیئی زار زار رونے لگی ؛
رانی کے آنسو راجا کی چھاتی پر گرے ،
آنسؤوں کے قطرے گرنے سے راجا کی آنکھ کھل گئی ۔
راجا باسک پدما دیئی سے بات کرنے لگا :
''نہ گھنے بادل چھائے ، نہ بجلی کڑکی، میری چھاتی پر بوند کیسے
پڑی ؟''
''تیرے خوبصورت بدن کو کوڑھ کا مرض لگ گیا ہے ،
تو نے پانچوں لڑکیوں کی گایوں کو ڈسا ہے ، تجھے ان کی بد دعا
لگ گئی ہے''۔
راجا باسک اپنے بدن کو دیکھ کر رونے لگا ،
دونوں ہاتھ جوڑ کے سری ٹھاکر کے سامنے عرض کرنے لگا :
''اے ٹھاکر ! مجھ سے کیا خطا ہوئی ؟
میرے شیشے جیسے بدن کو یہ بیماری لگا دی ۔
رانی ! میری قسمت کا لکھا پورا ہو گیا ہے''۔
''راجا ! ٹوٹی ہوئی چارپائی بچھا لے اور باہر چوپال میں جا بیٹھ ،
مٹی کے برتن منگا لے اور ان میں اپنے کھانے پینے کا انتظام کر لے''۔
باسک راجا باہر چوپال میں آ گیا ،
وہاں اس نے ٹوٹی ہوئی چارپائی بچھا لی ؛
باسک زار زار رو رہا تھا اور بار بار یہ کہ رہا تھا :
''اے سری ٹھاکر جی ! اب آپ کے سوا کون ہے جو میری
مدد کرے''۔

اس کے رونے کی آواز سن کر رانی نول دیئی نے خادمہ سے پوچھا :
''دائی ! ہمارے محل میں کون آیا
جو اس طرح بلک بلک کر رو رہا ہے ؟
کیا ہمارا کوئی گھوڑا مر گیا یا ہمارے کسی ہاتھی نے جان دے دی ؟
یا کوئی راج کمار وفات پا گیا ؟ محلوں میں سے کیوں رونے کی آواز آ رہی ہے ؟''
صندل دیئی کہنے لگی : ''نہ ہمارا کوئی گھوڑا مرا ہے ، نہ ہاتھی ،
نہ کسی راج کمار نے جان دی ہے ؛
باسک راجا اپنے درد کے باعث رو رہا ہے ،
اس کے خوبصورت بدن کو کوڑھ کا مرض لگ گیا ہے''۔
راج کماری اپنے روتے ہوئے باپ کی آواز سن کر کہنے لگی :
''دائی ! مجھے تہ خانے سے نکال ،
میں اپنے باپ کا چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں''۔
صندل دائی بولی : ''میری عرض سن ،
تہ خانے کے منہ پر سوا سو من کا پتھر پڑا ہے ،
نہ تو نے سورج دیکھا ہے ، نہ چاند ، تجھے تہ خانے سے کیسے نکالوں ؟''
نول دیئی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہا : ''اے پتھر ! ہٹ جا''۔
نول دیئی گلے میں آنچل ڈال کر آہ و زاری کرنے لگی : ''پتھر کو تہ خانے کے منہ سے ہٹاؤ''۔
راج کماری نے اسے اپنی چھنگلی سے چھوا ، پتھر تہ خانے کے منہ سے ہٹ گیا ۔
وہ تہ خانے سے باہر آ کر ماں کے محل کی طرف روانہ ہوئی
اور اس سے گلے مل کر خوب روئی ؛
بھائیوں اور بھتیجوں سے ملی ،
ہریال[1] اور پریال سے ملی ۔

---

۱ - نول دیئی کے بھائی ۔ مرتب

پھر ماں سے کہنے لگی :
''مجھے اپنے پیارے پتا سے ملا دو''۔
راجا باسک باھر چوپال میں پڑا تھا ، اس کے خوبصورت بدن کو
کوڑھ کی بیماری لگ گئی تھی -
''ماتا ! تمھارے بھائی، بھتیجے اور سب خاندان مر جائے !
تم خوب راج کر رھی ھو اور حکم چلا رھی ھو -
تم نے مصیبت پڑنے پر میرے باپ کو گھر سے نکال دیا ھے''۔
نول دیئی باپ سے ملنے کے لیے چوپال میں گئی
اور بازو پھیلا کر اس سے گلے ملنے لگی -
راجا باسک بولا : ''مجھے نہ چھونا ، میرے شیشے جیسے بدن کو
کوڑھ کا مرض لگ چکا ھے -
بیٹی ! میرے سکھ کے ساتھی سبھی تھے ، دکھ کا ساتھی کوئی
نہیں''۔
یہ کہ کر وہ زار زار رونے لگا -
بیٹی نے سر سے اپنا دوپٹا اتار کر باپ کے چہرے سے آنسو
پونچھے -
''باپ ! نہ رو ، تیری قسمت کا لکھا تیرے آگے آیا ھے -
اب پنڈتوں اور جوتشیوں کو بلا کر ان سے اپنے مرض کا علاج
دریافت کر''۔
اس نے مراثی کے بیٹے کو بلایا ؛
وہ دوڑتا ھوا آیا اور اس نے جھک کر سلام کیا -
مراثی بولا : ''کیا ارشاد ھے ؟''
باسک نے کہا : ''میرے جوتشی پنڈت کو بلا لاؤ''۔
مراثی دوڑتا ھوا جوتشی پنڈت کے پاس پہنچا -
''دادا ! آپ کے پاؤں چھوتا ھوں''۔
''سکھی رھو بیٹا !
کیسے آئے ؟ مجھے اپنے مقصد سے آگاہ کرو''۔
''راجا باسک نے آپ کو یاد کیا ھے''۔
پنڈت نے ریشمی دھوتی پہنی ،
اونچی پگڑی باندھی

اور خاصے کا کرتا زیب تن کیا ؛
کندھے پر دوپٹا رکھ کے ، پاؤں میں کھڑاویں پہن کے ، ہاتھ
میں چھڑی پکڑ کے وہ چوپال میں پہنچ گیا ۔
وہاں پہنچتے ہی اس نے دعا دی ۔
راجا باسک نے کہا : ''دادا ! پاؤں چھوتا ہوں''۔
''سکھی رہو میرے ججمان !''
صندل کی چوکی بچھائی گئی ،
غالیچوں کا فرش کیا گیا ،
ہریال ، پریال ، اور راجا کے سب بھائی بھتیجے بلائے گئے ۔
راجا نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی : ''اے پنڈت جی !
کتاب کھولو ، منتر پڑھو اور میری بیماری کا علاج بتاؤ''۔
''سچ کہوں تو انعام کا حق‌دار ہوں ، جھوٹ کہوں تو گردن
حاضر ہے ۔
شہر سفیدوں کے مضافات میں پانڈؤوں کا ایک سنہری کنواں ہے،
اس کا پانی منگاؤ ؛
بارہ برس کی لڑکی کو بھیجو ،
وہ جا کر اس سنہری کنویں سے پانی کا ڈول بھر لائے ،
پھر راجا اس پانی سے نہائے ،
راجا کا بدن اس سے دوبارہ صحیح و سالم ہو جائے گا''۔
راجا باسک نے بھائی بندوں کی خدمت میں عرض کی :
''مجھے کسی طرح سنہری کنویں کا پانی منگا دو
تاکہ میں اس سے نہاؤں''۔
بھائی بندوں نے جواب دیا : ''تو بڑا بےایمان ہے ،
تو نے پارگ کو بیٹی کا رشتہ دینے کا وعدہ کیا اور پھر مکر گیا ؛
ہم میں سے جو کوئی وہاں جائے گا ، راجا پارگ اسے جان سے مار
دے گا''۔
سب بھائی بندوں نے اسے کورا جواب دے دیا ۔
''راجا باسک ! ہم میں سے کوئی وہاں نہیں جائے گا''۔
راجا باسک کی بیٹی نول دیئی بھی مجلس میں موجود تھی ۔
اس نے باپ سے کہا : ''میں سنہری کنویں کا پانی لاؤں گی''۔

راجا بولا : ”بیٹی ! تو وهاں هرگز نه جانا ،
وہ میرے مخالفوں اور دشمنوں کا ملک ھے ،
پارگ راجا تجھے واپس نہیں آنے دے گا ،
میرے لیے ایسی زندگی سے موت بہتر ھے ؛
اس سے میری ستر پشتوں کو بدنامی کا داغ لگ جائے گا “۔
رانی نول دیئی بولی : ”باپ! میری عرض سن ،
میں ایسے ایسے بہادر اور مشہور ناگاؤں کی بیٹی اور پوتی هوں ،
میں اس طرح اپنی صورت بدلوں گی
که ایک بھاری سی ناگن بن جاؤں گی ،
پھر ایسی پھونک ماروں گی
که جنگل اور بستی سب کو جلا دوں گی
اور ساتھ ھی راجا پارگ کو بھی“۔
راجا باسک بولا : ”وہ راجا پارگ تو دھنتر وید کا چیلا ھے ،
وہ تجھے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تیرے ٹکڑے بیل گاڑیوں میں لاد کے اپنے محل میں لے جائے گا “۔
باپ کی یه بات سن کر نول دیئی غصے میں آ گی ۔
”میں باریک سوئی بن کر ریت میں چھپ جاؤں گی“۔
راجا بولا : ”بیٹی ! وهاں هرگز نه جانا ،
وہ ریت کو چھلنی سے چھان کر سوئی نکال لے گا اور اسے اپنی پیٹی میں لگا لے گا “۔
رانی نول دیئی کہنے لگی : ”میں تیرے حکم کی تعمیل کرنے سے قاصر هوں“۔
راجا باسک کہنے لگا : ”بیٹی ضد میں آ گئی ھے
اور حاکم ، عورت اور بچے کی ضد مشہور ھے“۔
رانی نول دیئی بولی : ”اب سونے کا گھڑا منگوا دے
اور چاندی کا ڈول بنوا ،
جڑاؤ اینڈوی[1] تیار کرا

---

[1] ۔ سر پر گھڑا اٹھاتے وقت گھڑے کے نیچے سر پر کپڑے کی بنی هوئی جو گول سی چیز رکھتے هیں ۔ مترجم

اور ریشم کی رسی[1] بٹوا ؛
چھوٹے چھوٹے گھنگرو ، پازیب اور دو جوتے بھی
اور گلے کا ہار اور ماتھے کی بندی بھی بنوا دے ؛
کانوں کے لیے جھمکے اور بالیاں اور ناک کے لیے نتھ بھی تیار
کرا دے،
اور ہاتھوں کے لیے خالص سونے کا چوڑا بنوا دے،
اور پاؤں کے لیے پہنچیاں اور انگوٹھے کے لیے آرسی بھی،
اور مجھے اصلی ہیرے اور موتی بھی منگوا دے ؛
غرضیکہ مجھے بتیس جواہرات اور سولہ زیورات پورے کر دے
اور سر کے لیے نو لاکھ کی چنری خرید دے"۔
راجا باسک نے یہ سب اشیا مہیا کیں
اور نول دیئی کو دے دیں ۔
اس نے پانی گرم کرایا
اور صندل کی چوکی منگوائی ؛
رانی نے عطر بھی منگوا لیا
اور وہ خوب مل مل کر نہائی ۔
نہا دھو کر اس نے خالق کے سامنے اپنا سر جھکا دیا ؛
اس نے سولہ زیورات اور بتیس جواہرات پہنے ،
اس نے اپنے ہر بال میں موتی اور ہر زلف میں ہیرا پرویا ؛
گلے میں ہار ڈالا اور ماتھے پر جھومر لگایا ،
پاؤں میں پازیب اور پہنچیاں پہنیں
اور سر پر سرخ دکھنی اوڑھنی لے لی ؛
اس کے اوپر چڑاؤ اینڈوی ٹکائی ،
سر پر گھڑا رکھا اور اس کے اوپر ڈول ٹکایا
اور کندھوں پر ریشمی رسی لٹکائی ؛
اس طرح وہ دھرت منڈل سے روانہ ہوئی
اور سنہری کنویں کی جانب چل دی ۔
جب رانی نے قدم اٹھائے
تو زیورات کی جھنکار راجا اندر نے بھی سنی ؛

---

۱ ۔ ڈول کے ساتھ باندھنے کے لیے ۔ مترجم

وہ اندر گڑھ چھوڑ کر نیچے آیا اور اس نے رانی نول دیئی کو
گھیر لیا ۔
رانی بولی : ''مجھے کس لیے گھیرا ہے ؟''
''رانی ! تیرے درشن کا پیاسا ہوں ،
مجھے جی بھر کے دیکھ لینے دو ۔
رانی نے جواب دیا : ''میں راجا باسک کی بیٹی ہوں ،
تو 'راجا اندر' میرا دھرم پتا ہے ؛
تو اپنی بیٹی کا پردہ فاش نہ کر''۔
راجا اندر نے اسے ایک ریشمی کرتا ، دوپٹا پیش کیا اور واپس
چلا گیا۔
راجا اندر ایک کڑک کے ساتھ واپس ہو گیا ،
وہاں چھوٹی چھوٹی بدلیاں چھا گئیں
اور ہلکی ہلکی بوندا باندی ہونے لگی ۔
رانی نول دیئی کی چنری بھیگ کر اس کے بدن کے ساتھ چپک
گئی ۔
اس نے وہاں سے قدم اٹھائے اور سنہری کنویں کی طرف
روانہ ہو گئی ۔
اب چاند اور سورج نے آ کر اسے گھیر لیا ،
چاند اور سورج بولے : ''رانی ہم تیرے درشن کے پیاسے ہیں ،
ہم بہت دور سے چل کر آئے ہیں''۔
رانی نول دیئی نے جواب دیا : ''میں راجا باسک کی بیٹی ہوں
اور تم راجا کیشپ کے بیٹے ہو ،
اپنی بہن کا پردہ فاش نہ کرو ،
میں تو تمھاری دھرم کی بہن ہوں ،
میرا تمھارا بہن بھائی کا رشتہ ہے''۔
وہ بھی اسے ریشمی کرتا ، دوپٹا دے کر واپس ہو گئے
اور جاتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے : ''ہمارا گناہ معاف
کر دو''۔
اسی طرح ہاتھ جوڑے ہوئے وہ اپنے شاہی تختوں پر چلے گئے ۔
وہاں سے رانی آگے روانہ ہوئی ،

راستے میں اسے سوھن ھرن مل گیا۔
سوھن ھرن نے کہا : ''ھم تیرے درشن کے پیاسے ھیں،
اسی لیے جنگل چھوڑ کر یہاں آ گئے ھیں''۔
رانی نول دیئی نے جواب دیا : ''اے ھرن! میرے نین زھر سے
بھرے ھیں ،
تو میرے نینوں کا مارا مر جائے گا''۔
پروا پچھوا ھوائیں چلنے لگیں ،
رانی کے چہرے سے پردہ ھٹ گیا ،
اس کے نینوں کی بجلی گری اور ایسی آواز آئی
جیسے بادل کڑکتا ھے ۔
جس وقت رانی کی نظریں ھرن پر پڑیں ،
ھرن پچھاڑ کھا کر گر پڑا ۔
رانی نے سر سے گھڑا اتار کے رکھ دیا اور رونے لگی ۔
''پربھو! مجھ پر سے ھرن کی موت کا وبال دور کر ، میں تو پہلے
ھی مصیبت کی ماری ھوں''۔
اس نے چنری میں سے دھاگا نکالا اور اس سے اپنی چھنگلی باندھ لی
اور دوب گھاس سے اپنی چھنگلی کو کاٹ لیا
اور اس میں سے لہو نکالا ۔
''میرے آقا پربھو! اس وبال کو مجھ سے دور کر''۔
اس معصوم کی دعا بہت جلد سنی گئی ،
اس نے ھرن کے منہ میں لہو ڈالا اور وہ اٹھ کر بھاگ نکلا
مگر رانی نے اسے سینگوں سے پکڑ لیا
اور اس کے سینگ الٹے مروڑ دیے ۔
ھرن بھاگ کے جنگل کی طرف چل دیا
اور نول دیئی گھڑا اٹھا کے سنہری کنویں پر آ گئی ۔
سنہری کنواں چھپا ھوا تھا ،
اس پر سوا سو من کا پتھر رکھا ھوا تھا ،
اسے دیکھ کر نول دیئی گھبرا گئی ۔
''اے میرے پربھو! اب اسے کون یہاں سے اٹھائے''
نول دیئی ھاتھ جوڑ کر دعا کرنے لگی :

''میں مصیبت زدہ اس سنہری کنویں پر پہنچی ہوں ،
نہ میں نے آج تک چاند دیکھا ہے نہ سورج ،
جس دن سے میں محلوں میں پیدا ہوئی مجھے تہ خانے میں ڈال دیا گیا؛
میرے باپ کو کوڑھ کا مرض لگ گیا ہے
اور اس کے بھائی بندوں نے اسے جواب دے دیا ہے ۔
میرے پربھو! اس پر مصیبت آ پڑی ہے ۔
اے پربھو ! میری اس مصیبت کو دور کرو
اور کنویں کے منہ پر سے پتھر ہٹا دو''۔
(دعا قبول ہوئی) اور اس نے اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے اس پتھر
کو وہاں سے ہٹا دیا
مگر وہ حیا کے مارے نیچے جھک کر پانی کو نہیں دیکھتی تھی ۔
پانی تہ سے اتر چکا تھا ؛
اس نے پانی کے دیوتا کو منانا شروع کیا ،
ڈول کو کنویں میں پھرایا
اور پھر اسے چھوڑ دیا
مگر ڈول پانی تک نہ پہنچ سکا ؛
رانی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ۔
''اے میرے آقا ! اسے کون ٹھیک کرے گا ۔
باپ ! خدا کرے تیرا رسی باٹنے والا مر جائے ،
اس نے یہ رسی چھوٹی بنا کے دی ہے ۔
تیرے ہریال پریال مر جائیں جنہوں نے یہ رسی چھوٹی بٹوائی ،
تیرا سارا خاندان مر جائے''
نول دیئی نے اپنے سر سے چنری اتاری
اور اسے رسی کے ساتھ باندھ دیا ۔
پانی کے دیوتا نے رانی کے درشن پا لیے
تو پانی زور سے اوپر چڑھا ۔
کنویں کا رکھوالا ایک شکڑا وہاں بیٹھا تھا ،
اس نے راجا پارگ تک یہ خبر پہنچا دی ۔
''جس رانی کی خاطر تو نے مجھے یہاں بٹھایا تھا
اس وقت وہ پانی بھرنے کے لیے سنہری کنویں پر آئی ہوئی ہے''۔

راجا نے گھوڑے پر زین ڈالا ،
بایاں پاؤں رکاب میں ڈال کر وہ آرام سے گھوڑے پر بیٹھ گیا
اور اسے دوڑاتا ہوا وہاں پہنچ گیا ۔
نول دیئی نے پہلا ڈول نکال کر پانی کے دیوتا کو پیش کیا ،
دوسرا ڈول اس نے جانوروں اور پرندوں کو دے دیا ۔
راجا پارگ مارا مار گھوڑا دوڑاتا وہاں پہنچ گیا ؛
رانی نے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی
تو دائیں بائیں دیکھنے لگی ۔
رانی نے اپنے بتیس زیورات آتار لیے ،
انہیں گھڑے میں ڈالا اور گھڑے کو کنویں پر آلٹا کے رکھ دیا۔
انہیں یوں محفوظ کر کے اپنی کایا پلٹ لی
اور چھوٹی سی ناگن بن گئی ،
وہ ناگن بن کر کنویں کی من میں چھپ گئی ۔
پارگ گھوڑا دوڑاتا ہوا وہاں آ پہنچا ۔
راجا پارگ نے کنویں کے ارد گرد پھر کے دیکھا ،
اینڈوی اور گھڑا وہاں کنویں کے من پر پڑا تھا ،
اس نے اس کے پاؤں کا جوتا بھی وہاں دیکھا ؛
وہ اپنے دل میں سوچنے لگا ۔
کبھی وہ تلاش کرتا کرتا جنگل میں جاتا ،
وہاں اسے نہ پاتا تو پھر پھرا کر دوبارہ کنویں پر پہنچ جاتا ۔
آخر اس نے گھوڑے سے نیچے آتر کر باواز بلند کہا :
''رانی ! اپنا بھلا چاہتی ہے تو باہر آ جا ،
ورنہ میں بچھو[1] کی صورت اختیار کروں گا
اور ڈھونڈ ڈھانڈ کر تجھے باہر نکال لاؤں گا ۔
تو بڑے بڑے ناگوں کی بیٹی پوتی ہے ،
تیرے لیے اس طرح کنویں میں چھپ کر بیٹھ جانا باعث ننگ ہے ؛
میں بھی دھنتر وید کا شاگرد ہوں ،
بچھو کا ایسا روپ دھاروں گا

---

۱ ۔ بچھو کے متعلق مشہور ہے کہ وہ سانپ کو مار دیتا ہے ۔ مرتب

کہ تجھے ڈھونڈ ڈھانڈ کے باہر نکال لاؤں گا''۔
جب راجا پارگ نے یہ دھمکی دی
تو وہ گھبرا گئی۔
رانی نول دیئی بولی :
''جو کچھ میں کہتی ہوں ، سنو ،
راجا! تم ذرا پرے چلے جاؤ
تاکہ میں باہر آ جاؤں''۔
راجا پارگ نے جواب دیا :
''نول دیئی ! میری عرض سن ، جو میں کہتا ہوں ؛
تو انسانی صورت اختیار کر لے''۔
رانی نول دیئی بولی : ''راجا پارگ جی !
دوسری طرف منہ کر لو تاکہ میں لباس پہن لوں''۔
راجا پارگ نے دوسری طرف منہ کر لیا ۔
نول دیئی نے باہر آ کر اپنی کایا بدل لی
اور ناگن سے رانی بن گئی ۔
اس نے بتیس جواہرات اور سولہ زیورات پہن لیے
اور کنویں کے من پر بیٹھ گئی ۔
پارگ بولا : ''رانی ! میری بات سن ،
تو بہت دنوں سے مجھے فریب دے رہی تھی ،
اب میرے ساتھ محلوں کو چل ،
اب میں تجھے دھرت منڈل واپس نہیں جانے دوں گا''۔
رانی نول دیئی نے جواب دیا : ''میں راجا باسک کی بیٹی ہوں،
جو میں کہتی ہوں غور سے سنو ؛
راجا! میں مصیبت کی ماری عورت ہوں ،
میرے باپ کے کندن جیسے جسم کو کوڑھ کا مرض لگ گیا ہے ،
اس کے لیے سنہری کنویں کا پانی لے جا رہی ہوں ،
اس سے اپنے باپ کو نہلاؤں گی ،
اس کا بدن صحیح سالم ہو جائے گا''۔
راجا بولا : ''تجھے پانی نہیں لے جانے دوں گا ،

تیرے باپ نے مجھ سے قول کیا تھا ،
پھر وہ اپنے قول سے پھر گیا ،
اب مجھے تیری قوم کا اعتبار نہیں رہا "۔
رانی نول دیئی بولی: "مجھ سے ٹھاکر کے نام پر تین بار قول و قرار لے لو "۔
راجا پارگ بولا : "نول دیئی جی !
مجھے ٹھاکر کے نام پر تین سچے قول دے"۔
نول دیئی نے ٹھاکر کے نام پر تین سچے قول دے دیے ۔
پارگ بولا : "تو نے تین قول تو دے دیے ،
اب تو دوبارہ یہاں کیسے پہنچے گی ؟
مجھے یہ راز سمجھا دے"۔
رانی نول دیئی بولی : "راجا پارگ جی !
میں اس وقت ایک گھڑا بھر کے لے جاؤں گی ،
اس سے اپنے باپ کو نہلا کر
تمھیں ملنے کے لیے آ جاؤں گی"۔
رانی نول دیئی نے گھڑا بھر لیا ،
پھر ھاتھ جوڑ کر راجا سے عرض کی :
"راجا ! مجھے اپنی سرحد پار کرا دو ، جی!"
رانی نے سر پر اینڈوی ٹکائی ،
اینڈوی پر گھڑا رکھا ،
گھڑے پر ڈول ٹکایا
اور پھر دھرت منڈل کو روانہ ھو گئی ۔
آگے رانی چلی ، پیچھے پیچھے راجا ؛
راجا نے اسے جنگل بیابان سے پار گزار دیا ؛
اس کے بعد راجا پارگ واپس اپنے محل کو چلا گیا ۔
رانی کے فراق میں راجا پارگ کا برا حال ھوا ،
اس نے رانی کی واپسی کے راستے میں جگہ جگہ چوکیاں بٹھا دیں
اور انھیں سمجھا دیا ۔
"جوں ھی رانی نول دیئی اس جگہ پر پہنچے ، مجھے فوراً اطلاع دینا "۔

چنانچہ چوکی کے سپاہی راستے میں بیٹھ گئے
اور پھرےدار مقرر ہو گئے ۔
رانی نول دیئی دھرت منڈل پہنچ گئی ،
اس نے چوپال میں گھوڑے آتارے ۔
رانی نے صندل کی چوکی اور سونے کا گڑوا منگایا ؛
اس نے پہلے صندل کی چوکی بچھا دی ،
پھر باپ سے مخاطب ہوئی : ''پتا ! میری عرض سن ،
صندلیں چوکی پر آ کے بیٹھ جا ''۔
راجا باسک چوکی پر بیٹھ گیا
اور پانی کے گڑوے بھر بھر کے اپنے بدن پر ڈالنے لگا ؛
رانی نے اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے اس کے پاؤں کا انگوٹھا دبائے رکھا ۔
راجا کا سارا بدن کندن کی طرح ہو گیا
مگر پاؤں کا انگوٹھا اسی طرح رہا ۔
نول دیئی بولی : ''میں جا کر پانی کا ایک اور لوٹا بھر لاتی ہوں''۔
راجا بولا : ''بیٹی ! اب نہ جا
ورنہ وہاں خبر ہو جائے گی ؛
وہ میرے دشمن کا ملک ہے ،
وہ تجھے واپس نہیں آنے دے گا ''۔
مگر نول دیئی نے باپ کا کہنا نہ مانا ،
اس نے گڑوا آٹھایا اور سنہری کنویں کو چل دی ۔
نول دیئی لمبے لمبے قدم آٹھاتی ہوئی
شہر سفیدوں کے راستے پر ہو لی ؛
چوکیداروں کو پتہ چل گیا ؛
جس وقت چوکیداروں نے اسے دیکھا ،
وہ فوراً راجا پارگ کے محل کو روانہ ہوئے
اور اسے یہ خبر پہنچائی کہ
رانی نول دیئی آ رہی ہے ۔
راجا پارگ نے یہ سنتے ہی گھوڑے پر زین کسا ،

بایاں پاؤں رکاب میں رکھا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا
اور گھوڑا دوڑاتا ہوا رانی کے پاس پہنچ گیا ۔
اس نے رانی کو دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا
اور اس سے کہنے لگا : ''آ میرے محل میں چل''۔
مگر راجا باسک کی بیٹی رانی نول دیئی نے جواب دیا :
''میں تمھارے محل کے اندر نہیں جاؤں گی ،
پہلے کسی برھمن کو بلاؤ
تاکہ وہ ہمارا بیاہ کر دے ، پھیرے کرا دے ؛
اے راجا ! پھیرے لینے کے بعد ڈولی منگوانا ۔
دیکھو تو ! وہ پنڈت آ رہا ہے''۔
راجا نے برھمن کو بلایا ۔
''دادا ! تمھارے پاؤں چھوتا ہوں''۔
''ججمان جی ! سکھی رہو!''
راجا پارگ نے کہا : ''دادا ! ہمارا بیاہ کر دو''۔
برھمن نے پہلے کرشن کو یاد کیا ،
پھر ان کے بیاہ کی رسوم ادا کرنی شروع کیں ۔
راجا پارگ نے جیب میں ہاتھ ڈالا
اور وہاں سے چقماق نکالا ؛
اس سے لکڑیوں کو آگ لگائی
اور پھر اس آگ کے گرد دونوں نے پھیرے لیے ؛
بیاہ کے بعد راجا نے برھمن کو سونے کا ایک ٹکا دیا ۔
پھر راجا نے حکم دیا ،
محل سے چار کہار اور ایک ڈولی آ گئی ،
کہار ڈولی لے کر جنگل میں پہنچ گئے ۔
نول دیئی ڈولی میں بیٹھ گئی
اور ڈولی میں بیٹھ کر راجا پارگ کے محل میں پہنچی ۔
محل میں ڈھول اور نقارے بجنے لگے ،
سب کام کرنے والے انعام کے لیے حاضر ہوئے ۔
''راجا پارگ تو نے بیاہ کروایا ہے
تو محلوں میں ڈولی لایا ہے''۔

راجا نے برھمنوں کو گائیں بطور خیرات دیں
اور ڈوموں کو گھوڑے اور دوشالے دیے ،
چاندی اور سونا خیرات میں دیا ۔
راجا نے پہلے برھمنوں کو خیرات دینے کے لیے جمع کیا
پھر محل میں خلوت کی ۔

ادھر دھرت منڈل میں وھاں کے برھمن باسک کے پاس گئے ،
انھوں نے اس کی کچھری میں اپنے سر سے بگڑیاں آتار کر زمین پر پٹک دیں ۔
''بڑے بڑے ناگاؤں کی بیٹی اور پوتی کو
آج راجا پارگ اپنے محلوں میں لے گیا ھے ؛
اس نے تیری بیٹی کے ساتھ آگ کے گرد پھیرے لے لیے ھیں''۔
راجا باسک سر پٹکنے لگا
اور کہنے لگا :
''اے بھگوان ! تو نے یہ کیا کر دیا ؟''
پھر اس نے ناگاؤں کے سفیر جادو کو بلایا ؛
سفیر جادو ناگ آ گیا ۔
''میری بیٹی پارگ نے بیاہ لی ھے''۔
تلواریں میانوں سے باھر نکل آئیں ،
کچھری میں ننگی تلواریں اور پانوں کے بیڑے رکھ دیے گئے ۔
''کوئی ایسا ھے جو ننگی تلوار کو میان میں ڈالے ،
جو بیڑا آٹھا کر راجا پارگ پر چڑھائی کرے
اور راجا پارگ کو قتل کر کے آئے ؟''
راجا نے جادو سفیر کو یہ بات سمجھائی ۔
جادو سفیر نے حکم دیا :
''چھونپے ناگ کو بلاؤ ''۔
جب وہ آ گیا تو راجا نے اسے کہا :
''تم شہر سفیدوں کو جاؤ
اور پارگ راجا کو مار کے آؤ ؛

راجا پارگ نے میری ستر پشتوں کو داغ لگایا ہے ؛
جو راجا پارگ کو قتل کرے گا ،
میں اسے بہت سا انعام و اکرام دوں گا ؛
میں بیٹی کا انتقام لینا چاہتا ہوں''۔
چھینبے ناگ نے تلوار کو میان میں ڈالا ،
پان کا بیڑا اٹھایا
اور اسے منہ میں رکھ لیا ؛
پھر اس نے جھک کر داہنے ہاتھ سے راجا کو سلام کیا
اور شہر سفیدوں کی طرف روانہ ہو گیا
اور شہر کے قریب پہنچ کر ڈیرے ڈال دیے ۔

وہ دونوں خلوت خانے میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے ۔
رانی نول دیئی نے کہا : میری عرض سنو ، جی !
میں نے تمھاری بہت تعریف و توصیف سنی تھی
کہ تم ہرنوں کا شکار خوب کھیلتے ہو
اور شکار کے بغیر کھانا نہیں کھاتے
لیکن جب سے میں تمھارے محل میں آئی ہوں ، میں نے تمھیں
کبھی شکار کھیلتے نہیں دیکھا ''۔
اس نے اسے اس طرح سیج پر لیٹے لیٹے طعنہ دیا ۔
مہاراجا پارگ نے جواب دیا :
''کل صبح ہونے دو ،
میرا نام بھی پارگ ہے ، میں تجھے ضرور شکار کھیلاؤں گا ''۔
جنگل میں ہرنی نے خواب دیکھا ،
وہ ہیرے ہرن کو بتانے لگی :
''جان من ! رات میں نے بہت متوحش خواب دیکھا ہے ۔
میں نے دیکھا ہے کہ کسی شکاری نے میرے محبوب کو مار دیا
اور تیرا گوشت گھر گھر تقسیم کیا گیا ۔
اگر تو میری بات مانے تو ہم اس ٹھکانے کو چھوڑ دیں''۔
ہیرا ہرن بولا : ''یہ جنگل میرے باپ دادا کی میراث ہے ؛
اگر میں کسی اور جنگل میں جا کر مر گیا تو میری ستر پشتیں
جہنم میں جائیں گی ،

اور اگر میں اپنے جنگل میں مرا تو میری ستر پشتیں بہشت میں
جائیں گی ''۔
هیرا هرن اور اس کی هرنی اسی طرح باتیں کرتے رہے ۔
راجا پارگ نے مراثی کو بلایا ،
اس نے آتے هی جھک کر سلام کیا ۔
''تم جیتے رهو ! راجا پارگ !
فرماؤ ، مجھے کیا حکم ہے ؟''
''بیگو نائی کو بلا لاؤ''۔
بیگو نائی آیا اور اس نے جھک کر سلام کیا ۔
راجا پارگ نے حکم دیا ''صندل کی چوکی اور گنگا جل لاؤ''
راجا پارگ نے دهی ، عطر اور پھولوں کے هار منگائے ،
سونے کا گڑوا پانی سے بھر بھر کے وہ خوب بدن مل مل کے نہایا۔
اس نے نہا دھو کر ماتھے پر تلک لگایا
اور پھر اپنے خالق اور پروردگار کے سامنے سر جھکایا ۔
''خادم ! میرے پانچوں کپڑے اور پانچوں هتھیار لاؤ''۔
''راجا ! تیرے کپڑے کہاں هیں ؟ تیرے هتھیار کہاں هیں ؟''
''کپڑے صندوق میں هیں ، هتھیار دیوار پر ٹنگے هیں''۔
وہ صندوق میں سے کپڑے اور کھونٹی پر سے هتھیار لے آیا ۔
''خادم ! میرا عمدہ ترین گھوڑا جلدی سے تیار کرو
اور اسے سجا کر ڈیوڑھی سے باهر لے آؤ''۔
مراثی کا بیٹا دوڑتا هوا آیا
اور راجا کا عمدہ ترین گھوڑا سجا کر ڈیوڑھی سے باهر لے آیا ۔
راجا پارگ نے بایاں پاؤں اٹھایا :
جب اس نے پاؤں رکاب میں رکھا تو زین کی پیٹی ٹوٹ گئی
اور وہ آسانی سے گھوڑے پر سوار نہ هو سکا ۔
رانی نول دیئی دروازے کی چوکھٹ پکڑے کھڑی تھی ،
اس نے آواز دی : ''راجا پارگ ! آج شکار پر بالکل نہ جانا ،
برا شگون هو گیا ہے''۔
مگر راجا پارگ نے اس کی بات نہ مانی ،
وہ گھوڑا دوڑا کر لق و دق جنگل بیابان میں پہنچ گیا ۔

گرد آڑ کر آسمان تک چھا گئی ۔
ہرن اور ہرنی نے دیکھا کوئی شکاری آ رہا ہے ۔
ہرنی نے ہرن سے کہا : ''وہ نزدیک آ گیا ہے''۔
ہرن بولا : ''اب کے میری جان بچا لے ،
آئندہ میں سوچ سمجھ کے چلوں گا ''۔
اس کی پیاری ہرنی نے جواب دیا :
''اے ہرن ! اپنے بدن کو تول ،
اپنے کھروں کا جائزہ لے''۔
جب ہرن نے اپنے بدن کو تولا
اور اپنے کھروں کا جائزہ لیا
تو ہرنی کے پاس آ کر زار زار رونے لگا ۔
''اے سچے مالک ! اب تیرے سوا کون میری مدد کو پہنچ سکتا ہے ؟''
راجا پارگ ہرنوں کو دیکھ کر للکارا ،
سوہن ہرن ہرنی کے آگے ہو گیا ۔
راجا پارگ نے کہا : ''آج تجھے نہیں چھوڑوں گا ؛
تجھے پہلی ، دوسری یا تیسری جست میں ضرور مار گراؤں گا''۔
یہ سنتے ہی ہرنوں نے بھاگنا شروع کر دیا ؛
راجا پارگ نے گھوڑے کو ڈپٹا اور ہرنوں کے گرد گھیرا ڈال دیا ۔
یہ ست جگ کا سنہری دور تھا ؛
ہر چیز بول سکتی تھی ؛
سوہن ہرنی راجا پارگ کو سمجھانے لگی :
''راجا پارگ ! تو شکار کی تلاش میں آیا ہے ،
تو تین سو ساٹھ ہرنیوں میں سے دو چار مار لے''۔
راجا پارگ نے جواب دیا : ''سن ہرنی !
جس دن سے میں نے شکار کھیلنا شروع کیا ہے ،
میں نے کبھی کسی ہرنی پر ہاتھ نہیں آٹھایا ، ہمیشہ نر ہرنوں کو شکار کیا ہے''۔
ہرنی نے پھر کہا :

"تین سو ساٹھ ہرنیوں کا یہ ایک سردار ہے ؛
اگر یہ مر گیا تو تین سو ساٹھ ہرنیاں رانڈ ہو جائیں گی"۔
راجا نے ترکش میں سے تیر نکالا
اور نشانہ باندھ کر ہرن کے سر پر مارا ؛
ہرن اچھل کر زمین پر گرا
اور گرتے ہی اس کی جان نکل گئی ۔
تین سو ساٹھ ہرنیوں نے ہیرا ہرن کے گرد گھیرا ڈال لیا
اور زار و قطار رونے لگیں ۔
راجا پارگ گھوڑے سے نیچے آترا ، اس نے ہرن کی لاش کو کہان سے آٹھایا ۔
سب ہرنیاں راجا سے کہنے لگیں :
"جیسے تو نے ہم کو رانڈ کیا ہے ، خدا کرے تیری نول دیئی بھی اسی طرح رانڈ ہو جائے"۔
اس نے ہرن کو اٹھا کر گھوڑے پر ڈال لیا ،
گھوڑے کو ایڑ لگائی اور محل کا رخ کیا ۔
راستے میں راجا کو پیاس لگی تو وہ ایک بڑ کے درخت کی طرف آیا ؛
وھاں پہلے خود گھوڑے سے نیچے آترا ، پھر ہرن کو نیچے آتارا ۔
راجا نے زین پوش بچھایا اور اس پر بیٹھ گیا
اور گھوڑے کو درخت سے باندھ دیا ،
پھر ایشور سے دعا کی :
"اے سچے ایشور ! جیسے تو نے مجھے اس دھوپ میں سایہ مہیا کیا ہے ،
اسی طرح اب پانی کا بھی کوئی انتظام کر دے !"
اس نے جھولے میں سے کٹورا نکال کے باھر رکھ دیا
اور پھر دعا کی : "جیسے سایہ دیا ہے ، ویسے پانی بھی دے دے !"
اتنے میں آسمان پر بادل جمع ہو گئے
اور ان سے ننھی ننھی بوندیں گرنے لگیں ۔
راجا پارگ کو نیند سی آنے لگی ،

اس نے اپنے شکرے سے کہا : ''تو خبردار رهنا ''۔
راجا پارگ کو نیند آ گئی
اور وہ وهیں زمین پر پڑ کر سو گیا ۔
چھینبا ناگ درخت سے نیچے آترا
اور کٹورے کے پاس آ گیا ۔
وهاں پہنچ کر اس نے کٹورے کو اپنے زهر سے بھر دیا
اور پھر دوبارہ اسی درخت پر چڑھ گیا ۔
شکرا اپنے دل میں سوچنے لگا :
''اے خدا ! یہ کیا کر رها ہے ؟
میں نے راجا پارگ کا نمک کھایا هے ، پانی پیا هے ،
راجا سو کر آٹھے گا تو زهر کو پانی سمجھ کر پی لے گا اور مر جائے گا ''
جب راجا پارگ نیند سے بیدار هوا
تو وہ کٹورے کے پاس آیا
اور اسے هاتھ میں آٹھا لیا ۔
راجا نے رومال نکال کر اس سے منہ پونچھا ؛
شکرا اپنے دل میں سوچنے لگا :
''راجا زهر پی جائے گا اور اس کا وبال مجھ پر پڑے گا ''۔
شکرے نے پر مار کر کٹورا اس کے هاتھ سے نیچے گرا دیا ۔
راجا پارگ نے اپنے دل میں خیال کیا :
''اس شکرے کو ضرور مجھ سے کوئی پرانی دشمنی تھی ،
خدا نے میرے لیے پانی کا انتظام کر دیا تھا
مگر اس شکرے نے اسے گرا دیا ؛
یہ ضرور میرا جنم کا دشمن هے''۔
راجپوت کو غصہ آ گیا ، اس نے شکرے کو زمین پر پٹک دیا ،
شکرے نے گرتے هی جان دے دی ۔
بڑ کے اوپر تین مینائیں بیٹھی بول رهی تھیں ؛
راجا پارگ نے جب ان کی طرف خوب غور سے دیکھا
تو اسے درخت پر بیٹھا ناگ نظر آ گیا ۔
راجا نے ترکش میں سے تیر نکالا اور اس سے ناگ کو نشانہ کیا ،

ناگ نیچے آ گرا ۔
وہ ناگ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے لگا ؛
سر کا ٹکڑا اڑ کر اس کے جوتے میں آ گرا ۔
جب راجا پارگ نے جوتا پہنا تو ناگ کے سر کے ٹکڑے نے اس کے
پاؤں کے انگوٹھے میں ڈنک مارا ۔
راجا اچھل کر زمین پر گرا
اور گرتے ھی چل بسا ۔

شام چرواھا اپنی گائیں چراتا ادھر آ نکلا ؛
اس نے وھاں راجا پارگ کا گھوڑا کھڑے دیکھا ،
گھوڑے کے پاس ھرن پڑا تھا ،
پرے شکرا مرا پڑا تھا ،
پاس ھی ناگ کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے ۔
آگے دیکھا تو راجا پارگ کی لاش تھی ،
وہ روتا ھوا محل کی جانب روانہ ھوا
اور پارگ کی ماں رانی بسنتی کے پاس آیا ؛
وھاں اس کے پاس کھڑا ھو کر رونے لگا ۔
پارگ کی ماں نے شام چرواھے سے پوچھا :
''کیا کسی نے تجھے گالی دی ھے ؟ یا کوئی بری طرح پیش
آیا ھے ؟''
شام چرواھا ھاتھ جوڑ کر کہنے لگا :
''قسمت نے گالی دی ھے ، تقدیر بری طرح پیش آئی ھے ،
تیرے بیٹے پارگ کو ناگاؤں نے مار ڈالا ھے''۔
یہ سن کر رانی بسنتی زار زار رونے لگی ،
اس نے اپنے بال بکھیر لیے اور کپڑے پھاڑ ڈالے ۔
''جس دن سے نول دیئی ھمارے محلوں میں آئی ھے ،
ناگ ھمارے دشمن ھو گئے ھیں''۔
اس طعنے سے نول دیئی کا کلیجا پھٹ گیا ،
اس نے اپنی دونوں ھاتھوں کی چوڑیاں پھوڑ ڈالیں ۔
''اے پربھو ! تو نے مجھے مصیبت میں ڈال دیا ھے ،

اب یہ لوگ مجھے طعنے دیتے ہیں"۔
اس نے چار کہاروں کو بلایا
اور ڈولی میں بیٹھ کر نیم کے پتے پاس رکھے اور وہاں سے روانہ ہو گئی ۔
جنگل بیابان میں پہنچ کر اس نے ڈولی اتروائی ۔
رانی نول دیئی بولی : "کہارو ! تم پرے ہو جاؤ ،
دوسری طرف جا کے بیٹھ جاؤ ، میں باہر آنا چاہتی ہوں"۔
وہ ڈولی سے نکل کر باہر آ گئی ،
اس نے چاروں طرف پھر کر اچھی طرح سے دیکھا ،
وہاں چار مردے پڑے تھے ؛
انہیں دیکھ کر وہ ڈر گئی
اور سوا پہر عبادت میں مشغول رہی ۔
اس کے بعد اس نے ہاتھ جوڑ کر نہایت عاجزی سے دعا کی :
"اے پاک پروردگار ! ان چاروں میں جان ڈال دے"۔
پہلے رانی ہرن کے پاس آئی
اور اس کا سر اپنے زانو پر رکھا ؛
پھر اپنی انگلی چیر کر خون کے قطرے اس کے منہ میں ڈالے ،
ہرن بھاگ کر جنگل کو چلا گیا ۔
وہاں سے اٹھ کر رانی شکرے کے پاس آئی ،
خدا نے اس میں بھی جان ڈال دی ؛
اس پاک دامن کی دعا فوراً قبول ہوئی ،
شکرا زندہ ہو گیا ۔
رانی پھر تیسری جگہ گئی ،
ناگ کے علیحدہ علیحدہ ٹکڑوں کو اکٹھا کیا
اور پھر خدا کے آگے ہاتھ جوڑ کر عرض کی ؛
اس ناگ میں جان پڑ گئی
اور وہ اٹھ کر بھاگ نکلا ،
مگر رانی نے اسے للکارا ۔
"اے چھینبے ناگ !
بھاگنے کی کوشش نہ کر ، میں تجھے بھاگنے نہیں دوں گی ؛

البتہ ایک صورت ہے ، تو قسم کھا کہ پھر کبھی شہر سفیدوں نہیں آئے گا''۔

ناگ نے ٹھاکر کی قسم کھا کر تین بار قول دیا :

''میں نے راجا کی جو جان لی تھی ،
اس سے دست‌بردار ہوا''۔

اب نول دیئی راجا پارگ کے پاس پہنچی ،
وہ نیم کے تازہ پتے ساتھ لائی تھی ،
اس نے اپنے راجا پر یہ منتر پڑھا :—

منتر

دونوں رانیاں بھولی بھالی ہیں ،
تیرے سر پر کیوں خاک اُڑ رہی ہے !
میں زہر کو پانی میں تبدیل کر دوں گی
اور پانی کو کسی نہ کسی طرح سے ابال لاؤں گی ۔
میں تیرے لبوں ، دانتوں اور کھوپڑی کو بے حرکت کر دوں گی ۔
ھاتھ میں سنکھ چور کا ڈنڈا ہے، گلے میں موتیوں کا ھار ،
پانی کی ناگن پدما دیئی جوبن پر ہے ،
اس نے لنکا میں جواھر سے شادی کی ہے ،
میں زہر کو کاٹ دوں گی ، میں زہر کو بے اثر بنا دوں گی ،
میں زہر کی کھیر پکاؤں گی
اور اس سے جوگیوں کی جھولیاں بھر دوں گی ،
میں باسک کے خاندان کی پوجا کروں گی ۔
اے زہر کی دیوی ! جاگ ،
رام چندر کی دوھائی ہے ،
رام چندر تجھے جگانے کے لیے آئے ہیں ۔

رانی نے جادو ٹونا کر کے اسے اٹھا کر بٹھا لیا ،
راجا پارگ نے اٹھتے ھی کہا : ''رانی ! ہم تو بہت دیر سوتے رہے''۔

مگر جب اس نے نظر اٹھا کے دیکھا تو وہ دونوں بڑ کے درخت
تلے بیٹھے تھے ۔
''اے رانی نول دیئی ! تو جنگل میں کیسے آئی؟''
رانی نے کہا : ''راجا میں نے تمھیں بار بار کہا تھا کہ
آج محل سے باہر نہ جاؤ ،
شگون اچھا نہیں ہوا مگر تم نے میرا کہا نہ مانا ؛
تم سیر شکار کو نکل آئے اور یہاں تمھیں ناگ نے ڈس لیا ۔
راجا تم تو یہاں مرے پڑے تھے، میں نے تمھیں منتر کے زور سے
زندہ کیا ہے ۔
تمھاری ماں نے مجھے طعنہ دیا تھا اور محل سے نکالنا چاھا تھا ؛
اگر تم دوبارہ زندہ نہ ہوتے تو تمھاری ماتا مجھے محل میں داخل
نہ ہونے دیتی''۔
رانی نول دیئی اور راجا پارگ دونوں وہاں سے چل کر اپنے محل
میں آگئے ۔
راجا کی ماتا محل میں زار زار رو رہی تھی ،
وہ راجا کے گلے سے لپٹ کر روئی اور کہنے لگی :
''جب سے رانی یہاں آئی ہے ، ناگ ہمارے دشمن ہو گئے ہیں ،
یہ زبردست ناگاؤں کی بیٹی اور پوتی ہے ۔
راجا باسک تجھے زندہ نہیں رہنے دے گا ،
میں تجھے نصیحت کرتی رہی مگر تو نے میری بات نہ مانی ''۔
اس کے بعد راجا پارگ خلوت خانے میں چلا گیا ۔

چھینبے ناگ نے دھرت منڈل میں پہنچ کر فریاد کی ؛
سلام و دعا کے بعد وہ چوپال میں جا کر بیٹھا
اور راجا کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔
راجا باسک نے پوچھا : ''چھینبے ناگ ! تو کیا کر کے آیا ہے ؟''
''جناب ! راجا پارگ شکار کھیلنے کے لیے نکلا تھا ،
میں بڑ کے درخت پر بیٹھا تھا ۔
راجا پارگ نے جڑ سے گھوڑے کو باندھا ،
زین پوش اتار کر نیچے زمین پر بچھایا ،

تھیلے میں سے کٹورا نکال کر باھر رکھا ،
شکرے کو اپنی حفاظت پر مامور کیا ۔
میں نے درخت پر سے آتر کر
کٹورے کو زھر سے بھر دیا
اور کٹورا زھر سے بھر کے پھر درخت پر چڑھ گیا ۔
اوپر میناٸیں بول رھی تھیں ،
راجا آٹھ بیٹھا ،
اس کی نظریں کٹورے پر تھیں ۔
کٹورا بھرا دیکھا ،
راجا پیاسا تھا ، اسے دیکھ کر بے تاب ھو گیا ۔
اس نے کٹورا ھاتھ میں آٹھا لیا ،
شکرا جی میں سوچنے لگا کہ
راجا نے اگر یہ زھر پی لیا
تو اسے پیتے ھی مر جاٸے گا ۔
ابھی راجا نے کٹورا منہ سے لگایا ھی تھا
کہ شکرے نے پر مار کر اسے نیچے گرا دیا ،
اس پر راجا غصے میں آ گیا ؛
اس نے شکرے کو مار کر زمین پر گرا دیا ۔
اوپر نظر آٹھاٸی تو درخت پر مجھے دیکھ پایا ،
ترکش سے تیر نکال کر میرے بدن میں مارا
اور مجھے زمین پر گرا لیا ۔
پھر خنجر سے میرے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے ،
میرے سر کا ٹکڑا آڑ کر اس کے جوتے میں جا پڑا ۔
جب راجا نے جوتا پھنا ، میں نے اسے ڈس کر نیچے گرا دیا ۔
پھر تیری بیٹی نے وھاں پہنچ کر مجھے دوبارہ زندہ کیا
اور مجھ سے ٹھاکر کے تین قول لے کر مجھے یہاں آنے کی اجازت دی
اور ساتھ کہ دیا : 'اگر تو پھر یہاں آیا تو تجھے جیتا نہ چھوڑوں گی' ''۔
راجا باسک نے اتنی بات سنی تو گھبرا گیا ،
راجا نے تالی بجا کر جادو سفیر کو بلایا ۔

جادو سفیر راجا کے پاس پہنچ گیا ،
راجا باسک زار زار رونے لگا ۔
''اس زور سے تالی بجاؤ
کہ آٹھوں خاندان اکٹھے ہو جائیں''۔
راجا نے سب بھائی بندوں کو بلا کر دربار کیا
اور کچہری میں ننگی تلوار اور پان کا بیڑا رکھ دیا ۔
پھر اپنے بھائی بندوں سے عرض کی :
''اے بھائیو ! زبردست ناگاؤں کی بیٹی کو
راجا پارگ بیاہ کے لے گیا ہے ،
اس نے میری ستر پشتوں کو داغ لگا دیا ہے ۔
ہے کوئی ایسا سورما
جو ننگی تلوار کو میان میں کرے
اور پان کا بیڑا اٹھا لے
اور شہر سفیدوں پر دھاوا بول دے
اور راجا پارگ کو قتل کر آئے ؟
میں اسے بنی بنائی سلطنت دے دوں گا
اور خود ایک طرف ہو کے بیٹھ جاؤں گا ''۔
یہ سن کر سوتک پاتگ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے ۔
انھوں نے ننگی تلواروں کو میانوں میں ڈالا
اور پان کے بیڑے اٹھا کر منہ میں رکھ لیے
اور سب کچہری کو سلام کر کے شہر سفیدوں کی طرف روانہ ہو گئے ۔
شہر سفیدوں کے گلی کوچوں کی خوب سیر کی
اور محل میں داخل ہونے کے چھوٹے موٹے راستوں کا جائزہ لیا ۔
اتنے میں دن ڈھل گیا ، پھر شام ہو گئی ، مویشی باہر سے گھروں کو آنے لگے ۔
دونوں بھائی محل کے نزدیک چھپ کر بیٹھ گئے اور ناگوں کی صورت اختیار کر لی
اور آہستہ آہستہ محل کے اندر داخل ہو گئے
اور وہاں چھپ گئے ۔

رانی نول دیئی راجا سے کہنے لگی :
''مجھے ناگوں کی خوشبو آ رہی ہے''۔
راجا پارگ نے جواب دیا : ''چونکہ تو خود ناگن کی بیٹی ہے
اسی لیے تجھے ہر روز ایسی خوشبو آتی ہے''۔
راجا رانی سیج پر لیٹ گئے ۔
رانی پھر بولی : ''راجا میرا کہنا مان لو ،
آج ہمارے محل میں ناگ پہنچ چکے ہیں ۔
پہلی رات مجھے پہرہ دینے دو ،
آدھی رات کے بعد تم پہرے پر کھڑے ہو جانا ''۔
نول دیئی بیٹھ کر پہرہ دینے لگی ،
آدھی رات ہوئی تو اس نے راجا کو جگا دیا ۔
راجا گھڑی بھر جاگتا رہا ،
راجا گھڑی ساعت بیٹھا ،
پھر سیج پر غافل پڑ کے سو گیا ۔
رانی کا چنور پلنگ سے نیچے لٹک رہا تھا ،
سوتک پاتگ چنور کے ذریعے سیج کے اوپر چڑھ گئے ۔
انھوں نے راجا پارگ کے سانس پیے اور پھر محل سے نکل گئے ۔
محل سے باہر آ کر انھوں نے اپنا اصلی روپ دھار لیا
اور دھرت منڈل کی راہ پر ہو لیے ۔
راستے میں ایک کنوئیں پر بیٹھ کر
کھانا پکانے کا مشورہ کرنے لگے ۔

رانی سوتے میں چونک پڑی ،
اس نے راجا پارگ کو ہلا کر جگانے کی کوشش کی
مگر راجا کے سانس سانپ پی چکے تھے ۔
راجا کو اس حالت میں دیکھ کر وہ جلدی سے باہر نکل آئی
اور جس راستے سے سوتک پاتگ گئے تھے
اسی راستے پر وہ بھی چل نکلی
اور چلتی چلتی اسی کنوئیں پر پہنچ گئی ۔
نظر اٹھائی تو دونوں بھائیوں کو سامنے بیٹھے پایا ۔

''خدایا ! یہ دونوں تو کھانا کھانے میں مشغول ہیں !
اچھا ، جب یہ دونوں کھانا کھا لیں گے ،
پھر انھیں پکڑوں گی''۔
جب دونوں کھانا کھا چکے
تو اس نے دونوں کو چوٹیوں سے پکڑ لیا
اور اپنے محلوں کی طرف لے چلی
اور محل میں پہنچ کر انھیں چوٹیوں سے باندھ کر لٹکا دیا ۔
بولی : ''مجھے رانڈ کر کے جا رہے تھے ؟
راجا پارگ کے سانس واپس کرو ورنہ تمھیں جان سے مار دوں گی''۔

پھر رانی کو جی میں خیال آیا :
''کہیں راجا پارگ زندہ ہو کر میرے بھائیوں کو مار نہ دے ؛
اس کے زندہ ہونے سے پہلے مجھے ان کو چھوڑ دینا چاہیے''۔
یہ سوچ کر وہ بھائیوں کے پاس آئی
اور انھیں سمجھانے لگی :
''تمھیں ماں باپ کی قسم ہے
جو تم دوبارہ یہاں آؤ''۔

اس نے سوتک پاتگ کو شہر پناہ سے دوسری طرف پہنچا دیا
اور وہ دونوں دھرت منڈل کو واپس آ گئے ۔
رانی نول دیئی راجا کے پاس آئی
اور وہی منتر پڑھنے لگی :
''دونوں رانیاں بھولی بھالی ہیں ،
تیرے سر پر کیوں خاک اڑ رہی ہے؟
میں زہر کو پانی میں تبدیل کر دوں گی
اور پانی کو کسی نہ کسی طرح ابال لاؤں گی ۔

میں تیرے لبوں ، دانتوں اور کھوپڑی کو کسی نہ کسی طرح بے حرکت کر دوں گی ؛
ہاتھ میں سنکھچور کا ڈنڈا ہے ، گلے میں موتیوں کا ہار ،
پانی کی ناگن پدما دیئی جوبن پر ہے ۔

اس نے لنکا میں جواہر سے شادی کی ہے ۔
میں زہر کو کاٹ دوں گی ، میں زہر کو بے اثر بنا دوں گی ؛
میں زہر کی کھیر پکاؤں گی
اور اس سے جوگیوں کی جھولیاں بھر دوں گی ،
میں باسک کے خاندان کی پوجا کروں گی ۔
اے زہر کی دیوی ! جاگ ،
رام چندر کی دھائی ہے ،
رام چندر تجھے جگانے کے لیے آئے ہیں''۔
رانی نے جادو ٹونا کر کے راجا کو اٹھا کر بٹھا دیا ۔

سوتک پاتگ نے دھرت منڈل پہنچ کر واویلا شروع کر دیا ۔
راجا باسک نے پھر جادو سفیر کو بلایا ۔
راجا بولا : ''میری بات سنو ، جی !
شہر سفیدوں پر فوجوں سے حملہ کر دو
اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دو''۔
جادو سفیر نے چٹکی بجانے میں
سارے ناگاؤں کو اکٹھا کر لیا ۔
لا تعداد ناگ گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل آئے
اور راجا پارگ کے شہر سفیدوں پر حملہ آور ہوئے ۔
وہ رات کے وقت شہر کے اندر گھس گئے
اور گلی گلی میں پھرنے لگے ۔
ہر گلی کوچے میں ناگ ہی ناگ تھے ،
وہ مڑ مڑ کے جادو سفیر کے پاس آتے ۔
شہر کے سب لوگ سو رہے تھے ۔
ناگے جادو سفیر کے پاس آ کر کہتے : ''جے ہو مہاراج !''
جادو سفیر کہتا : ''رعیت کو دکھ دینے میں کوئی سکھ نہیں ،
صرف راجا پارگ کو مارو''۔
انھوں نے وہیں ڈیرے ڈال دیے ،
یہاں تک کہ صبح نمودار ہوئی ۔

لوگ بیدار ہوئے تو انھیں ہر طرف ناگاؤں کی فوجیں نظر آئیں ۔
لوگوں نے جا کر راجا سے کہا :
''ناگاؤں کی فوج شہر میں داخل ہو چکی ہے ،
اس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر سوچو ۔
شہر کو ان سے کیسے بچایا جائے ؟''
راجا پارگ نے دل میں کچھ سوچا،
پھر لوگوں سے کہا : ''جیسے میں کہوں ویسے کرو''۔
اس نے اپنے بھائیوں سے عرض کی ،
مالی مہتا کو بلایا ،
خان سبحان وزیر کو بلایا ،
چوب داروں اور ایلچیوں کو بلایا ،
رانی نول دیئی کو بھی بلا کر پردے کے پیچھے بٹھا لیا ۔
راجا پارگ اس طرح دربار لگا کر بیٹھ گیا ،
راجا کچہری میں بیٹھ گیا
اور سب سے یوں عرض کی :
''ناگاؤں کی فوج ہم پر چڑھ آئی ہے ،
تیر ، تلوار ان پر کوئی اثر نہیں کرتے''۔
ساری کچہری نے جواب دیا : ''راجا ہمیں کچھ نہیں سوجھتا ،
تم اپنی عقل سے کام لے لو ، ہم تمھارے ساتھ ہیں''۔
رانی نول دیئی پردے میں سے بولی :
''میری عرض سنو، جو میں کہتی ہوں ۔
میرا مغرور باپ تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا ؛
میں تمھیں سمجھا چکی ہوں
مگر تم میری بات نہیں مانتے ۔
اگر اب بھی تم میری بات مانو تو میں تمھیں جینے کا راز بتا دوں ۔
تم اپنے لیے شیشے کا ایک محل بنوا لو
اور اس کے ارد گرد گہری خندق کھدوا لو ،
خندق کے باہر کیلوں والی دیوار بنا دو ،
ان پر پہلے پانی ، پھر نمک چھڑکاؤ''۔
راجا پارگ نے نول دئی کی بات مان لی ،

ایسا محل بنانے کا حکم دے دیا
اور اس کے ارد گرد گہری خندق کھدوانی شروع کرا دی ۔
کیلوں والی دیوار بھی بننی شروع ہو گئی
اور راجا رانی اس محل میں رہنے لگے ۔
جادو سفیر نے فوجوں کو حکم دیا :
''راجا پارگ نے اپنی سلامتی کے لیے زبردست انتظام کیا ہے ،
تم اس کو مارنے کی کوئی تدبیر کرو''۔
جادو سفیر کی فوجیں چڑھ آئیں
اور محل میں جانے کا راستہ تلاش کرنے لگیں
مگر کوئی تدبیر نہ چلی ۔
سب ناگ جادو سفیر کے پاس آئے :
''راجا پارگ بڑا ہوشیار ہے ،
اس نے اپنے لیے شیشے کا ایک محل بنوایا ہے
اور اس کے ارد گرد گہری خندق کھدوائی ہے
اور کیلوں کی دیوار تیار کرائی ہے ،
وہاں ناگاؤں کی تدبیر کار گر نہ ہوگی''۔
یہ سن کر جادو سفیر گھبرا گیا
اور اپنے دل میں سوچنے لگا ۔
آخر اس نے جیون ناگ کو بلایا اور اس سے کہا :
بھائی میری عزت تیرے ہاتھ میں ہے''۔
''جیون ناگ غصہ کھا کر نولکھا باغ میں آیا
اور اپنی صورت تبدیل کی ،
وہ بیری کے درخت کے ساتھ بیر بن کے لٹک گیا ۔
مالی باغ میں پھر رہا تھا ،
وہ لیموں ، انار اور دوسرے پھل توڑ کر راجا کے لیے ڈالی
تیار کر رہا تھا ،
اس نے وہ بیر اتار کر ان کے ساتھ رکھ دیا
مالی نے ڈالی راجا کے سامنے پیش کی ،
راجا بیر کو اٹھا کر دیکھنے لگا
اور اسے ناک کے پاس لے جا کر اس کی خوشبو سونگھنے لگا ۔

اس طرح زھریلے سانپ نے اسے ڈس لیا !
راجا وھیں بے ھوش ھو گیا
اور ناگ صورت تبدیل کرکے وھاں سے چل دیا
اور جادو سفیر کو یہ خبر پہنچائی :
''میں نے راجا پارگ کو مار ڈالا ھے''۔
وہ کہنے لگا : ''جادو سفیر !
میں نے راجا پارگ کو پھونک ڈالا ھے ، چلو اب یہاں سے
واپس چلیں''۔

جب راجا پارگ بے ھوش ھو کر گرا ،
محلوں میں سب رونے پیٹنے لگے ۔
اس کی ماں زار زار رونے لگی
''اے سری بھگوان ! تو نے یہ کیا کر دیا؟''
رعیت رعایا سب رونے لگے ،
نول دیئی نے بھی یہ ساری خبر سنی ۔
بولی : میرے لیے ابھی پالکی لاؤ''۔
خادم اس کا حکم بجا لانے کے لیے دوڑے ،
پالکی اٹھا کر رانی کو پاس لے آئے ،
رانی نیم کے پتے منگا کر ان سے اس پر منتر پڑھنے لگی ؛
جتنے منتر اسے یاد تھے ، وہ سب پڑھ دیے
مگر کوئی منتر جیون ناگ کے کاٹے کا علاج نہ کر سکا ۔
تین دن کے بعد راجا کی لاش زھر سے سوج گئی ۔
رانی جب مجبور ھوگئی
تو اس نے چٹھی لکھ کر سانڈنی سوار کے حوالے کی اور
اسے کہا :
''میرے بھائی ! یہ چٹھی دھنتر وید کے پاس لے جا ،
اسے بتانا کہ یہاں راجا کی لاش سے پیپ بہنے لگی ھے''۔

گیت

نول دیئی نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو
راجا کی لاش سے پیپ بہ رھی تھی ۔

اس نے اپنے دونوں ھاتھوں کی چوڑیاں توڑ دیں
اور بین کرنے لگی : ''میرے راجا کو ایک ناگ نے ماڑ ڈالا ھے''۔
اس نے اپنی زلفیں کھول کر گلے میں ڈال لیں ،
اس نے ناک کی نتھ توڑ ڈالی اور غم زدہ بیواؤں کی سی صورت بنا لی ۔

''خادمو! میری بات سنو ،
راجا کے لیے چتا تیار کرو اور اس کے بدن کو آگ کے سپرد کر دو''۔
خادموں نے چتا تیار کر دی
تاکہ چتا پر راجا کی لاش رکھ دیں ۔
وہ راجا پارگ کو محل سے باھر لے آئے
اور اس کے بدن کو چتا کے اوپر رکھ دیا
اور لکڑیوں کو آگ لگا دی ۔
راجا پارگ کی لاش جلنے لگی
اور سب ناگے خوشیاں منانے لگے ۔
راجا پارگ کی لاش جلا دینے کے بعد لوگ محل میں واپس آ گئے ؛
اتنے میں دھنتر وید بھی پہنچ گیا۔
دھنتر وید کو معلوم ھوا کہ راجا کی لاش جلائی جا چکی ھے ،
دھنتر وید راجا کی چتا پر آیا ،
وھاں زندگانی کی بوٹی چھڑکی
اور راجا پارگ کو زندہ کر دیا ۔
راجا پارگ نے زندہ ھونے کے بعد گورو کے سامنے سر جھکا دیا ۔
دھنتر وید نے راجا کو تھپکی دی اور کہا :
''جاؤ بچہ اپنے محل کو''۔
نول دیئی اسے دیکھ کر بہت خوش ھوئی
اور راجا رانی محل میں ھنسی خوشی رھنے لگے ۔

جادو سفیر تک بھی یہ خبر پہنچی ،

وہ بولا : ''یہاں ہماری کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ،
اب یہاں سے کوچ کرو
اور دھرت منڈل کو واپس چلو''۔
دھنتر وید بھی وہاں سے چل دیا ،
ناگوں کی فوجیں بھی دھرت منڈل کو روانہ ہوئیں
اور راجا باسک کے پاس پہنچیں ۔
جادو ناگ نے کہا : ''راجا باسک ہماری عرض سنو، جی !
جب ہم شہر سفیدوں میں پہنچے ،
رانی خوف زدہ ہوگئی ،
اس نے شیشے کا ایک محل تیار کرایا ،
اس کے گرد کیلوں والی دیوار بنوائی ،
اس کے باہر گہری خندق کھدوائی ۔
ہم نے ناگوں کو حکم دیا :
'ادھر آدھر پھر کے راستہ تلاش کرو ،
ہمیں کوئی راستہ نہ ملا ،
جیون ناگ نولکھا باغ میں پہنچا ،
وہاں جا کر اس نے اپنی کایا پلٹی
اور بیر بن کر بیری پر لٹک گیا ''۔
آگے جیون ناگ اپنی کہانی خود سنانے لگا :
''مالی نے پھل توڑے ،
اس نے ان پھلوں میں وہ بیر بھی رکھ دیا اور انہیں راجا کے پاس لے گیا ۔
جب راجا نے وہ بیر ہاتھ میں آٹھایا
اور اسے ناک کے پاس لے جا کر سونگھنے لگا ،
میں نے اسے ناک پر کاٹ کھایا ،
راجا پارگ وہیں مر گیا ۔
نیم کے سب پتوں پر میں نے منتر پھونک کے انہیں بے کار بنا دیا ،
میں نے سب منتروں کو بھی بے اثر کر دیا
اس لیے پارگ پر کسی منتر کا کچھ اثر نہ ہوا ۔

جب راجا پارگ کا بدن جلا دیا گیا ،
اس وقت راجا کا گرو دھنتر وید وھاں پہنچ گیا ،
اس نے اس کی راکھ اکٹھی کر کے اسے دوبارہ زندہ کر دیا
اور وہ چل کر اپنے محل میں پہنچ گیا ۔
راجا باسک! اب ھم تیرے پاس آئے ھیں ،
دھرت منڈل کی عزت جاتی رھی''۔
راجا باسک یہ سن کر رو پڑا اور کہنے لگا :
میری آٹھ پشتوں کو داغ لگ گیا ھے''۔
اس کے بھائی بندوں نے اسے مشورہ دیا :
''اپنے بھانجے تاتیک ناگ کو بلاؤ''۔
باسک راجا کہنے لگا :
''یہ مہم بڑے بڑے بہادر ناگاؤں سے سر نہ ھوئی ، تاتیک کیا
کرے گا ؟''
''وہ ناگ غیر معمولی شخصیت کا مالک ھے ، وھی اس کام کو
سر انجام دے گا''۔
باسک نے پوچھا : ''وہ کہاں مل سکتا ھے ؟''
برادری نے جواب دیا : ''وہ گوکل نگری میں دھرم کی ودیا حاصل
کر رھا ھے''۔
یہ سن کر راجا نے جادو سفیر کو حکم دیا
کہ وہ اس طرح زور سے تالی بجائے
کہ وہ زھریلا ناگ تاتیک اسے سن لے ۔
تالی کی آواز آٹھی
اور تاتیک ناگ اسے سنتے ھی وھاں سے روانہ ھوگیا ؛
وہ وھاں دھرم کی ودیا حاصل کر رھا تھا ۔
لڑکوں میں بیٹھے بیٹھے ایک دم کھڑا ھو گیا ،
اپنی کایا پلٹی اور چل پڑا ۔
وہ چھوٹا سا ناگ بن گیا
اور پر لگا کر اڑنے لگا ۔
اس نے دھرت منڈل کا رخ کیا ،
وہ دھرت منڈل کے قریب پہنچ کر رکا ۔

وهاں اپنی کایا پلٹی
اور بچے کی صورت اختیار کر لی ؛
اس کے ننھے منے هاتھ پاؤں نمودار هو گئے ۔
اس نے سر پر ٹوپی ٹکائی ،
هاتھ میں سنہری چھتری لی ، پاؤں میں جوتا پہنا
اور راجا کی کچہری میں پہنچ گیا
اور وهاں ادهر آدهر دوڑنے لگا ۔
پھر اپنے ماموں باسک کی گود میں بیٹھ گیا اور بولا :
''ایک سلام میرا ماموں ! دو سلام ،
بندے کے سات سلام''۔
''تیرے سلام تجھ پر ارزاں هوں ، تیری عمر دراز هو !''
اس نے ماموں سے پوچھا :
''یه ننگی تلواریں کیوں رکھی هیں ؟
یه پان کے بیڑے کیوں پڑے هیں ؟
کس راجا پر چڑهائی کا اراده هے ؟
مجھے اس کا نام بتائیے ۔
میں ننگی تلوار کو میان میں ڈالوں گا ،
میں پان کا بیڑا آٹھاؤں گا''۔
''شہر سفیدوں میں راجا پارگ کو مارنا هے ؛
جب کوئی ناگ آسے مارتا هے ،
دهنتر گرو اسے زنده کر دیتا هے ؛
اس نے شیشے کا محل بنوایا هے ،
گہری خندق اور کیلوں والی دیوار تیار کرائی هے ،
اس نے ناگاؤں سے بچنے کا پورا انتظام کر رکھا هے ،
اس پر ناگاؤں کا داؤ نہیں چلتا''۔
یه سن کر اس نے ننگی تلوار کو میان میں کیا ،
پان کا بیڑا منه میں ڈالا اور ساری کچہری کو سلام کیا ۔
پھر اس نے اپنی کایا پلٹی اور ایک چھوٹا سا ناگ بن گیا ۔
پہلے اس نے همیشه رهنے والے شو جی کی عبادت کی ،

پھر مچھندر[1] ناتھ کو یاد کیا ،
پھر گورو گورکھ کی طرف دھیان کیا ۔
اس کے بعد اس نے اڑان بھری
اور راجا پارگ کے شہر سفیدوں میں جا پہنچا ۔
پہلے نولکھے باغ میں گیا
اور وہاں کی سیر کی ،
پھر شہر میں آیا ،
وہاں سے راجا کے محلوں کے پاس پہنچا ۔
اندر داخل ہونے کے لیے کوئی راستہ نہ ملا ۔
ہاتھ جوڑ کر پاک پروردگار سے عرض کی :
''پاک پروردگار ! بارش برسا اور اس طرح میری عزت رکھ لے''۔
اس نیک پاک کی دعا فوراً قبول ہوئی ،
یہ ست جگ کا اثر تھا ۔
اندر راجا کو حکم ہوا
اور مینہ برسنے لگا ۔
تاتیک نے کایا پلٹی
اور مچھلی کی صورت اختیار کر لی ۔
جہاں سے پرنالے گر رہے تھے
وہ مچھلی بن کر اوپر چڑھ گیا ؛
محل کے اوپر چڑھ کر جھروکے سے اندر داخل ہوگیا
اور محل کے اندر چھپ کر بیٹھ گیا ۔
جب آدھی رات ہوئی ،
کالا زہریلا ناگ ادھر ادھر پھر پھر کر دیکھ رہا تھا ۔
راجا پارگ سو رہا تھا ؛

---

۱ ۔ عام طور سے دھنتر وید کا گورو مشہور ہے ۔ در حقیقت یہ بھگتوں کے قدیم مخالفوں میں سے تھا ، اس کا زمانہ پندرھویں صدی عیسوی ہے ، یہ مشہور گورو گورکھ ناتھ سے پہلے ہوا ہے مگر بالعموم اسے اس کے ساتھ یک‌جا کر دیا جاتا ہے ، جیسے یہاں کیا گیا ہے ۔
مرتب

ناگ نے اچھل کر اسے پلنگ پر ڈسا
اور پھر زمین پر آ گیا
اور اسی راستے سے محل کے باہر نکل گیا ۔
باہر آ کر برھمن کا روپ دھار لیا ،
تلک لگایا اور دھوتی پہن لی ،
پاؤں میں کھڑانویں پہنیں ، ھاتھ میں ڈنڈا لیا
اور اونچی پگڑی ، نیچا کرتا پہن کے راستے میں بیٹھ گیا ۔
''محلوں کی خبر لے کر تین چار روز کے بعد یہاں سے جاؤں گا''۔
اس نے دل میں سوچا ۔
نول دیئی سو کر اٹھی
تو اپنے راجا کو جگانے لگی
مگر راجا مرا پڑا تھا ۔
نول دیئی نے پروردگار کی خدمت میں عرض کی :
''جانے کون سے ناگ نے اسے کاٹ کھایا ھے؟''
وہ زور شور سے منتر جنتر پڑھنے لگی
مگر کوئی منتر نہ چل سکا ۔
نول دیئی زار زار رونے لگی ۔
''شری بھگوان جی ! آپ نے یہ کیا کر دیا ؟''
اس نے راجا کے ستر خاندانوں کو خبر کی
مگر کسی کا علم کچھ کام نہ آیا ۔
آخر رانی نے دھنتر وید کو چٹھی لکھی ،
''دھنتر وید ! تیرے چیلے کو ناگوں نے مار دیا ھے''۔
ایلچی چٹھی لے کر روانہ ھوا ،
ناگ برھمن راستے میں بیٹھا تھا ،
اس نے ایلچی سے پوچھا :
''مسافر ! سچ سچ بتا کہاں سے آ رہا ھے ؟''
ایلچی نے جواب دیا : ''ھمارا پارگ راجا ھے نا ،
اسے ناگوں نے مار دیا ھے ؛
اس کی رانی راجا باسک کی بیٹی ھے ،
اس نے لاکھوں منتر پڑھ کر پھونکے ھیں

مگر کوئی منتر کارگر نہیں ہوا ۔
پارگ دھنتر وید کا چیلا ہے ،
رانی نے مجھے اس کے نام چٹھی دی ہے ۔
جس دن سے رانی ہمارے محلوں میں آئی ہے ، نت نیا ماتم برپا
ہو رہا ہے''۔
برھمن اس سے پوچھنے لگا :
''دھنتر وید کہاں رہتا ہے ؟''
ایلچی بولا : ''وہ آبو[1] بن میں رہتا ہے''۔
یہ کہ کر ایلچی آبو بن کو روانہ ہو گیا ۔
کالے زھریلے نے بھی کایا پلٹی
اور برھمن سے پھر ناگ بن گیا ۔
اس نے پھر آڑان بھری ،
آدھر ایلچی نے جا کر چٹھی دی
اور دھنتر وید چٹھی پڑھتے ھی روانہ ہو گیا
اور شہر سفیدوں پہنچ گیا ۔
دھنتر وید کو دیکھتے ھی
زھریلے نے پھر برھمن کا روپ دھار لیا ۔
برھمن نے پوچھا : ''مہاراج ! آپ کہاں جا رہے ھیں ؟
مجھے اپنے دل کے راز سے آگاہ کیجیے''۔
دھنتر وید نے جواب دیا : ''شہر سفیدوں کو جا رہا ھوں ؛
راجا پارگ کے پاس جاؤں گا ؛
راجا کو باسک کے ناگوں نے مار ڈالا ہے ۔
راجا باسک کی بیٹی پارگ کی رانی ہے ، اس لیے ناگ اس کے دشمن
ہو گئے ھیں ۔
میں پارگ کو زندہ کرنے کے لیے جا رہا ھوں''۔
یہ کہ کر دھنتر وید چل دیا ،
پیچھے سے دھنتر وید کا ایک چیلا بھی وھاں پہنچ گیا ۔

---

۱ ۔ کوہ آبو راجپوتانے میں ہے ، قدیم نام ابرودا ہے ۔ غالباً یہاں اسے
اسی نام کے قدیم ناگ سے خلط ملط کر دیا گیا ہے ۔ مرتب

زهریلے نے پھر صورت بدلی اور سونے کی لاٹھی بن کر
راستے میں پڑ گیا۔
چیلے نے لاٹھی دیکھی تو اسے اٹھا لیا
کہ اسے اپنے گورو کی نذر کروں گا ؛
چنانچہ اس نے یہ لاٹھی دھنتر گورو کی خدمت میں پیش کر دی۔
گورو نے اسے ھاتھ میں لے لیا
اور بڑا خوش ھوا۔
دھنتر وید سونے کی لاٹھی کو اپنے بدن پر پھیرنے لگا[1]
مگر جب اس نے اسے گردن پر لگایا
تو زھریلے نے کایا پلٹ کر اسے ڈس لیا
اور خود نیچے ریت میں گر پڑا
اور گھاس پھوس میں چھپتا ھوا وھاں سے دور نکل گیا
اور برھمن کی صورت بنا کر ایک درخت کے نیچے جا بیٹھا۔
دھنتر وید نے اپنے چیلوں سے کہا :
''تم سمیر پربت پر جاؤ ،
وھاں ایک درخت کے نیچے چراغ جل رھا ھوگا ،
اس کے نیچے سنجون بوٹی ھوگی ، وہ لے آؤ''۔
چیلے سنجون بوٹی لانے کے لیے روانہ ھوئے۔
زھریلے ناگ نے ایک اور روپ دھارا
اور ان سے پہلے سمیر پربت پر پہنچ گیا۔
وھاں جا کر اس نے پیڑ کے نیچے ھزاروں چراغ جلا دیے ،
چیلوں نے وھاں آ کر دیکھا تو ھزاروں چراغ جل رھے تھے۔
وہ واپس آ کر گورو سے کہنے لگے :
''وھاں تو ھزاروں چراغ جل رھے ھیں ،
آپ تو کہتے تھے صرف ایک چراغ ھے !
ھمیں وھاں وہ بوٹی نہیں مل سکی''۔
دھنتر وید بولا :

---

۱ - مشہور ھے کہ سونے کی چیز سے بدن کو مس کریں تو بدن صحت‌مند اور طاقت ور ھوتا ھے۔ مترجم

''چیلو ! اب میں بچنے کا نہیں ،
پہلے راجا پارگ مر گیا ،
اب میری جان جا رہی ہے ۔
جب میں مر جاؤں تو مجھے پکا کر کھا لینا ،
میرا سارا گوشت کاٹ لو ؛
تم سب دھنتر وید ہو جاؤ گے ۔
زہریلا ناگ بھی یہ سب باتیں سن رہا تھا ،
وہ گاؤں سے سب لوگوں کو بلا لایا
اور انہیں کہنے لگا : ''دیکھو ! یہ تمھارے ہاں ڈاکو آترے ہیں ؛
یہ انسانوں کا گوشت کاٹ کر کھاتے ہیں''۔
گاؤں کے زمیندار تاتیک ناگ کے ساتھ ہو لیے ؛
وہ ان سے رخصت ہو کر راجا باسک کے پاس پہنچ گیا ؛
راجا باسک بہت خوش ہوا ۔
چیلے چھری چاقو لے کر گورو کا گوشت کاٹنے لگے
اور ہر ایک نے الگ الگ اپنی ہنڈیا آگ پر رکھ دی ۔
زمینداروں نے چیلوں کو پتھر مارے ،
چیلوں میں بھاگڑ مچ گئی
اور وہ گوشت کوے چیلیں اور گدھ لے گئے ۔
ایلچی نے جا کر نول دیئی کو یہ خبر پہنچائی ۔
اس نے رانی سے یوں کہا :
''آپ نے مجھے جس وید کو لانے کے لیے بھیجا تھا
اس کو راستے میں ناگ نے کاٹ کھایا ہے ۔
اس کے چیلوں نے اس کا گوشت کاٹ کر اپنی ہنڈیوں میں چڑھایا
مگر ناگ نے ان سے دھوکا کیا ؛
وہ زمینداروں کو بلا لایا ،
زمینداروں نے پھتر مار مار کر انھیں بھگا دیا ''۔
یہ سن کر رانی زار زار رونے لگی ۔
''اے مالک ! یہ میری قسمت کا لکھا تھا ۔
اے بھگوان ! اسے کون ٹال سکتا؟

غم مجھ پر چھا گیا ہے ، غم مجھ میں بس گیا ہے''۔
رانی نے رو کر کہا :
''راجا کو چتا پر رکھ کر آگ لگا دو ۔
سب برادری نے راجا کی چتا کو آگ لگائی ۔

اس وقت رانی نول دیئی عرصہ چار ماہ سے امید سے تھی ؛
چھ ماہ بعد اس کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا ۔
گھنٹیاں اور نقارے بجائے گئے ،
گھر گھر خوشیاں منائی گئیں ،
میراسنیں بلا کر ان سے خوشیوں کے گیت سنے گئے ۔
برھمن جوتشی بلایا گیا ۔
''دادا ! تیرے پاؤں چھوتے ہیں''۔
''ججمان ! سکھی رہو''۔
''کتابیں دیکھو ، وید سناؤ ، جی !
اور لڑکے کی قسمت اور نصیب سے خبر دو ؛
کیسی ساعت میں لڑکے کی پیدائش ہوئی ہے ؟
یہ کیسی قسمت اپنے ساتھ لایا ہے ؟''
پنڈت نے کتاب دیکھی ، وید پڑھے ، کرشن کا نام لیا ،
پھر بولا : ''لڑکا نیک ساعت میں پیدا ہوا ہے اور اپنے ساتھ اچھے نصیب لایا ہے ۔
اس کا نام جنمیجی ہوگا ''۔
برھمن کو خیرات میں بہت سا سامان اور عمدہ گائیں دی گئیں ،
ڈوم بھاٹ بلائے گئے اور انھیں دان میں گھوڑے دیے گئے ؛
سب نوکروں اور خدمت گزاروں کو بلا کر چاندی سونے کا دان کیا گیا ۔
لڑکا ایک دن سے دو دن کا ہوا ،
پھر پانچ ، سات اور دس دن کا ہو گیا ،
پھر ایک مہینے کا ہوا ، پھر دو مہینے کا ہو گیا ؛
مہینوں سے برس کا ہوا ، برس سے دو کا ہو گیا ،
پھر تین برس کا ہو گیا ،

تین سے چار ، چار سے پانچ برس کا ہو گیا ۔
پھر انھوں نے اس کا سر منڈا دیا
اور وہ باہر لڑکوں میں جا کر کھیلنے لگا ۔
اب وہ باہر لڑکوں میں کھیلتا پھرتا تھا
اور شہر کے لڑکوں کو اکثر پیٹتا تھا ؛
وہ ہر روز لڑکوں کو اس طرح مار پیٹ کر
اپنے محل کو آ جاتا ۔
جب وہ بارہ برس کا ہو گیا ،
پھر جوتشی پنڈت کو بلایا گیا ۔
سب امیر وزیر مل کر بیٹھے ،
پنڈت نے آ کر اسے دعا دی ۔
''دادا ! تمھارے پاؤں چھوتا ہوں''۔
''سکھی رہو ججمان جی!''
صندل کی چوکی رکھ دی گئی ، غالیچے ڈال دیے گئے ،
قالین بچھا دیے گئے ۔
''کتاب کھولو ، وید سناؤ ، جی !
تخت کا مستقبل بتاؤ''۔
پنڈت نے کتاب کھولی ، وید سنائے ؛
پہلے کرشن مہاراج کا نام لیا ،
پھر پنڈت جی مہاراج یوں بولے :
''جنمیجی ! تیرا نصیبہ یاور ہے ،
تو تخت پر بیٹھے گا ،
تو اس ملک میں راج کرے گا ۔
چاندی سونا خیرات میں دے ،
ہاتھی گھوڑے دان کر ،
اناج کا دان کر ، اس کے بعد اپنا بستر خیرات میں دے
اور جب تخت پر بیٹھے ،
ایک سو ایک برہمنوں کو محل میں دعوت دے''۔
راجا امیروں وزیروں میں بیٹھا تھا ،
وہیں اس کی تخت نشینی ہو گئی ،

اس وقت وہ بارہ برس کا تھا ۔
جن لڑکوں کے ساتھ وہ کھیلتا تھا ،
وہ کہنے لگے :
''دیکھو ، حرامی لڑکا تخت پر بیٹھ گیا ہے''۔
راجا جنمیجی تک بھی یہ بات پہنچی ،
وہ تلوار سونت کے اپنی ماں کی طرف گیا ۔
اس کی ماں محل میں بیٹھی تھی ،
وہ تلوار لے کر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا
اور اپنی ماں سے یوں کہنے لگا :
''جن لڑکوں میں میں کھیلتا تھا ،
اب انھوں نے مجھے طعنہ دیا ہے ؛
اب جب میں تخت پر بیٹھا ہوں ،
وہ سب لڑکے مجھے طعنہ دیتے ہیں ۔
ماں ! مجھے میرے باپ کے متعلق صحیح صحیح خبر دو کہ
وہ کوئی ہے بھی یا نہیں ؟
کیوں کہ مجھے سب لڑکے حرامی کہتے ہیں''۔
رانی نول دیئی نے جواب دیا :
''بیٹا ! میری بات سن ،
جو کچھ میں کہتی ہوں اسے غور سے سن ؛
پہلے مجھے ٹھاکر کے نام پر تین بار قول دے ،
تب میں تجھے اس بات کا جواب دوں گی ''۔
راجا نے ماتا کو ٹھاکر کے نام پر تین بار قول دیا ۔
ماں نے کہا : ''اب میری چھاتی سے آتر جا ''۔
وہ ماں کی چھاتی سے آتر کر اس کے پاس بیٹھ گیا ؛
ماں نے کاغذ ، قلم اور دوات منگائی
اور اسے کہا : ''مجھے ٹھاکر کے نام پر تین بار جو قول دیا ہے ،
وہ یہاں لکھ دے''۔
راجا نے اسے ٹھاکر کے نام پر تین بار جو قول دیا تھا ، وہ
لکھ دیا ''۔
وہ بولی : ''سن ! میں راجا باسک کی بیٹی ہوں ،

تیرا باپ راجا پارگ ہے ،
تیرا باپ مر چکا تھا ،
اس کے مرنے کے چھ ماہ بعد تو پیدا ہوا ہے''۔
راجا جنمیجی نے پوچھا :
''میرے باپ نے کس مرض سے وفات پائی تھی ؟''
اس کی ماں نے بتایا :
''میرا باپ باسک تھا نا ؟
اس کا بدن کوڑھ سے خراب ہو گیا تھا ؛
میرے باپ کو اس کے بھائی بندوں اور ملازموں نے جواب دے دیا تھا
اس لیے میں اس کے لیے پانی لینے کے لیے سنہری کنویں پر آئی ۔
جب میں وہاں پانی بھرنے کے لیے آئی
تو تیرے باپ نے مجھے وہاں گھیر لیا ۔
میں نے تیرے پتا سے کہا کہ
میں زبردست ناگاؤں کی بیٹی ہوں تو مجھ سے دور رہ ۔
میں نے اسے بہت منع کیا ، مگر وہ نہ مانا ۔
اس نے مجھ سے ٹھاکر کے نام پر تین قول لے لیے ،
اس طرح مجھ سے شادی کر لی ۔
کسی نے راجا باسک تک یہ خبر پہنچا دی
کہ راجا پارگ نے بڑا ظلم کیا ہے ، تیری کنواری بیٹی گھر میں ڈال لی ہے ۔
راجا باسک فوجوں کے ساتھ حملہ آور ہوا ،
تیرے باپ کو ناگوں نے کاٹ کھایا ،
پھر اس کے گورو دھنتر وید کو بھی مار ڈالا ۔
میں نے تیرے پتا کو بہت سمجھایا ،
ناگوں سے بچنے کی خاطر گہری خندق بھی کھدائی ،
شیشے کا محل بنوا کر اس کے گرد کیلوں والی دیوار بھی چنوائی ''۔
راجا جنمیجی نے جب ماں کی یہ بات سنی
تو پنڈت نجومی کو بلایا ۔

"دادا ! پاؤں چھوتا ہوں"۔
"سکھی رہ ، میرے آقا !"
"کتاب دیکھو ، وید پڑھو ، کرشن کا نام لو ،
میرے باپ کو ناگاؤں نے مارا ہے ،
میں جنگ کر کے
ان سے انتقام لینا چاہتا ہوں"۔
پنڈت بولا : "تو جیت جائے گا -
اے راجا ! تجھ پر تیر اثر نہیں کرے گا ،
نہ تجھے برچھی نقصان پہنچا سکے گی "۔
راجا نے کاغذ منگایا ،
دھرت منڈل کو چٹھی بھیجی ،
راجا باسک کو فریب سے بلا بھیجا ؛
اس کے نانا باسک کو اس کی چٹھی ملی :
"آپ یہاں تشریف لے آئیں -
شہر سفیدوں میں جو آپ کا دشمن تھا ، وہ مر چکا ہے ،
اب آپ اپنے آٹھوں خاندانوں سمیت یہاں آ جائیں -
میں آپ کو رام چندر جی کا واسطہ دیتا ہوں ،
آپ شہر سفیدوں میں پہنچ جائیں -
میں بارہ برس کا ہو گیا ہوں
مگر آپ نے آج تک میری خبر نہیں لی"۔
یہ چٹھی دھرت منڈل پہنچی ،
باسک چٹھی پڑھ کر سوچنے لگا -
اس نے برادری کو بلایا ،
اپنے آٹھوں خاندانوں کو بلایا ،
کچہری لگائی اور اس میں سب کے سامنے وہ چٹھی پڑھی :
"میرے بھائیو ! جو میں کہتا ہوں
اسے غور سے سنو -
میرا نواسا بارہ برس کا ہو گیا ہے
اور وہ گدی پر بیٹھ گیا ہے -
وہ ملاقات کے لیے ہمارے آٹھوں خاندان

اپنے پاس بلاتا ہے''۔
برادری نے جواب دیا :
''ہماری عرض سنیے ،
جیسے آپ کہ دیں گے
ہم اس پر عمل کریں گے''۔
راجا نے حکم دیا :
''میں تو وہاں نہیں جاؤں گا
البتہ جادو سفیر فوجیں لے کر وہاں چلا جائے ،
ساتھ دان جہیز بھی لے جائے''۔
راجا کا فرمان سن کر
جادو سفیر نے دان اور جہیز لیا
اور شہر سفیدوں کی طرف روانہ ہو گیا ،
ساتھ چھتیس باجے بج رہے تھے ؛
اس طرح وہ شہر سفیدوں میں پہنچ گئے ،
دان جہیز کو برھمن محل میں لے گئے ۔
جب اسے یہ خبر ملی ،
راجا جنیمجی بہت خوش ہوا ۔
راجا نے برھمنوں سے کہا :
''میری بات سنو !
کون کون راجا یہاں آیا ہے ؟
مجھے ان کے نام بتا دو''۔
وہ بولے : ''ہم تیرے نانا کے پنڈت ہیں ،
کالی سنگھ ، بھوری سنگھ نہیں آئے ،
نہ راجا باسک اور نیو جی ناگ آئے ہیں ؛
البتہ سوتک ، پاتنگ اور جادو سفیر آئے ہیں''۔
یہ سن کر راجا نے خادموں کو حکم دیا
کہ تیل کی کڑاھی آگ پر چڑھا دیں
اور اس کے نیچے بھاری بھاری لکڑیاں جلا دیں ۔
اس کے بعد راجا نے ناگوں کی ساری فوج کو محل میں بلایا ؛
جب فوج محل میں داخل ہو گئی ،

راجا نے دروازوں کی زنجیریں لگوا کر قفل چڑھوا دیے ،
دو چار ناگاؤں کے سر کاٹ کر
تیل کی کڑاھی میں ڈال دیے ،
اس نے ناگاؤں کا زھر چوس لیا ؛
جب بہت سے ناگ تیل میں گرا دیے گئے
تو جادو سفیر باقی فوج کو لے کر وھاں سے بھاگ گیا
اور اپنے ساتھ اڑھائی خاندانوں کو وھاں سے نکال لے گیا
اور دھرت منڈل پہنچ کر راجا کو اس واقعے کی اطلاع دی ۔
''راجا ! تو نے ساری فوج مروا دی ،
صرف اڑھائی خاندان باقی بچے ھیں''۔
راجا جنیمجی اپنی ماں سے کہنے لگا :
''اے ماتا !
میں نے نانا سے اپنے پتا کا بدلہ لے لیا ھے ،
اب میں دھرت منڈل پر چڑھائی کروں گا
اور نانا باسک کو مار کے آؤں گا''۔
ماتا نول دیئی نے کہا :
''اپنے قول و قرار کا پاس کر ،
جو تین قول تو لکھ کے دے چکا ھے ؛
میری بات مان لے ،
اپنے نانا کو قتل نہ کر ،
پہلے ھی ان کے صرف اڑھائی خاندان بچے ھیں ،
اب ان کا نام نہ مٹا''۔
جنیمجی غصے میں آ کر دھرت منڈل پہنچا ،
دیکھا تو اس کا نانا باسک سو رھا تھا
اور نانی پدما دیئی اسے پنکھا کر رھی تھی ۔
جنیمجی نے نانا کو آھستہ سے تھپڑ مارا ،
راجا باسک اٹھ کر بیٹھ گیا ،
دیکھا تو سامنے وھی جنیمجی تھا
جس نے سارے ناگاؤں کو مار ڈالا تھا ۔
''یہ تو وھی دشمن ھے !''

جنیمجی نے راجا سے کہا :
''ناناتجھے جان سے نہ ماروں گا ،
تو مجھے صرف اس ناگ کا پتا دے دے
جس نے میرے پتا کو مارا تھا''۔
باسک نے ڈر کے مارے اسے سب کچھ بتا دیا :
''وہ گوکل نگری میں دھرم ودیا اور کتابوں کی تعلیم حاصل کرتا ہے ،
اور اس کا نام تاتیگ ہے''۔
یہ سن کر جنیمجی وہاں سے
گوکل نگری کی طرف چل دیا ۔
راجا گوکل نگری کے راستے پر ہو لیا
اور برھمن کے مدرسے میں پہنچ گیا ۔
وہاں اس نے لڑکوں سے پوچھا :
''مجھے اس لڑکے کا پتا دو
جودھرت منڈل سے پڑھنے کے لیے آیا ہوا ہے''۔
لڑکوں نے اسے
تاتیگ ناگ کا پتا دے دیا ۔
راجا نے اسے گردن سے پکڑ لیا
اور پکڑ کر اپنے ساتھ لے چلا ۔
جب دونوں راستے میں آئے ،
تاتیگ ناگ نے اپنی کایا پلٹ لی
اور ہمیشہ رہنے والے شو جی کا نام لیا ۔
اس کے بعد مچھندر ناتھ کو خوش کیا ،
پھر گورو گورکھ ناتھ کی طرف دھیان کیا ۔
اس نے اپنی صورت بالکل تبدیل کر لی
اور ناگ بن گیا ۔
ناگ بنتے ہی اس نے اڑان بھری
اور کجلی[1] بن میں گورو گورکھ ناتھ کے پاس پہنچ گیا ۔

---

۱ ۔ گڑھوال میں گنگا کے کنارے پر بتایا جاتا ہے ۔ مرتب

راجا نے بھی اس کا پیچھا کیا
اور گورو کے پاس پہنچ کر اسے سلام کیا۔
''سلام بھائی ! تم کجلی بن میں کیسے آئے ہو ؟''
''گورو جی ! میرا چور آپ کے پاس آ چھپا ہے ،
میرا چور مجھے واپس کر دیجیے''۔

گورکھ مہاراج نے کہا :
''میرے پاس چور نہیں آتے ،
یہاں تو صرف راجاؤں کے بیٹے پوتے آتے ہیں''۔
راجا جنیمجی بولا :
''گورو گورکھ جی !
مجھے ٹھاکر کی قسم کھا کر تین بار قول دے دیجیے ،
یا مجھے گورو کی قسم کھا کر تین بار قول دے دیجیے
کہ میرا چور آپ کے پاس نہیں ،
میں اپنے گھر چلا جاؤں گا ''۔
جب گورو نے اس کی یہ بات سنی
تو تاتیگ ناگ کو اس کے حوالے کر دیا ۔

راجا نے پھر لڑکے کو پکڑ لیا
اور شہر سفیدوں کو چل دیا
مگر وہ راستے میں پھر کایا پلٹ کر
غائب ہو گیا ۔
ناگ بگولا بن گیا
اور شو جی کے پاس ،
سمیر پربت پر پہنچ گیا ۔
وہاں پہنچ کر اس نے پہلے پاربتی کو سلام کیا ،
پھر شو جی کی خدمت میں سر جھکایا
اور زار زار رونے لگا :
''مجھ پر مصیبت آ پڑی ہے ،
اے گورو ! مجھے اس سے نجات دلاؤ ۔
راجا جنیمجی میرا پیچھا کر رہا ہے ،

اپنے ھاں پناہ لینے والے کی شرم رکھو''۔
شو مہاراج بولے :
''راجا تو مجھ سے تین بار قول لے لے (کہ میں تیری حفاظت
کروں گا)''۔
شو جی ابھی تاتیگ سے باتیں کر رھے تھے
کہ راجا جنیمجی وھاں پہنچ گیا۔
اس نے انھیں باتیں کرتے دیکھ لیا
اور چپکے سے کٹیا سے باھر آ گیا۔
کٹیا کے پاس آ کر اس نے زور سے ''آلک'' کہا۔
پھر بولا : ''سدا شو جی ! آپ کی کٹیا میں
میرا چور آ گیا ھے''۔
شو جی بولے :
''تیرا چور ھمارے پاس نہیں آیا ،
اپنا چور دنیا میں جا کے ڈھونڈ''۔
راجا بولا : ''میرا چور آپ ھی کی کٹیا میں ھے ؛
یہ جو برھمن آپ کے پاس بیٹھا ھے ،
یہی میرا چور ھے''۔
شو جی مہاراج بولے :
''یہ برھمن ھمارے گھر کا ھے ،
تیرا چور نہیں''۔
راجا بولا : ''مہاراج جی !
جو کچھ میں عرض کرتا ھوں
اسے غور سے سنیے ۔
مجھے ٹھاکر کی قسم کھا کر تین بار قول دے دیجیے''۔
شو جی بولے :
''میں ٹھاکر کی قسم کھا کر تین بار قول نہیں دوں گا''۔
جنیمجی بولا :
''میں اسے بھاگ کر نہیں جانے دوں گا ،
میں اس سے ضرور اپنے باپ کا بدلہ لوں گا''۔
سدا شو جی بولے :

''یہ بہت بہادر ہے ،
اسے جان سے نہ مارنا ،
کسی وقت تیرے کام آئے گا ''۔
وہ بولا : ''میں اسے ضرور جان سے مار دوں گا ''۔
شو جی مہاراج بولے :
''اس ناگ کو مارنے کا وبال تجھ پر پڑے گا ''۔
راجا بولا :
''اس نے میرے باپ کو مارا تھا ،
میں اس سے ضرور اپنے باپ کا بدلہ لوں گا ''۔
شو جی نے اسے سامنے کر دیا ،
راجا نے اسے بازو سے پکڑ لیا
اور شہر سفیداں کو لے آیا ؛
وہ دونوں شہر سفیداں میں آ گئے ۔
جب وہ شہر کے قریب پہنچے ،
تاتیگ نے پھر اپنی کایا پلٹ لی ۔
اس نے اپنی صورت بالکل تبدیل کر لی
اور آڑنے والا سانپ بن گیا ۔
اس نے ایک آڑان بھری
اور اندر پور[۱] میں پہنچ گیا
اور شری ٹھاکر کے سامنے فریاد کرنے لگا :
''آپ نے ناگوں کے لیے ایسا (دشمن) پیدا کر دیا ہے
جو ان کے لیے سخت مصیبت بن گیا ہے ۔
بھگوان! اب یہ مصیبت مجھ سے دور کیجیے''۔
ابھی وہ شری ٹھاکر سے باتیں کر رہا تھا
کہ راجا بھی وہاں پہنچ گیا ۔
راجا نے بھی ہاتھ جوڑ کر سلام کیا
اور شری ٹھاکر کے دربار میں جھک گیا ۔
''اے رب سچے ! آپ کی درگاہ میں
میرا چور آ چھپا ہے ،

---

۱ - امراوتی - مرتب

مجھے چور کا پتا بتا دیجیے ،
اے میرے شری ٹھاکر جی !''
شری ٹھاکر بولے : ''مہاراج جی !
میں یہ چور نہیں دوں گا ''۔
راجا جنیمجی بولا :
''میں آپ کی درگاہ میں جل کے مر جاؤں گا ''۔
ٹھاکر جی بولے : ''مہاراج جی ! میری بات سنو جو میں
کہتا ہوں ؛
مجھے تین قول دے دو ،
میں تمھارا چور تمھیں دے دوں گا ''۔
راجا نے ٹھاکر کو تین قول دے دیے کہ
میں تاتیگ کو جان سے نہیں ماروں گا ۔
ٹھاکر جی نے تاتیگ کا ھاتھ اس کے ھاتھ میں دے دیا ،
دونوں نے دھرت منڈل کی تیاری کی ۔
پہلے وہ شہر سفیداں میں پہنچے ،
راجا محل میں گیا ،
ماتا کو جھک جھک کے سلام کیا ۔
''اس خادم کے سات سلام قبول ہوں''۔
ماں بولی : ''تجھے بھی یہ سلام پہنچیں
اور تیری عمر دراز ہو''۔
شہر میں راجا کے واپس آنے کی خبر پھیل گئی ۔
''جس ناگ نے راجا کے باپ کو مارا تھا ،
راجا اسے پکڑ لایا ہے''۔
سارا شہر راجا کے پاس امڈ آیا
اور سب لوگ جھک جھک کر سلام کرنے لگے ۔
تیل کا کڑاھا چولھے پر چڑھا دیا گیا
اور نیچے بڑی بڑی لکڑیاں جلا دی گئیں ۔
کڑاھے میں تیل ابلنے لگا ،
راجا نے ناگ کو ھاتھ میں پکڑ لیا ،
سری کرشن کا نام لیا

اور اس کی دم کو تیل میں ڈبو دیا
اور اسے داغ لگا کر چھوڑ دیا ۔
ناگ نے ایک بار آڑان بھری
اور راجا باسک کے دھرت منڈل پہنچ گیا ۔
تاتیگ ناگ نے وہاں پہنچ کر اپنے ماموں کو سلام کیا
اور اس سے پوچھا :
''کون کون ناگ مرے ؟ کون کون بچے ؟''
مہاراجا باسک بولا :
''صرف اڑھائی خاندان بھاگ کر جان بچا سکے ہیں''۔
وہ بولا :
''میں تو شری کرشن کے بچانے سے بچا ہوں''۔

حکایت ۱۷

لال بیگ کے شجرہ ھائے نسب

جیسے یہ اضلاع انبالا و کرنال کے مختلف خاک روبوں کے پاس ان کے اپنے گورمکھی قلمی مسودوں میں موجود ھیں۔ یہ ان کے پاس صرف ان کی ذاتی معلومات کے لیے محفوظ ھیں۔

مشرقی پنجاب کی تمام خاک روب قومیں لال بیگ کو اپنا مربرست ولی سمجھتی ھیں اور ان کے تمام مذھبی تصورات اسی شخصیت کے گرد گھومتے ھیں۔ اسی کو لال گرو، لال خاں، سامل بیگ، لال شاہ، میراں شاہ، لال و لال اور کئی آور اعزازی ناموں سے یاد کیا جاتا ھے۔ چونکہ یہ قومیں بالکل جاھل ھیں اس لیے اس کے متعلق ان سے تیقن کے ساتھ کچھ معلوم کرنا بہت مشکل ھے۔ اس کی پیدائش کے متعلق نا قابل تسلیم اور متضاد کہانیاں بیان کی جاتی ھیں۔ میری رائے میں یہ نام لال بھیکھ (بھکشو)، یعنی سرخ کپڑے پہننے والا جوگی ھونا چاھیے اور جو حکایات مجھے اب ملی ھیں، ان سے میری اس رائے کی تائید ھوتی ھے۔ (دیکھو ''پنجاب کے متعلق اقتباسات اور سوالات'' جلد اول مطبوعہ ۸۴-۱۸۸۳ء)۔ غالباً وہ خاک روبوں کے پروھت کی ایک خیالی شخصیت ھے جو 'زعفرانی رنگ کے کپڑے پہنتا ھے؛ اس کے متعلق تمام حکایات اسی نتیجے کی طرف رھنمائی کرتی ھیں۔

بالمیک، والمیک، بالنیک، بالمیگ، بالا شاہ اور نوری شاہ بالا وغیرہ خاک روبوں کے مذھبی عقائد کی ایک آور شخصیت

کے مختلف نام ھیں جس کا رتبہ لال بیگ سے دوسرے درجے پر ھے ، مگر بالعموم ان دونوں کو خلط ملط کر دیا جاتا ھے ؛ یہ شخصیت یقیناً وھی والمیک ھے جو سنسکرت رامائن کا مصنف ھے اور جو شودر تھا ۔

سب لوگ جانتے ھیں کہ کم از کم شمالی پنجاب کے خاک روبوں کی اکثریت لال بیگی یا لال بیگ کے ماننے والوں کی ھے اور ان کا ایک اپنا مذھب ھے جو ھندو مت اور اسلام دونوں سے مختلف ھے ؛ ان کے اپنے پروھت بھی ھوتے ھیں اور مقررہ مذھبی رسوم بھی ۔ اس مذھب میں تمام چیزوں کے لیے جو اس کے ماننے والوں یا انھیں بتانے والوں نے ادھر آدھر سے سن کر مقدس سمجھ لی ھیں ، ایک مہمل سا جذبۂ عقیدت پایا جاتا ھے ۔ یہی وجہ ھے کہ ان کے ھاں ھندوؤں ، مسلمانوں اور سکھوں کے عقائد پریشان صورت میں خلط ملط ملتے ھیں ، البتہ وسطی عہد کے مصلحین کی بتائی ھوئی وحدانیت ان کے تمام اوھام کی تہ میں موجود نظر آتی ھے ۔

میں سالہا سال کی مسلسل جد و جہد کے بعد ان سے ان کے مذھب کے بارے میں کہانیوں کے یہی چند حصے حاصل کر چکا ھوں جو انھیں زبانی یاد تھے ۔ انھیں وہ 'کرسی نامے' یا 'کرسیاں' کہتے ھیں اور ان سے ان کا مطلب عام طور سے اپنی مذھبی شخصیتوں کے شجرہ ھائے نسب ھیں ؛ مگر ان کرسی ناموں میں ان شخصیتوں کے متعلق کہانیاں بھی پائی جاتی ھیں اور کہیں کہیں ان قوموں کے مذھبی عقائد بھی ملتے ھیں یا کم از کم وہ جو لکھنے میں آ سکتے ھیں ۔ ان کی باتوں سے یہ معلوم ھوتا ھے کہ ان کا کوئی ایسا گورو ضرور موجود ھے جو کہیں دور رھتا ھے ، جس کے پاس یہ ''ساری کتاب'' موجود ھے مگر مجھے آج تک کوئی ایسا گورو نہیں مل سکا ۔

(۱)

لال بیگ کے گورو بالنیک کے دس اوتاروں[1] کا کرسی نامہ

بالنیک بیٹا سندو کھ رکھ کا
(بیٹا) سبد رکھ کا
(بیٹا) انسادا کا
(بیٹا) رکھی دیو کا
(بیٹا) بکھی دیو کا
(بیٹا) مہا دیو شری مہاراج کا
(بیٹا) اکال پرکھ کا
(بیٹا) انڈکانڈے کا (بیٹا) مارکانڈے[2] کا۔

---

۱ - یہ صاف وشنو کے دس اوتاروں کی نقل معلوم ہوتی ہے۔

۲ - اس کرسی نامے میں بہت سی چیزیں خلط ملط کر دی گئی ہیں۔ قدیم روایات کے مطابق سنتوش (یعنی مشخص قناعت) دھرم (مذہبی قوانین) اور تشٹی (مؤنث قناعت) کا بیٹا ہے۔ شبد کسی روحانی آدمی کے ارشادات کو کہتے ہیں، یہ لفظ زیادہ تر سکھ مذہب کے گوروؤں کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اسے وہاں سے لے کر ایک شخصیت کی صورت دے دی گئی ہے۔ انسادا غالباً سنسکرت لفظ انو سارا بمعنی شیطان کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ رکھی دیو اصل میں رشا بھا ہے جو بھارت کا باپ تھا، موجودہ زمانے میں ہندی بھگوت پران کے مطابق اس کا نام رکھب دیو ہے۔ بکھی دیو جیسے رکھی دیو کے ساتھ یوں ہی ہم قافیہ ہونے کے سبب رکھ دیا گیا ہے، غالباً قدیم لفظ بھکشو کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ برھمن اپنے چوتھے درجے میں جب وہ بھیک مانگتا پھرتا ہے، بھکشو کہلاتا ہے۔ مہا دیو، شو ہے اور شری مہاراج اس کا تعظیمی لقب ہے۔ اکال پرکھ یا غیر فانی انسان، خدا کے معنوں میں، سکھ مذہب میں مرکزی شخصیت ہے اور گورو گوبند سنگھ کے گرنتھ میں جپ جی یا 'اصل دعا' کے فوراً بعد اسی کی تعریف میں گیت یا اکال آستوت دیا گیا ہے۔ اکالی گورو گوبند سنگھ

باقی صفحہ ۳۸۰ پر :

(۲)

پیروں کا کرسی نامہ[1]

اول پیر آسا ،
دوم پیر خاصا ،
سوم پیر صافا ،
چہارم پیر گل جھپڑا ،
نجات دھندے نے جو ہارے ہوؤں کا ملجا اور جیتنے والوں کا سردار
ہے ، امت پائی ہے ۔
سچے پادشاہ نے اس سارے کارخانے کی بنیاد رکھی ہے ۔
جس دن میراں شاہ[2] پیدا ہوئے ، چودہ طبق روشن ہو گئے ،
انھیں حضرت محمدؐ کی طرف سے برکت بخشی گئی
اور جناب پیغمبرؐ کی طرف سے عظمت عطا ہوئی ۔
یہ طاقت ور انسان جنگل بیابان میں پیدا ہوا ، پھر وہ درگاہ میں
بھاگتا پھرا ،
یہاں تک کہ مقتولوں نے اسے اپنی آواز سنائی ؛

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۹ :

کے خاص پیرو ہیں ؛ یہاں یہ نام سکھوں سے لیا گیا معلوم ہوتا ہے ۔ میرے خیال میں انڈ کانڈے کو اس کے ہم وزن مارکانڈے کے ساتھ رکھ دیا گیا ہے ، ہو سکتا ہے انڈکانڈے سے مراد شو ہو جسے زندگی کا بیضہ یا 'برھم انڈا' کہا جاتا ہے ۔ مارکانڈیا مشہور پران مار کانڈیا کا مصنف ہے کیوں کہ اس پران میں خالص لوک کہانیاں سب سے زیادہ تعداد میں ہیں ۔ ظاہر ہے کہ یہ شجرۂ نسب بالکل ہندوانہ طرز کا ہے ۔ مرتب

۱ ۔ اس کرسی نامے میں صاف اسلامی رنگ نظر آتا ہے ، اگرچہ شخصیتیں حسب معمول بری طرح خلط ملط کر دی گئی ہیں ۔ آسا غالباً عیسیٰؑ ہیں ، خاصا خواجہ خضرؑ ، صافا صفی اللہ کی بگڑی ہوئی صورت ہے جو حضرت آدمؑ کا لقب ہے ، گل جھپڑا سے لال بیگ مراد ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مٹی کے برتن سے نکلا تھا ۔ مرتب

۲ ۔ میراں محی الدین سید عبدالقادر جیلانیؒ ۔ مترجم

باون[1] رنگ کی ٹوپیاں اور پگڑیاں آتار دو ، حوروں نے یہ خوشی
کے گیت گائے ،
اس کے قدموں میں دریائے حیات بہتا ہے ، جس میں سب پیروں
نے غسل کیا ۔
بلندیوں پر، جہاں پیروں نے محل بنائے ہیں، قالین اور غالیچے بچھے
ہوئے ہیں ،
سونے کی ٹوکری ہے ، چاندی کی جھاڑو ۔
یہ ٹوکری کیا کہتی ہے ؟ یہ جھاڑو کیا کہتی ہے ؟
ٹوکری کہتی ہے : ''پاک در پاک''
جھاڑو کہتی ہے : ''خاک در خاک''۔
جھاڑو دینے والے ! پہلے اپنا دل صاف کر ،
پھر کھانڈ گھی کا تحفہ لے کر اس کے دروازے پر جا ۔
کنجی کاہے کی ہے ؟ تالا کاہے کا ہے ؟
اور اسے کھولنے والا کون ؟
عشق کی کنجی ہے ، پریم کا تالا ہے
اور جبریل[۲] اسے کھولنے والا ہے ،
وھی[۲] ایک ہے ۔

---

(۳)

کرسی نامہ[۳]

اے ماتا مینا ونتی ! خواب سے بیدار ہو ، بابا بالا نے جنم لیا ہے؛
پاتال میں شور ہوا ، گرد و غبار صاف ہو گئے ،

---

۱ ۔ مشہور ہے کہ فقیروں کی باون قسمیں ہیں ۔ مرتب
۲ ۔ آخری مصرع میں خدائے تعالیٰ کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے ۔
مترجم
۳ ۔ یہ کرسی نامہ یا تو کسی ایک گیت کا ٹکڑا ہے یا بہت سے ٹکڑوں
کا مجموعہ ہے ۔ بہر کیف موجودہ صورت میں یہ قطعاً ناقابل فہم
ہے ۔ مرتب

کعبے سے جھنڈے آئے ، خواجه کا نعره بلند هوا ،
باز ، چیلیں اور گدھ مویشیوں کا گوشت طلب کرتے ہیں ۔
گنیش کا لشکر ڈیره غازی خاں کی طرف روانه هوا ،
آسمانوں میں چراغاں هوا اور جانور اڑ اڑ کر مرگھٹوں میں
بیٹھنے لگے ۔
سیاه آنکھوں اور خاکی رنگ کی گھوڑی کے سوار
گوردھن کے دربار میں آ کھڑے هوئے ؟
گھوڑی کے منه میں لگام ہے اور کانوں میں زیورات ۔
جب وه آئے تو عبادت گزار گوردھن ان کے سامنے هاتھ باندھ کر
کھڑا هو گیا ۔
فوجوں کے سردار طاقت مانگتے هیں ، وه بھینسے کی قوت کے
خواهاں ہیں ۔
لڑکیاں چورما اور بھنے هوئے بکرے لے کر آئی کھڑی ہیں ۔
وهی ایک ہے ۔

---

(۳)

کرسی نامه

بسم الله الرحمٰن الرحیم

سر پر پیر و مرشد کا هاتھ رہے تو ایمان قائم رهتا ہے ۔
اے کریم ! هم پر کرم کر !،
اے رحیم ! هم پر رحم کر !،
نیکی میکائیل سے ہے ،
شان اسرافیل کی ہے ،
پیغام لانا جبرائیل کا ہے ،
زمین آپ کا فرش ہے ، آسمان سائبان ہے ، هر سمت تو هی تو
ہے ۔
بادشاهت محمد ﷺ کی ہے ، همیں عظمت و برکت عطا هو !
آپ هی اعتقاد کے اصل مالک هیں ، آپ کو سارے راز معلوم
هیں ۔

خیر و برکت اللہ کی طرف سے ھے ،
دامن بی بی فاطمہ رضؓ کا ھے ۔
تخت دلی کا ھے ۔
توبہ مکے کی ھے ۔
اجمیر زندہ خواجہ معین الدینؒ کا ھے
جنھوں نے لوگوں کو نئی زندگیاں دیں ۔
پہلا[1] ایمان ایک نص سے ھے ۔
دوسرا ایمان دوسری نص سے ھے ،
تیسرا ایمان تیسری نص سے ھے ،
چوتھا ایمان چوتھی نص سے ھے ۔
اول پیر آسا ،
دوم پیر حضرت خواجہ خاصا ،
سوم پیر صافا ،
چہارم پیر دادا گل جھپڑا ،
پیٹ کو روٹی ، تن کو کپڑا ۔
(اپنے پیر کا) جھنڈا بلند کرتا ھوں ،
خدا کرے مجھے ھمیشہ ھمیشہ کی خوشی نصیب ھو ۔
میرا پیر پیدا ھوا تو سب پیروں نے اس کا دامن پکڑا ،
مائی گورجا نے اسے کرتا اور ٹوپی پہنائی
اور اللہ اور نبیؐ پاک کو مبارک یاد پیش کی ۔
واہ وا جی ! اس نے میرے پیر کا خاندان خوب بڑھایا ھے ۔

بالا شاہ نوری ،
سیدر شاہ نوری ،
حب تعالیٰ نوری ،
مولا مشکل کشا دکھ دکھ نوری ،
تخت بخت رب العالمین نوری ،
بالے شاہ نوری کس کا بیٹا ؟

---

۱ ۔ یہاں چار الہامی کتابوں، توریت، زبور، انجیل اور قرآن پاک کی طرف اشارہ معلوم ھوتا ھے ۔ مرتب

امیر شاہ نوری کا بیٹا ۔
امیر شاہ نوری کس کا بیٹا ؟
سیدر شاہ نوری کا بیٹا ۔
سیدر شاہ نوری کس کا بیٹا ؟
حب تعالیٰ نوری کا بیٹا ۔
حب تعالیٰ نوری کس کا بیٹا ؟
مولا مشکل کشا دکھ دکھ نوری کا بیٹا ۔
مولا مشکل کشا نوری کس کا بیٹا ؟
تخت بخت رب العالمین نوری کا بیٹا ۔
واہ وا جی ! ست جگ میں کیا طور طریقے تھے !
سونے کی چارپائی ،
سونے کا مٹکا ،
سونے کا گھوڑا ،
سونے کا لباس ،
سونے کی چابی ، سونے کا تالا ، سونے کا دروازہ ۔
جنوب کی جانب راستہ ہے شمال کی جانب دیوار ہے ۔
چابی لاؤ اور دروازہ کھولو
اور میرے سچے دارا پیر کا دیدار پاؤ ۔
وھی اک اللہ
غنی شاھنشاہ ہے ،
فقط تیرے نام کا سہارا ہے ،
تو ھی ظاھر ایک اللہ ہے ۔
واہ وا جی ! رو پہلی عہد میں کیا طور طریقے تھے !
چاندی کی چارپائی ،
چاندی کا مٹکا ،
چاندی کا گھوڑا ،
چاندی کا لباس ،
چاندی کی چابی ، چاندی کا تالا ، چاندی کا دروازہ ۔
شمال کی جانب راستہ ہے ، جنوب کی جانب دیوار ہے ،
چابی لاؤ ، دروازہ کھولو

اور میرے سچے دارا پیر کا دیدار پاؤ۔
وهی اک اللہ
غنی شہنشاہ ہے۔
تیرے نام کا سہارا ہے ،
تو ھی ظاھر اک اللہ ہے ،
همیں خیر و عافیت سے رکھیو !
سب فقیروں کا عشق اللہ ھی کی ذات سے ہے۔
واہ وا جی ! تیسرے عہد میں کیا طور طریقے ھیں !
تانبے کی چارپائی ،
تانبے کا مٹکا ،
تانبے کا گھوڑا ،
تانبے کا لباس ،
تانبے کی چابی ،
مشرق کی جانب راستہ ہے ، مغرب کی جانب دیوار ہے ،
چابی لاؤ ، دروازہ کھولو
اور میرے سچے دارا پیر کا دیدار پاؤ۔
وهی ایک اللہ
غنی شہنشاہ ہے ،
تیرے نام کا سہارا ہے۔
تو ھی ظاھر اک اللہ ہے۔
واہ وا جی ! اب کلجگ میں کیا طور طریقے ھیں !
مٹی کا معبد ہے ،
مٹی کا مٹکا ،
مٹی کا گھوڑا ہے
اور مٹی ھی کا لباس۔
مغرب کی جانب راستہ ہے ، مشرق کی جانب دیوار ،
چابی لاؤ ، دروازہ کھولو
میرے سچے دارا پیر کا دیدار پاؤ۔
وهی ایک اللہ
غنی شاھنشاہ ہے ،

تیرے ہی نام کا سہارا ہے ،
بلا شبہ تو ہی ایک اللہ ہے ،
واہ وا جی ! لال و لال[1] تمھیں خوش کر دیں گے ،
تمھارے ہر وقت کے مصائب دور ہو جائیں گے ۔
سرخ اس کا گھوڑا ہوگا ،
سرخ لباس ،
سرخ طرہ ہوگا
اور سرخ نشان ؛
سرخ اس کا خیمہ ہوگا اور سرخ رنگ کے سپاہی
اور سرخ ہی میدان ہوگا ؛
سونے کی ٹوکری ، چاندی کا جھاڑو اور گلے میں پھولوں کا ہار
ڈالے ،
سچے آقا کے دربار میں جا کھڑے ہوں گے ۔

ہمیں نجات دلائیے !
علیؓ صاحب نے اپنی دلدل کو سجایا ہے ۔
جنوں کو خبر پہنچی تو انھوں نے پکارا :
''اے پیر جی ! ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ اس سخت جنگ میں
حصہ لیں''۔

خدا کرے تو اچھے کھانے کھائے
اور تیرے کاندھے کا کپڑا خوب سبز رہے !
نوری شاہ بالا عرش و کرسی کے سامنے دھونی رما کے بیٹھ گئے ،
عرش سے گھڑا اور پیالہ اترا ،
ساملی بیگ کو حکم ملا ، اس نے وہ گھڑا پی لیا اور مدھوش
ہو گیا ۔
''اے بھائی ! اے آکاتیا ! ہماری مشکلات کو ہم سے بہت دور
کر دے !''

---

۱ - لال بیگ ۔ مرتب

لوهے کی چھڑی ہے ، ملتان کی کمان ، دانتوں کے بغیر هاتھی ہے
اور اس پر زریں عماری ؛
اس طرح سچے مرشد اور ولی دادا لال بیگ کی سواری پہنچی ۔
آئیے میاں لال خاں درباری !
بہتر شیاطین آپ کے پنجے تلے مرے پڑے ھیں ،
لال بیگ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیں گے ؛
نیاز اور حقه آپ کی نذر ھیں ۔
ھماری کچھ مدد کیجیے ۔
شاهانه تخت ، ملتان کی کمان ، بے دانت کے هاتھی ،
سنہری نشست ؛
اس طرح سچے مرشد ولی دادا لال بیگ کی سواری پہنچی ۔
اے میاں لال خاں درباری تشریف لائیے !
سخی سرور کی گواھی ، حضرتؐ کا کلمه پاک :
''لا اله الا الله محمد الرسول الله''۔

---

(۵)

کرسی نامه

وھی ایک سرخ رو ہے جو ھمیں بھی خوش حال کر دے گا
اور ھماری هر لمحے کی مصیبتیں دور کرے گا ۔
لال بیگ درباری نے ستر صد شیطانوں کو ایک پنجه مار کر فنا
کر دیا ۔
وھی هارنے والوں کی پناہ اور جیتنے والوں کے لیے قابل تقلید
مثال ہے ؛
جہاں وہ حمله کرتا ہے ، اسے تباہ کر دیتا ہے ۔
مومنو ! باواز بلند کہو :
''وھی اک الله ہے ،
اسی کے نام کا سہارا ہے''۔
